شَرَعَ لَکُم مِنَ الدِّینِ مَا وَصّٰی بِهٖ اِبرَاهِیمَ

قائم کیا تمهارے لیے دین سے اُس چیز کو جسکی وصیت کی تھی ابراہیم کو۔

ع۔ شرع او ناسخ شریعتها است۔

الحمد للہ والمنۃ

کہ کتاب نایاب

مسمےٰ بہ

پرسنل لا آف دی محمدنس یعنی مسلمانون کا قانون شخصی جسمین مسائل و احکام شرع محمدی متعلقہ میراث و نکاح و طلاق مع اُنکے تمام اقسام و شقوق کے اور مع اُن اختلافات جزئی کے جو فریقین مین یا اہل سنت کے چارون فرقون مین ہوے ہین نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے ہین

ملقب بہ

"جامع الاحکام فی فقہ الاسلام"

(جلد دوم)

جسکو عالم المعی فاضل لوذعی جامع الفضائل والکمالات الخفی والجلی آنریبل مولوی سید امیر علی ایم اے بار ایٹ لا و ممبر کونسل واضع آئین و قوانین نے سنی اور شیعہ کی نہایت معتبر و مستند کتب فقہ سے بہ کمال تحقیق و تفتیش اور بنہایت دقت نظر زبان انگریزی مین تالیف کیا اور مولوی سید ابو الحسن صاحب مترجم انجمن ہندا و دھ نے واسطے فائدہ خاص و عام کے علی الخصوص بنظر افادۂ شائقان علوم اسلامیہ و وکلار عدالت العالیہ زبان اُردو مین ترجمہ کیا

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین چھپی

بار دوم ماہ نومبر ۱۹۱۲ء

۲۳ ورق جزو

فتاوی ہندیہ

ترجمہ اردو

فتاوی عالمگیریہ

یہ کثیر الضخامت اور مبسوط فتاوے جسپر تمام علماء کا اتفاق اور اجماع ہی اور جسکے مسائل پر اسلامی دنیا مین تمام فقہی معاملات موقوف ومحول ہین مطبع اودھ اخبار مین بہ صرف زر خطیر مترجم اور منطبع ہوا ہی اسکے مترجم مولانا سید امیر علی صاحب سلمہ اللہ تعالے ہین جنھون نے نہایت کوشش اور عرق ریزی سے اس ترجمہ کو اصل کے موافق بغیر کسی تصرف اور تغیر کے بامحاورہ اُردو مین ترجمہ کیا ہی اور اسکی تمام خوبیان بجال خود قائم رکھی ہین۔ یہ وہ عدیم النظیر فتاوے ہی جو شہنشاہ اورنگ زیب محمد عالمگیر غازی کے عہد مین علماے اجل نے متفق ہو کر مدوّن اور مرتب کیا اور جسکے انصرام اور اہتمام کے لیے خود شہنشاہ نے شیخ الوقت عمدۃ العلما شیخ نظام رحمہ اللہ تعالے کو اسکی تدوین اور تالیف کی امامت پر مامور فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ تمام فتاوے مشائخ مجتہدین متقدمین اور جوابات مشائخ متاخرین مع نوادر واقعات ایک کتاب مین من کل الوجوہ جمع ہو جائین چنانچہ گورنمنٹ عالمگیری کی سرپرستی سے بصرف وافر متعدد نسخ وصحاح اصول اور بے شمار معتمد کتب وشروح ائمہ وفتاوے مشائخ وتالیفات علما بہم کی گئین اور علماء عصر کی ایک عظیم جماعت کو جنکی تعداد پانچ سو ۵۰۰ بیان کی گئی ہی تفویض ہوئین جنھون نے کمال حزم واحتیاط ووثوق واعتبار کے ساتھ اصول وفتاوے واقعات ونوازل وشروح وتخریجات ونوادر کو انتخاب فرمایا اور کمال تبحر علمی سے اسکو ترتیب متعارف کے ساتھ ابواب وفصول پر مدوّن کیا جس سے یہ اعلےٰ درجے کا نایاب مجموعہ ظہور پذیر ہوا سبحان اللہ علماے کبار اور فضلائے نامدار نے جس خوبی اور خوش اسلوبی سے رعایات اور شرائط مرعی فرمائے ہین وہ عارفان اصول اور ماہران شریعت پر مخفی اور مستتر نہین ہین اسمین اصلا شک نہین کہ اس مجموعہ مین جسقدر فتاوے اور احکام مندرج ہین وہ اسقدر

التماس مترجم

سب شائقان علوم اسلامیہ کی خدمت مین عموماً اور وکلاء و مختاران عدالت
کی خدمت مین خصوصاً التماس ہے کہ اسلامی علم فقہ ایسا بحر زخار ہے جسکی
حد و پایان تیرہ سے برس مین بھی کسی عالم و فقیہ کو نہین ملی اور جسکا مثل دانند
بقول اس کتاب کے مؤلف عالم کے وہ فن قانون سازی کی تاریخ مین بہت کم
نظر آتا ہے اور ہر چند علماء اسلام و فقہاء کرام و حافظان شریعت حضرت
خیر الانام کی تصنیفات علم فقہ مین اس کثرت سے ہین کہ انکی تعداد عالم الغیب ہی
خوب جانتا ہے۔ مگر تقریباً سب کتب فقہ عربی زبان مین ہین اور فارسی زبان مین
بھی بہت کم کتابین اس علم مین ہین۔ اور اردو زبان مین تو قسم کھانے کی جگہ ہے۔
رہی زبان انگریزی اسمین بعض علماے انگریز نے مثل میکناٹن صاحب و بیلی صاحب
و ہیملٹن صاحب کے بعض عربی کتابون کا ترجمہ کیا ہے اسی پر سب عدالتون کا اور
حضرات وکلاء کا بالفعل دار و مدار ہے۔ مگر اسلامی علم فقہ ایک اجتہادی علم ہے
جسمین ہزارہا بلکہ لاکہا اقوال اور اختلافات ہین اور شرع محمدی کے جزئیات
مسائل مین ایسی ایسی باریکیان اور پیچیدگیان ہین کہ جب کوئی دقیق اور پیچیدہ
مسئلہ شرعیہ کسی عدالت مین پیش ہوتا ہے تو جج اور وکیل دونون صاحبون کو اسکے
حل کرنے مین دانتون پسینا آتا ہے اور بمقتضاے بشریت یا بوجہ عدم واقفیت ایسے
مقدمہ کے فیصلے مین غلطی ہو جاتی ہے جس سے کسی نہ کسی فریق کی حق تلفی اور نقصان
ہوتا ہے۔ یہ کتاب جزئیات مسائل اور اختلافات پر ایسی حاوی ہے اور معتبر و مستند
اقوال کو اس کثرت سے نقل کیا ہے کہ شاید بلکہ یقیناً کوئی کتاب مسائل و احکام شرع
محمدی مین زبان انگریزی مین بھی ایسی جامع و حاوی ابتک نہین تالیف ہوئی ہے پھر اردو

بیچاری کس قطار شمار مین ہے۔

چند ہی روز ہوئے ہین کہ مترجم حقیر مصنف تحریر کی لائف آف محمدؐ یعنے سوانح عمری حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا ترجمہ اردو مین کر کے **تنقید الکلام فی احوال شارع الاسلام** کے نام سے اُسکو چھپوا کر مشتہر کر چکا ہے اور الحمدللہ وہ ترجمہ مقبول خاص وعام اور مطبوع طبایع شائقان حالات اسلام و بانی اسلام ہوا ہے۔ اب حسب فرمایش قدردان اہل کمال ذو المنن والافضال رئیس باذل ایر دریادل شائق علوم ناقد فنون ورسوم کنور ہرنام سنگھ صاحب بہادر اہلووالیہ دام اقبالہ منیجر ریاست کپورتھلہ وسکرٹری انجمن ہند اودھ۔ اور باجازت جناب مصنف علامہ اس نایاب کتاب کا ترجمہ کر کے ہدیہ ناظرین باتمکین کرتا ہون۔

یہ کتاب دو جلدون پر منقسم ہے۔ جلد اول مین مسائل و احکام میراث اور نکاح اور طلاق بکمال احتیاط اور نہایت تحقیق کے ساتھ لکھے ہین۔ اور جلد ثانی مین مسائل اور احکام ہبہ اور وقف اور وصیت نہایت شرح وبسط سے بیان کیے ہین امید ہے کہ یہ کتاب حضرات وکلاء وقانون دانون کو بہت دلچسپ اور مفید اور بکار آمد ہوگی اور نحیف کو بکلمہ خیر یاد فرمائینگے۔

الملتمس سید ابوالحسن مترجم انجمن ہند مقام لکھنؤ
۲۰ اگست ۱۸۸۵ع

فہرست مضامین جلد ثانی جامع الاحکام فی فقہ الاسلام

مضمون	صفحہ
دیباچہ - شریعت اسلام کی عظمت - فقہ اسلام کا نشو و نما - شیعہ اور سنی کے مسائل فقہ مین اختلافات - ان اختلافات کا سبب اصلی - مسئلۂ امامت شریعت اسلام کا ماخذ و مناط - قرآن - حدیث - اجماع - قیاس - شیعون کے فرقے - فرقہ معتزلہ - مسائل شیعہ کا ہندوستان مین شائع ہونا - مذاہب اربعۂ اہل سنت وجماعت - فقہا اور اُنکی چیدہ چیدہ کتابین -	۱ ۳۰
پہلا باب مسائل واحکام متعلقہ ہبہ	
(فصل اول) - مسلمانون کے اختیار انتقال بالوصیت کا مقید ہونا - شرع محمدی کے مصالح - (نظیر) مقدمہ رانی کھجور النساء بنام مسماۃ روشن جہان - انتقالات حین حیات - ہبہ - وقف - عاریت - ہبہ اور عاریت مین فرق - (نظیر) مقدمہ محمد فیض احمد خان بنام غلام احمد خان -	//
(فصل دوم) ہبۂ مطلق - اُسکے تعریفات مختلف فرقون کے اقوال کے موافق - (نظیر) مقدمہ قمر النساء بی بی بنام حسینی بی بی - ہبہ کرنے کی قابلیت شرعیہ - نابالغی - موانع شرعی - مرض الموت - اُسکے معنے - جامع الشتات و شرائع الاسلام - فتاوائے عالمگیری و رد المحتار - (نظیر) مقدمۂ لبی بی بی بنام ہین بی بی - اور غلام مصطفی بنام حسرت -	۳۷
(فصل سوم) موہوب لہ - موہوب یعنے وہ چیز جو ہبہ کی گئی ہے - (نظیر) مقدمہ ملک عبد الغفور بنام ملکہ - ہبہ اُس جائداد کا جو اسامیون کے قبضہ مین ہو - کفالت - (نظیر) مقدمہ محی الدین بنام منوچہر شاہ - ہبہ دین یا قرضہ کا - ہبہ کس چیز کا نہین ہو سکتا ہے - ہبہ مشاع - اُسکی حقیقت - اختلاف فریقین - ہبہ مال غیر - قابل الانقسام کا - ہبہ مشاع مسلک حنفی مین قبضہ سے جائز ہو جاتا ہے - ہبہ شاغل اور مشغول کا یعنے اُس چیز کا جو کسی چیز مین رکھی ہو یا جسمین کوئی چیز رکھی ہو - ہبہ کسی چیز دین کو کوئی حق ثابت ہو جانے سے	

مضمون	صفحہ
ہبہ باطل ہو جاتا ہے - ایک شریک کو جائز ہے کہ اپنا حصۂ منافع دوسرے شریک کو ہبہ کر دے - قبض الکامل - ہبہ فاسد اقباض سے جائز ہو جاتا ہے - قبضہ کرنے کی اجازت اُسکا اثر - مسئلہ مشاع زمینداریون سے نہین متعلق ہو سکتا - (نظائر) مقدمہ عبد النساء بنام امیر النساء - وجعفر خان - بنام حبشی بی بی - وجیون بخش - بنام امتیاز بیگم - ایک شخص کا دو آدمیون کو ہبہ کرنا - مقدمات مین بحث کی گئی - ہبہ بنام بالغ ونابالغ بالمشارکت - مسئلہ تحلیل -	۵۴
(فصل چہارم) - مسائل شیعہ - ہبہ مشاع کا جواز - ابرار - دائن یا قرضخواہ کے سوائے اور کسی شخص کو دین یا قرضہ ہبہ کرنا -	۹۰
دوسرا باب ہبہ سے متعلق رسوم شرعیہ -	۹۳
(فصل اول) جواز ہبہ کے شرائط - اقباض - (نظیر) مقدمہ نند اسنگھ - بنام جعفر شاہ - قبضہ کرنے کی قابلیت اکثر صورتون مین فعل ہبہ کے جواز کو کافی ہے - (نظیر) مقدمہ آمنہ بی بی - بنام خدیجہ بی بی وغیرہ -	؍؍
(فصل دوم) ہبہ نابالغون کو - تحفہ یا ہدیہ اطفال کو - مقدمات پر بحث کی گئی -	۱۰۵
(فصل سوم) ہبہ مع الشرائط - محدود عطیات از روے مذہب شیعہ - (نظیر) مقدمہ ناصر حسین بنام صغرا بیگم -	۱۱۱
(فصل چہارم) ہبہ مشروط -	۱۱۹
تیسرا باب تنسیخ ہبہ	۱۲۲
(فصل اول) تنسیخ ہبہ - از روے مذہب شافعی - از روے مذہب مالکی - بموجب مسلک حنفی - کن حالتون مین ہبہ قابل منسوخی نہین ہے - رشتہ زوجیت مانع تنسیخ ہے - صدقہ قابل منسوخی نہین ہے - اُسکی حقیقت -	؍؍
چوتھا باب عوض	۱۳۲

فہرست

مضمون	صفحہ
(فصل اول) عوض کے معنی اور اثر- ہبہ بالعوض قابل منسوخی نہین ہے- ہبہ مین جو شرط ہوئی ہو اُسکا اثر- ہبہ مع الشرائط اور ہبہ مشروط مین فرق-	۱۳۲
(فصل دوم) ہبہ دَین کا- ہبہ مشروط دَین کا- وہ ہبہ جو والدین اپنی اولاد کو کرین زوجہ کا اپنے مہر کو ہبہ کردینا- عمرے یعنے عطیات حین حیاتی-	۱۴۳
پانچوان باب احکام مذہب شیعہ متعلقہ ہبہ	۱۵۱
فصل اول- مجملاً شیعون کے مسائل	؍؍
فصل دوم- ہبہ کی تعریف	۱۵۲
فصل سوم- خاص احکام ہبہ کے	۱۵۵
چھٹا باب احکام مذہب شافعی متعلقہ ہبہ-	۱۵۷
ساتوان باب مسائل و احکام وقف-	۱۶۰
(فصل اول) مسئلۂ اوقاف شرع محمدی مین-	؍؍
(فصل دوم) وقف کا مفاد و مآل- امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین کے اقوال مسئلہ وقف مین	۱۶۲
(فصل سوم) وقف کا تحقیق- (نظیر) مقدمہ جیون داس ساہو- بنام شاہ کبیرالدین و مسماۃ قادرہ بنام شاہ کبیرالدین و دیگر نظائر-	۱۶۵
(فصل چہارم) شرائط متعلقہ واقف- (نظیر) مقدمہ دلروس بانو بیگم بنام نواب اصغر علی و فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل- اس مقدمہ کے فیصلہ سے کیا اصول مستنبط ہوسکتے ہین- وقف اُس جائداد کا جو ٹھیکہ یا رہن سے مقید ہو- وقف اُس شخص کا جو اپنا قرضہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو- وقف المریض- وقف بالوصیت قابل منسوخی ہے-	۱۷۲
(فصل پنجم) تحقق وقف کے شرائط- شئے موہوب کو قطعی و یقینی ہونا چاہیے- وقف مشروط یا مشکوک کی مثالین- دوام و استمرار جواز وقف کی شرط ہے-	۱۸۴
(فصل ششم) شرائط وقف قاضی خان کے قول کے موافق-	۱۹۰

مضمون	صفحہ

گیارہوان باب ۲۶۳

(فصل اول) اصول تعبیر وقف فتاواے عالمگیری کے موافق۔ فتاواے قاضی خان کے
اور ردالمحتار کے موافق۔ شہرت کی شہادت سے وقف ثابت ہو سکتا ہے۔
(فصل دوم) وقف اولاد کو۔ وقف اخفاد ستقیمہ کو۔ تین پشتون کا ذکر کرنا بمنزلہ
کے ہے۔ وقف اطفال اور غربا کو۔ لفظ اعقاب و اخلاف کے معنے۔ قریب
اوامت کے ہے۔ وقف اطفال اور غربار کو۔ لفظ اعقاب و اخلاف کے معنے۔ قریب
القرابت بعید القرابت پر ترجیح رکھتا ہے۔ فقیہ ابوالقاسم کا فتوے درباب لینے منفعت
مال وقف کے۔ جو شخص زندہ رہجاے اُسکے لیے حق باقی رکھنا۔ موقوف علیہم مال
وقف کی تقسیم کے مستحق نہین ہین۔ وقف ورثہ کو مرض الموت کے عالم مین۔ ۲۸۴
(فصل سوم) وقف رشتہ دارون پر۔ مفلس ہونا اُسوقت کا معتبر ہے جسوقت مال
وقفی تقسیم کیا جاے۔ وقف قریب ترین قرابت داران واقف کو۔ مفلسی کا معیار۔
فتاواے عالمگیری کے موافق۔ لفظ یتیم کے معنی۔ سن بلوغ۔ وقف اُن رشتہ دارون
جو کسی مقام خاص مین سکونت پذیر ہون۔ وہ وقف جسمین متولی کو اختیار دیدیا گیا ہو
۔ وقف ہمسایون پر۔ ۲۹۶
(فصل چہارم) وقف مع الشرائط۔ وہ وقف جسمین منسوخی کا اختیار باقی رکھا
گیا ہو۔ ۳۰۸
(فصل پنجم) وقف المریض۔ وقف اُس شخص کا جو اپنا قرضہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو
مرض الموت کے عالم مین۔ وقف کا اقرار۔ وہ اوقاف جو واسطے ادا کرنے قرضہ
واقف کے یا اُسکے دیگر فوائد کے لیے عمل مین آئے ہون۔ وقف مین مبادلہ کی شرط
کرنا جائز ہے۔ جب ایک مرتبہ مبادلہ وقوع مین آیا ہو تو دوسری مرتبہ نہین عمل مین
آسکتا تاوقتیکہ واقف کا ارادہ عیان نہ ہو۔ ۳۱۱
(فصل ششم) انتقال جائداد وقفی کا۔ نظائر۔ جب رسم ورواج کا ثبوت نہ ہو
تو ادائی کی کیا صورت ہوگی۔ ۳۲۰

بارہوان باب ۳۲۸

(فصل اول) احکام وقف موافق مذہب شیعہ۔ وقف کی تعریف شرائع الاسلام

مضمون	صفحہ
(فصل ہفتم) موقوف یعنے وہ چیز جو وقف کی گئی ہے۔	۹۲
(فصل ہشتم) شرائط متعلقۂ موہوب۔	۲۰۰
ساتوان باب	۲۰۵
(فصل اول) وقف کن لوگون پر ہوسکتا ہے۔ ہر وقف کے مستحق آخر کو غربا و مساکین ہین۔ جائداد وقفی کی آمدنی یا محاصل کو کیونکر صرف کرنا چاہیئے۔ کس طور سے مکان وقفی کو استعمال مین لانا چاہیئے۔ قاضی کا اختیار۔	رر
(فصل دوم) وقف کرنا مساجد اور امام باڑون کو۔	۲۱۱
(فصل سوم) حو ضون اور سرائون وغیرہ کے لیئے وقف کرنا۔	۲۲۱
آٹھوان باب	۲۲۴
متولی	
(فصل اول) تقرر متولی کا اختیار ابتداءً واقف سے متعلق ہے۔ شرائط متعلقۂ تولیت۔ متولی کی برطرفی۔ وہ از خود استعفا نہین دے سکتا	رر
(فصل دوم) متولی کا تقرر۔ (نظیر) مقدمہ فاطمہ بی بی بنام اڈوکیٹ جنرل و دیگر نظائر۔ واقف کے اہل خاندان کا عہدہ متولی کا مستحق ہونا لفظ "عام" کے معنے۔ متولی کی ذمہ داری۔	۲۲۸
(فصل سوم) وقفی جائداد کا ٹھیکہ یا پٹہ دینا۔	۲۴۷
(فصل چہارم) قواعد متعلقۂ تولیت موافق قول قاضی خان۔	۲۴۹
نوان باب	۲۵۵
واقف	
(فصل اول) واقف کے اختیارات۔	رر
دسوان باب	۲۵۹
(فصل اول) وقف اشخاص یا اشیاء غیر موجودہ کو۔ اس مسئلہ کا جاری ہونا موافق مذہب حنفی۔ پہونچنا مال وقف کا زوجہ اور فرزند کو۔	رر

صفحہ	مضمون
۳۲۸	کے موافق - قبضہ شرط ہے مگر مقید بہ قیود ہے - وہ وقف جو مرض الموت کے عالم مین کیا جاوے -
۳۳۴	(فصل دوم) موقوف سے متعلق شرائط - شرائط متعلقہ واقف - شرائط متعلقہ موقوف علیہم وقف مصالح عامہ کے لیے کرنا جائز ہے - وقف کافر حربی پر ناجائز ہے - وقف حرام مقاصد کے لیے نہین جائز ہے - وقف مسلمانون پر عموماً - وقف ہمسایون پر - جس مصلحت سے وقف کیا گیا ہو جب وہ نہ باقی رہے تو مال وقف کیونکر صرف کیا جاوے - ابن جنید کا قول - وقف نامحدود یا غیر معین مقصد کے لیے ناجائز ہے - وقف اقرباء پر عموماً -
۳۴۳	(فصل سوم) وہ شرائط جن پر وقف کا جواز موقوف ہے - جواز وقف کے لوازم -
۳۴۵	(فصل چہارم) واقف کے حق کا مال وقف مین زائل ہو جانا - اقباض از روے مذہب شیعہ - شیعون کے نزدیک واقف اپنے نفس پر کوئی چیز نہین وقف کرسکتا - وہ وقف جو واقف اپنے نفس اور غرباء پر کرے - وقف اولاد پر - صدقہ منسوخ نہین ہوسکتا -
۳۶۰	**تیرہوان باب**
//	(فصل اول) احکام وقف موافق مذہب مالکی - واقف کی قابلیت شرعیہ - موقوف علیہ - واقف کے اختیارات - احکام متعلقہ اوقاف خاندانی -
۳۶۹	(فصل دوم) کون چیزین وقف ہوسکتی ہین - رسوم شرعی متعلقہ وقف - قبضہ کب کرنا چاہیے - چند روز کے لیے وقف کرنا جائز ہے -
۳۷۳	(فصل سوم) وقف کا نتیجہ یا اثر شرعی -
	چودہوان باب
۳۷۵	احکام وقف موافق مذہب شافعی
۳۸۰	**پندرہوان باب**
	وقف کا دستور العمل - اوقاف عامہ از روے شرع محمدی کیا چیزین ہین - اصول کارروائی موافق شرع محمدی - نظائر -

مضمون	صفحہ
سولہوان باب مسائل واحکام وصیت	۳۹۸
(فصل اول) صورت اور خصائص وصیت ــ وصیت مشروط ــ	۴۰۱
(فصل دوم) موصی کی قابلیت شرعیہ ــ مرض الموت موافق مذہب حنفی ــ مسائل شیعہ ــ نابالغ کی قابلیت وصیت ــ مسائل شافعیہ و مالکیہ ــ قاتل کے حق مین وصیت ناجائز ہے ــ ایک وارث کے حق مین دیگر ورثہ کے اذن سے وصیت جائز ہے	۴۰۴
سترہوان باب	۴۳۲
(فصل اول) موصیٰ لہم کون لوگ ہوسکتے ہین ــ وصیت غربا کے واسطے (ازروے مذہب شیعہ) امام ابویوسف کا قول ــ مسائل شیعہ ــ وصیت بحق رشتہ داران (مسائل شیعہ)	״
(فصل دوم) عام قواعد تعبیر وصیت (مسائل حنفیہ) وصیت بحق ہمسایہ موافق مذہب حنفی ــ موافق مذہب شیعہ ــ اقرار دین (ازروے مذہب حنفی)	۴۴۱
حاشیہ مشتمل بر احکام متعلقہ اُن وصایا کے جو غیر مسلمین نے کیے ہون ــ	
اٹھارہوان باب	۴۶۹
کن چیزون کی وصیت ہوسکتی ہے ــ موافق مذہب شیعہ ــ موافق مذہب حنفی ــ جب دو وصیتین ایک ہی شخص کے حق مین ہون تو کیا ہوگا ــ مسائل مالکیہ ــ مسائل حنفیہ جب چند اشخاص یا اشیار کے حق مین وصیت ہو تو اسکا نفاذ کیونکر ہوگا ــ	
انیسوان باب	۴۷۵
(فصل اول) وصیت کا اثر شرعی ــ وصیت کی تعریف ــ وصایاے مبہم و مشکوک مین کیا تاویل ازروے مذہب شیعہ ہوسکتی ہے ــ	״
(فصل دوم) تنسیخ وصایا ــ مسائل حنفیہ و شیعہ ــ وصیت کو قبول کرلینا ــ	۴۷۸
(فصل سوم) اراضیات و باغات و مکانات وغیرہ کی منفعت کی وصیت ــ احکام متعلقہ وظائف وغیرہ ــ	۴۸۴

مضمون	صفحہ
بیسوان باب	۴۹۵
(فصل اول) اوصیا کون لوگ مقرر ہوسکتے ہین۔ نابالغ وصی۔ اوصیار بالشارکت جن مین سے ایک وصی نابالغ ہو۔ غیر آدمی جو مسلمان نہو وصی نہین مقرر ہوسکتا۔ (نظیر) مقدمہ محمد امین الدین۔ بنام محمد کبیر الدین۔ وھنری املاک بنام ظہور النسار خانم	
(فصل دوم) اوصیا کا تقرر کیونکر عمل مین لایا جاے مختلف قسم کے اوصیار۔ جب دو وصی ہون تو اُن مین سے ایک اکیلا کام نہین کرسکتا باستثنار چند صورتون کے۔ غیبت منقطع۔ اوصیار جو مقاصد خاص کے لیے مقرر ہوے ہون۔ اوصیار بالواسطہ یعنے جو بواسطہ اوصیار حقیقی وصایت حاصل کرین۔ مسائل سنی وشیعہ۔	//
(فصل سوم) اوصیار کے اختیارات۔ وہ وصی جسکو باپ نے مقرر کیا ہو اُسکے اختیارات مین اور اُس وصی کے اختیارات مین جسکو اوراقربا نے مقرر کیا ہو کیا فرق ہے۔ وصی کا اختیار مال وصیتی کو بیع کرنے کا۔ اس اختیار پر قیود۔ احکام مندرجہ کتاب ردالمحتار۔ وصی مقرر کردہ پدر موصی اور وصی مقرر کردہ قاضی کے اختیارات مین فرق۔ وصی کو جائز نہین ہے کہ نابالغ کے مال سے تجارت بطور خود کرے۔ وصی مال وصیتی کے ضائع ہوجانے یا اس مین غفلت کرنے کا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔ وصایت محدود۔ مسائل سُنی وشیعہ۔	۵۰۰
(فصل چہارم) مسائل شافعیہ۔	۵۱۱
ضمیمہ مشتمل بر مسائل متفرقہ۔	۵۲۸
	۵۴۰ لغایت
	۵۵۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ثانی جامع الاحکام فی فقہ الاسلام

دیباچہ

باوجودیکہ اسلامی علم فقہ کے عظمت و جلالت کی نسبت لوگون کے خیالات مین بہت کچھ تغیر واقع ہوا ہی تاہم جن لوگون سے ہندوستان کی مختلف قومون کی دادرسی اور عدل گستری صریحاً یا ضمناً متعلق ہی اُنکے لیئے شرع محمدیؐ کو بامعان نظر ملاحظہ کرنا اب بھی نہایت مفید اور دلچسپ ہی۔

ہندوستان مین واضعان قوانین انگریزی نے قانون اسلام متعلقہ میراث اور انتظام جائداد کو بعینہ باقی رکھا ہی اس ملک مین کوئی قانون مختص المقام نہین ہی سوائے چند قوانین مخصوصہ کے جو عموماً سب سے متعلق ہین اور جنکو قوانین مینوسپل کہنا بجا ہی۔ بلکہ اس مُلک کے قوانین اکثر شخصی ہین۔ اسی وجہ سے اس مُلک کے لیے قانون بنانا ہی صرف مشکل نہین ہی بلکہ عدل و انصاف کرنے مین قصور و خطا کا بڑا اندیشہ رہتا ہی۔ علی الخصوص شرع محمدیؐ چونکہ ایک[1] ایسی زبان کے لباس سے ملبوس ہی جس سے بہت کم لوگ واقف ہین لہٰذا اکثر اوقات شرع شریف کے اصول کو تحقیق کرکے جاری کرنے مین بڑی دقت پڑتی ہی۔

[1] یعنی زبان عربی ۱۲۔ مترجم۔

بعض اوقات وکلاء عدالت نے اِس بات مین بحث کی ہی بلکہ خود حکام عدالت نے بھی
کسی قدر تامل کر کے فرمایا ہی کہ شرع محمدی اور شاشتر ہنود اہل اسلام اور ہنود کے لیے صرف
اُن تنازعات مین قائم رکھا گیا ہی جو میراث و جانشینی اور نکاح اور مثل اسکے اور امور سے متعلق ہین
اور یہ بھی فرمایا ہی کہ باب ۷ - قانون بست و یکم شاہ جارج سوم کی عبارت ایسی جامع و مانع ہی
کہ سوائے اُن مقدمات کے جنکی تصریح اِس قانون مین کردی ہی اور سب معاملات مین قانون
انگریزی کو ہندوستان کا قانون تصور کرنا چاہیے - میرے نزدیک یہ دعوی محض بلا دلیل ہی
اسواسطے کہ اِس قانون کے دیباچہ مین منجملہ دیگر مقاصد کے ایک مقصد یہ لکھا ہی کہ "ہندوستان
کے باشندے اپنے تمام قدیم قوانین اور رواج اور مواجب و حقوق پر قائم اور محفوظ رکھے جائین" تاکہ
اگر اِس امر کا تصفیہ نہ ہوچکا ہوتا تو البتہ یہ بحث ہوسکتی تھی کہ آیا واضعان قوانین کا یہ منشا تھا
کہ اِس ملک کے باشندون کے قوانین شخصی مین کچھہ تغیر و تبدل کیا جاے چاہے وہ کسی قوم اور کسی
مذہب کے لوگ ہون - مگر مقدمہ [۱] مسلیہ بنام مسلیہ کے فیصلہ اور اور مقدمات کے فیصلون کا لحاظ
کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ انگریزی عدالتون نے قوانین شخصی کے اثر کو اکثر ہنود اور اہل اسلام پر
محدود کر دیا ہی - حالانکہ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۱۷ کے اثر کو صرف جانشینی اور میراث پر محدود
کر کے ہنود اور اہل اسلام کے قوانین شخصی کو اور زیادہ مقید کر دینا اِس دفعہ کے فحوائے عبارت
کے بھی خلاف ہی اور اکثر فیصلجات عدالت اور منشاء واضعان قوانین کے بھی مخالف ہی -
بلکہ لفظ ڈیلنگ (معاملہ) جو اِس دفعہ مین لکھا ہی اُسمین انتقالات (مثل وصیت وغیرہ) کو داخل ہین
علاوہ اسکے واضعان قوانین نے خود صاف صاف فرمادیا ہی کہ جب کسی مقدمہ سے
متعلق کوئی خاص قانون نہو تو عدالتون کو چاہیے کہ عدل و انصاف اور ایمان کی پابندی سے
فیصلہ کرین اور ہائی کورٹ کلکتہ کے [۲] نامی و گرامی ججون نے تجویز [۳] فرمایا ہی کہ عدل و انصاف کا

---

[۱] فلٹن صاحب کا لا رپورٹ صفحہ ۴۲ - ۱۲ منہ [۲] یعنی جسٹس اسٹیر صاحب اور جسٹس لونگ صاحب کا فیصلہ
معقدورہ ۲۶ اپریل ۱۸۶۳ء بمقدمہ ظہور الدین سردار بنام بہار اللہ سرکار مندرجہ ویکلی رپورٹ صفحہ ۱۸۷ - ۱۲ منہ [۳] مقدمہ کے فیصلہ مین عالم جج نے

مقتضی اور ایمان کی بات یہی ہی کہ مسلمانون مین جو تنازعات درباب انتقال جائداد پیدا ہون اُنکا
فیصلہ شرع محمدی کے رو سے کیا جائے۔
اور ہائی کورٹ بمبئی نے بڑی شد و مد سے یہ تسلیم کر لیا ہی کہ جو دستاویزین جائداد سے متعلق ہون
اور مسلمانون نے تحریر کی ہون اُنمین شرع محمدی جاری کرنی چاہیے چاہے کسی زبان مین وہ دستاویزین
تحریر کی گئی ہون۔ چونکہ قانون معاہدہ (ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۲ء) جملہ تنازعات متعلقہ بیع و شرا و ضمانت
وغیرہ سے متعلق ہی لہذا مین نے اس کتاب مین صرف ہبہ و وقف اور وصیت کے بیان پر انحصار کیا ہی۔
اس کتاب کے جلد اول مین مین نے اسلامی علم فقہ کی ترقی اور نشو و نما پانے کی کیفیت بیان
کی ہی اور مختلف فرقہاے اسلام کی حقیقت مفصل لکھی ہی۔ مگر اس جلد ثانی مین بھی اس باب مین
اور کچھ عرض کرنا بے موقع اور بے محل نہو گا۔

جو لکھا ہی کہ مدعی و مدعا علیہ رسپانڈنٹ خاص کے وکلاء یہ بحث کرتے ہین کہ اس قسم کے معاہدہ سے شرع محمدی متعلق نہین
ہو سکتی اور بموجب دفعہ ۱۵ - قانون ۴ سنہ ۱۸۹۲ء صرف میراث اور نکاح کے مقدمات مین عدالت کو حکم ہی کہ شرع
محمدی کے موافق فیصلہ کرے اور چونکہ یہ مقدمہ اس قسم کا نہین ہی لہذا عدالت کو اسکا فیصلہ معمولی قواعد عدل
و ایمان کے موافق کرنا چاہیے۔ اسکا جواب یہ ہی کہ اس ملک کی عدالتون کا ہمیشہ یہی عملدرآمد رہا ہی کہ اکثر ایسے
مقدمات مین بھی جو نکاح اور میراث سے نہین متعلق ہین شرع محمدی کو جاری کیا ہی۔ اور گو دستور قدیم کے
بموجب یہ فعل عدالتون کا جائز نہو تو بھی یہ نہین کہ سکتے کہ جب یہ عدالت مسلمانون کا فیصلہ انھین کی
شرع کے موافق کرتی ہی تو عدل و انصاف نہین کرتی ہی۔ یا ایمان کے خلاف کرتی ہی۔ ۱۱

یہی بحث بمقدمہ یوسف علی بنام صاحب کلکٹر ٹپراہ (انڈین لا رپورٹ جلد ۹ صفحہ ۱۴۱ سلسلہ کلکتہ) بھی
ہوئی تھی مگر عالم ججون نے (سر رچرڈ گارتھ صاحب چیف جسٹس اور میگڈانل صاحب جسٹس) اُس مقدمہ کا فیصلہ
جو انکے اجلاس مین پیش تھا شرع محمدی کے بموجب کیا تھا۔ مسٹر جسٹس محمود نے جو تقریر بمقدمہ مظہر علی بنام بدھ سنگھ
(انڈین لا رپورٹ جلد ۷ صفحہ ۲۹۷ سلسلہ آلہ آباد) لکھی ہی وہ بھی نہایت دلچسپ اور لائق ملاحظہ ہی۔ ۱۲ بمقدمہ
گنگا بائی بنام تھور ملا (لا رپورٹ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۷) فیصلہ ساس صاحب چیف جسٹس اور بمقدمہ فاطمہ بی بی بنام
ایڈووکیٹ جنرل (لا رپورٹ بمبئی جلد ۶ فیصلہ ویسٹ صاحب جسٹس) اور مقدمہ گوسائین بنام گوسائین
(مورس انڈین اپیلس جلد ۶ صفحہ ۸۱ -) ملاحظہ ہون ۱۲ منہ

پس واضح ہو کہ جتنے سلسلے قوانین کے دنیا مین ہین اُن سب مین قانون اسلام یا شرع محمدی کو تواریخ کے رو سے دیکھے تو اُسکی ترقی کو نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز پائیگا۔

جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ قانون اسلام کی ابتدا کیا ہوئی اور عرصۂ قلیل مین کیسا جلد فروغ اور نشو و نما اُسکو ہوا تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ دنیا کے مہذب و شائستہ قوانین مین شرع محمدی ایک نہایت عظیم الشان سلسلہ قوانین ہی۔

اسلامی علم فقہ ایک عالی شان عمارت ہی جسکی بنیاد احکام قرآنی اور احادیث نبوی پر قائم ہی مگر جسکا مصالح بغداد اور بخارا اور شام اور اندلس اور ایران مین مہیا ہوا تھا۔ اس کتاب کی جلد اول ہی مین عرض کر چکا ہون کہ اسلام کے خانگی قوانین یہود کے قوانین سے مشابہت تامہ رکھتے ہین اور علی ہذا القیاس اکثر اقوال اُن فقہاے اسلام کے جو اُس زمانہ مین گذرے ہین جبکہ اسلام کا نیرِ اقبال اوج پر تھا مشابہتِ تامہ و تعجب انگیز رومیون کے قوانین سے رکھتے ہین۔ بلکہ اکثر اوقات یہ مشابہت اِسقدر حیرت خیز ہے کہ اہل تحقیق اور ارباب بصیرت کو سخت تعجب ہوتا ہی کہ یہ مماثلت اتفاقی ہی یا باہمی فعل و انفعال اور کسر و انکسار کا نتیجہ ہی۔ تاہم یہ عرض کرنا ضرور ہی کہ چونکہ اکثر اصول شرع شریف محض و خالص عربی الاصل ہین یعنی قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوے ہین لہذا رومیون کے خیالات کا اثر متعدد فقہاے عرب کے اقوال پر پڑا ہی وہ بکمبخت اختلاف مذہبی جسنے اسلام مین آج تک تفرقہ ڈال رکھا ہی اور مسلمانون کو دو فرقون یعنی سُنّی اور شیعہ پر منقسم کر دیا ہی دنیاوی اسباب اور حوادث زمانہ سے پیدا ہوا تھا اور آخرکار مسائل فقہ مین اختلاف عظیم کا باعث ہوا۔ در اصل یہ اختلاف خاندانی تنازعات سے پیدا ہوا تھا مگر بڑھتے بڑھتے اعتقادات اور مسائل تک پہونچ گیا خود فرقہ اہل سنت و جماعت مین چار مذہب ہین اور اِن چارون کے بعض بعض اعتقادات و مسائل مین اُسی قدر اختلاف ہی جس قدر سُنّی اور شیعہ مین ہی تاہم مذاہب اربعہ مین باہم ویسی عداوت نہین ہی جیسی شیعون سے ہی اِسکا سبب ظاہر ہی کہ فریقین نے مسئلۂ امامت کو اپنے اپنے طور پر سمجھا ہی۔

اصول دین سُنی اور شیعہ مین اگر اختلاف ہی تو صرف مسئلہ امامت مین ہی اور امامت سے مراد
کافۂ اہل اسلام کی پیشوائی امور دین و دنیا مین ہی اسی اختلاف سے فریقین کے فروع یعنی
مسائل فقہیہ مین بھی اختلاف ہو گیا ہی۔ شیعہ امر خلافت مین اجماع کو حجت نہین جانتے
یعنی اسکے قائل نہین ہین کہ حق داران خلافت کو جنکے باب مین خود رسول مقبول وصیت
کر چکے تھے بالائے طاق رکھکر با جماع صحابہ خلیفہ رسول منتخب کر لیا جاے مگر سُنی اجماع کو
اگرچہ وہ کسی طور سے منعقد ہوا ہو امر خلافت مین بھی دلیل قاطع اور حجت قطعی سمجھتے ہین۔
پیغمبر اسلام کے وفات کرتے کے ساتھہی یہ خلافت کا جھگڑا پیش ہوا کہ کسی شخص کو خلیفہ رسول
اور پیشوائے امت منتخب کرنا ضرور ہی۔ بنی ہاشم یعنی اقربائے پیغمبر نے یہ حجت کی کہ خلافت حق علی
ابن ابی طالبؑ کا ہی کہ خود رسول اللہؐ انکو اپنا وصی مقرر کر چکے ہین۔ مگر دیگر قریش جو ہمیشہ سے بنی ہاشم
کے خلاف تھے اسپر مصر ہوے کہ انتخاب کے اصول پر عمل کیا جاے۔
اور ہنوز بنی ہاشم آنحضرت کی تجہیز و تکفین مین مصروف تھے کہ قریش کے ووٹ (رای) سے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے
حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے تیسرے سال انتقال کیا یعنی اگست ۶۳۴ع مین اور انکے بعد
حضرت عمر ابن الخطاب خلیفۂ ثانی منتخب ہوے۔ ان خلیفہ کے عہد خلافت مین مسلمانون نے مصر اور شام
اور فارس کو فتح کیا اور انکی وفات کے بعد خلافت حضرت علیؑ کو اس شرط سے دیگئی کہ جملہ امور مین خلیفۂ اول
اور خلیفہ ثانی کی پیروی کرین۔ حضرت علیؑ نے اس شرط کو نامنظور کیا اور فرمایا کہ جن مقدمات مین کوئی حکم
شرع یا فرمودۂ رسول نہوگا انکا فیصلہ مین اپنی راے کے موافق کرونگا۔ یہ یادگار قول حضرت علیؑ کا ایک اور
امر اختلافی درمیان سُنی اور شیعہ کے ہی تب خلافت حضرت عثمانؓ کو دیگئی اور انھون نے انتخاب
کنندہ جماعت کے شرائط کو قبول کر لیا۔ اسی زمانہ سے سُنی اور شیعہ کے مسائل شرعی مین اختلاف
پیدا ہوا۔ حضرت عثمانؓ کے اس بات پر راضی ہو جانے سے کہ خلیفۂ اول اور خلیفۂ ثانی کی سیرت کی
پابندی بلا عذر کرینگے خواہ انکی سیرت یا احکام جو انکے بشری یا مصالح وقت کے (جو ہمیشہ بدلتے رہتے ہین)
موافق ہون خواہ نہون ایک خاص صورت اہل سنت کے مسائل کی پیدا ہو گئی ہی۔ خلیفۂ اول

اور خلیفہ ثانی دونون صاحب اپنے اپنے عہد خلافت مین حضرت علیؑ جو معنی اور مفاد احکام شرع کا بیان فرماتے تھے اُسکا لحاظ کرتے تھے اور جو تاویل حضرت علیؑ احادیث مین فرماتے تھے اُسی کے موافق ہمیشہ فصل خصومات کرتے تھے۔ مگر خلیفۂ ثالث نے اور ہی روش اختیار کی۔ یہ خلیفہ نیک نیت مگر ضعیف العقل تھے اور اپنے معتمد خاص اور عزیز با اختصاص مروان ابن الحکم کے قابو مین تھے آخر تھوڑے عرصہ تک خلافت کر کے سپاہ مصر کے ہاتھ سے جسکا سردار محمد ابن ابی بکر تھا قتل ہوے اُنکی وفات کے بعد حضرت علیؑ خلیفہ منتخب ہوے۔ اُنکا خلیفہ ہونا گویا تھا کہ فریق مخالفت کو بغاوت شدید اور فساد عظیم کا اشارہ تھا۔ ایک لڑائی یعنی جنگ جمل مین سرگروہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر تھین یہ مہم تو باسانی سر ہوئی۔ دوسری لڑائی یعنی جنگ صفین مین فریق مخالف کو کچھ کامیابی حاصل ہوئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت مین اپنے ایک عزیز معویہ ابن ابی سفیان کو ملک شام کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس حریص سردار نے قتل عثمانؓ کو اپنی ثروت و امارت کا ذریعہ گردان کر علم بغاوت افراشتہ کیا جس سے اسلام کو چند در چند صدمات پہونچے اور بڑی بڑی خرابیان ہوئین معویہ نے چند لڑائیون مین شکست کھا کر لڑائی کا تصفیہ پنچایت پر موقوف کیا اور حضرت علیؑ نے باین خیال کہ مسلمانون کی زیادہ خونریزی نہو پنچایت منظور کر لی۔ اہل بیت پیغمبر کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور معویہ کی جانب سے عمرو ابن العاص حکم یعنی پنچ مقرر ہوے۔ عمرو ابن العاص نے ابو موسیٰ کو سمجھایا کہ علیؑ اور معویہ کے باہمی تنازعات سے جو رخنہ اسلام مین پڑ گیا ہی اُسکو دفع کرنے کے لیے ضروری کہ ان دونون کو خلافت سے معزول کر کے کوئی تیسرا شخص خلیفہ کر دیا جاے۔ ابو موسیٰ نے عمرو کے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور جب لوگ پنچایت کا فیصلہ سُننے کو جمع ہوے تو کہدیا کہ ہمنے علی اور معویہ دونون کو خلافت سے معزول کیا۔ اُسکے بعد عمرو ابن العاص نے کہا کہ علیؑ کو معزول کرنے مین تو مین ابو موسیٰ سے اتفاق رائے کرتا ہون مگر معویہ کو خلافت پر قائم رکھتا ہون۔ اس مکاری اور حیلہ جوئی اور بیحیائی کو دیکھکر اُن سب کو یاس ہو گئی جنکو امید تھی کہ پنچایت کی وجہ سے زیادہ خونریزی مسلمانونکی نہونے پائیگی۔ عمرو ابن العاص کی اس کارروائی سے نبی فاطمہ کو غیظ آگیا اور فریقین اسطرح سے جدا ہوے کہ دونون نے

قسم کھائی کہ قیامت تک ایک دوسرے کے عدوے جان رہینگے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت علیؑ اثناء نماز مین مسجد کوفہ مین شہید ہوے اور اُنکے شہید ہو جانے سے معویہ کی حکومت ممالک شام و حجاز مین خوب مستحکم ہو گئی جبتک امیر شام (معویہ) اُس تخت خلافت پر نہین بیٹھا جو خلفاے راشدین رضی کے زہد و تقوی سے مقدس و متبرک ہو گیا تھا اُسوقت تک فریقین نے کوئی خاص لقب نہین اختیار کیا نہ کوئی خاص خطاب پایا۔ بلکہ حضرت علیؑ کے طرفدار صرف بنی ہاشم کہلاتے تھے مگر معویہ کے عہد خلافت مین پیروان اہلبیتؑ شیعہ[لہ] کہلانے لگے اور جس فریق نے انتخاب کے اصول کو خلافت موروثی پر ترجیح دی تھی اُسنے اپنا نام اہل السنت و الجماعت رکھ لیا۔ بنی فاطمہ نے سبز رنگ جو رسول اللہؐ کو مرغوب تھا اپنی علامت کے لئے اور بنی اُمیہ نے اپنا نشان سفید رکھا۔ اُسوقت تک تو فریقین مین اختلاف اور تنازع ملکی اور خاندانی رہا تھا مگر اب اُنکے اعتقادات اور مسائل مین وہ اختلافات شروع ہو گئے جو ابتک موجود ہین شیعون کے نزدیک نہ صرف اجماع امر خلافت مین حجت نہین ہی بلکہ جو احادیث حضرت علیؑ یا اُنکی اولاد سے نہین مروی ہین جنھون نے رسول اللہؐ کو دیکھا تھا اور اُنسے صحبت رکھتے تھے اُنکو مردود و مطرود سمجھتے ہین۔

شرع محمدی کا دارومدار قرآن مجید پر ہی۔ اس کتاب مقدس مین وہ اصول ضروری جو مختلف تعلقات بشری سے متعلق ہین اور وہ احکام دینی اور قوانین دیوانی و فوجداری جو اسلام کے قیام و بقا کے لیے ضرور ہین موجود ہین بلکہ سیاست مدن و تدبیر المنزل کا مادہ بھی اسمین موجود ہی قرآن مجید مین اکثر مخالفین نے یہ عیب نکالا ہی کہ ترتیب و انتظام سے معرا ہی۔ اِسکی وجہ یہ ہی کہ یہ مجموعۂ احکام الٰہی و قوانین اخلاقی شارع اسلام کی حیات مین تدریجاً نازل ہوا تھا یعنے اصول اخلاق اور احکام شرع جو اِسمین درج ہین وہ ایک ہی وقت مین بہئیت مجموعی نہین بیان کیے گئے بلکہ باوقات مختلفہ بمقتضی حالات مختلفہ نازل ہوے یعنی جس وقت جیسی ضرورت ہوئی ویسا حکم نازل ہوا۔

لہ جواہر الکلام مین لفظ شیعہ کے یہ معنی لکھے ہین کہ شیعہ وہ ہی جو طریقۂ حقہ کو شائع کرے۔ ۱۲ منہ

شیعون کے مذہب مین احادیث نبوی یعنی اقوال پیغمبرؐ فی نفسہ احکام قرآنی کے تابع ہین یعنے جس درجہ احادیث نبوی اور نصوص قرآنی مین موافقت ہی اُسی درجہ احادیث پر عمل کرنا واجب ہی پس جو احادیث نصوص قرآنی کے خلاف ہین وہ مصنوعی سمجھے جاتے ہین - اور مسائل کا استنباط چند اصول مسلمہ کے موافق کیا جاتا ہے جو قواعد منطقی اور امور واقعی پر مبنی ہین - اِن قواعد کی ایک خاص صورت معتزلہ مین پیدا ہوگئی ہی اور معتزلہ وہ فرقہ ہی جس نے اُن احادیث کو جو احکام پیغمبرؐ کے خلاف ہین جس حیثیت سے کہ اُن احکام کی توضیح وتشریح خلاصۂ خاندان رسالتؐ وفقہاے اہلبیتؑ نے فرمائی ہی احادیث صحاح کے دائرہ سے خارج کر دیا ہی۔ برخلاف اسکے اہل سنت کے نزدیک مسائل کا دارومدار مجموع احادیث پر ہی اور وہ خلفاء راشدین کے فیصلون کو اور اجماع امت کو احکام وحدود قرآنی کا متمم اور اسی قدر حجت جانتے ہین اور اُنکے نزدیک شرع شریف کے ماخذ تقریباً غیر مختلف اور تعداد مین محدود ہین - انھین ماخذ کو اصول فقہ کہتے ہین اور اصول فقہ مین اہل سنت کے مذاہب اربعہ مین چندان اختلاف نہین ہی البتہ مسائل و احکام شرع کے معنی ومفاد مین اختلاف عظیم ہی - اہل سنت کے نزدیک ماخذ شرع یا اصول فقہ یہ ہین (۱) قرآن مجید (۲) سنت یعنی احادیث نبوی - (۳) اجماع امت (۴) قیاس - حدیث مین یہ سب باتین داخل ہین یعنی (الف) اقوال و ارشادات پیغمبر - (ب) افعال و سیرت نبی (ج) سکوت نبی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ آپ نے صحابہ رضؓ کے کسی خاص فعل کو ضمناً پسند فرمایا - جو قواعد اُن اصول سے مستنبط ہوے ہین وہ باعتبار مدارج اعتبار و حجیت مختلف ہین اگر احادیث تواتر کے درجہ کو پہونچ گئی ہین تو حجت قطعی سمجھی جاتی ہین اگر احادیث شہرت کے درجہ کو تو پہونچ گئی ہین مگر تواتر کی حد تک نہین پہونچین تو احادیث مشہور کہلاتی ہین اور اگر اُنکے رواۃ چند اشخاص مجہول الحقیقت ہین تو وہ اخبار احاد کہلاتے ہین جنکا چندان اعتبار نہین کیا جاتا پس ہر حدیث جو صحابۂ رسولؐ سے مروی ہی خواہ وہ اُنسے قرابت رکھتے ہون خواہ نہ رکھتے ہون صحیح و معتبر سمجھی جاتی ہی بشرطیکہ چند شرائط ذہنی کی تکمیل ہوجاے جو رواۃ کی توثیق یا جرح کے لیے

بنا لیے گئے ہین۔

(۳) اجماع امت سے مراد مسلمانون کا اتفاق ہی۔ لفظ اجماع مین سب احکام اور اقوال اور تاویلات اور تفاسیر جو اکابر صحابہ نے مسائل دینی اور احکام حدود و شرع کے بیان کیے ہین داخل ہین۔

(۴) قیاس کی حجت ہونے مین اہل سنت کے مذاہب اربعہ مین اختلاف عظیم ہی۔

شیعہ کسی ایسی روایت کو حدیث صحیح نہین جانتے جو اہل بیتؑ سے نہ منقول ہو اور اہل بیت علی اور فاطمہ اور اُنکی اولاد کو سمجھتے ہین اور جو فیصلے اُنکے ائمہ نے نہین کیے ہین اُنکے جواز کے منکر ہین اور قیاس اور سیرت صحابہ رضکی حجت ہونے کے باب مین بھی اہل سنت سے اختلاف عظیم رکھتے ہین۔ شیعون پر ہمیشہ ظلم و ستم ہوا کیا ہی جسکا اثر قوی اُن خیالات پر ہوا ہی جو وہ لوگ اُس تعلق کے باب مین رکھتے ہین جو حکومت دینی اور سلطنت دنیاوی مین ہی۔

شیعون نے حکومت دینی کو سلطنت دنیاوی سے بالکل علیحدہ کر لیا ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ اُنکے اعتقاد مین امام آخر الزمان قدرت خدا سے غائب ہین اور ابتک زندہ ہین اور جب ظہور فرمائینگے تو اعدائے دین کو غارت کر دینگے اور کچھ یہ بھی سبب ہی کہ اُنپر اکثر ظلم و جور ہوا کیا ہی اور تقیہ کے عالم مین رہے ہین۔ پس ممالک شیعہ مین حکومت دینی سلطنت دنیاوی سے بالکل علیحدہ ہی اور شیعہ بادشاہ جو مجتہدین کی اطاعت کرتا ہی تو غالباً اِس خیال سے نہین کرتا کہ یہ پیشوایان دین ہین بلکہ یہ سمجھ کر اُنسے استشارہ و استصواب کرتا ہی کہ امام آخر الزمان کے نائب ہین لہذا امور دنیاوی مین بھی اُنکی رائے پر عمل کرنا چاہیے کہ اُنکے اقوال گویا امام زمان کے احکام ہین جب تک پادشاہان صفویہ نے شیعون کے مذہب کو ایران مین فروغ نہین دیا اُسوقت تک یہ فرقہ مظلوم و مقہور رہا۔

حکومت دینی اور سلطنت دنیاوی مین اِس تفرقہ کا اثر مسئلہ انتقال الی بیت المال سے بخوبی ظاہر ہی۔ شیعہ بیت المال کے نام سے بیزار ہین اور اُنکے نزدیک کوئی مال ضبط ہو کر بیت المال مین نہین جا سکتا۔ بلکہ جب متوفی کا کوئی وارث یا دعویدار شرعی نہو تو اُسکا مال

امام زمانؑ کو ملتا ہی اور غیبت امام مین نائب امام یعنی مجتہد العصر کے سپرد کیا جاتا ہی جو اُس مال کو متوفی کے شہر کے غربا و مساکین پر تقسیم کر دیتا ہی۔

شیعون کے بھی چند فرقے ہین۔ مثلاً امامیہ اثنا عشریہ جو بارہ امامون کو ملتے ہین۔ اسمعیلیہ[1] یعنی وہ لوگ جو اسمعیل ابن جعفر صادق کی امامت کے قائل ہین۔ اور زیدیہ اور باطنیہ وغیرہ۔ اِن فرقون کے مسائل شرعیہ مین اِسقدر اختلاف نہین ہی جسقدر اعتقادات مین ہی۔ چنانچہ فرقہ معتزلہ نے جسکو شہرستانی نے ملل النحل مین ایک شعبہ فرقہ شیعہ کا لکھا ہی اُس فرقہ سے جسکا وہ شعبہ ہی بعض مسائل مین اختلاف کیا ہی۔ اِس آزادنش فرقہ (معتزلہ) کا عروج ایک نہایت دل چسپ واقعہ تاریخ اسلام مین ہی۔ اِسکی اصل یہ ہی کہ اِس فرقہ کا بانی واصل ابن عطا جو امام اعظم ابو حنیفہ کا ہمعصر تھا اُن اعتقادات سے جو امام حسن بصری نے تعلیم کیے تھے منحرف ہو گیا۔ اور حسن بصری نے فلاسفہ خاندان رسالت و علماے اہل بیتؑ مین تعلیم پائی تھی اور اُنکے وسیع و نورانی خیالات اُس زمانہ کے تنگ و تاریک خیالات سے بالکل علیحدہ تھے۔ واصل ابن عطا نے بھی اُسی معدن علوم ظاہری و باطنی یعنی خاندان رسالت سے علم اخذ کیا تھا مگر جبر و اختیار کے مسئلہ مین اُسنے حسن بصری سے اختلاف کرکے اپنا علحدہ فرقہ بنا لیا۔ اور اُسکے پیروان خاص نے معتزلہ یا اہل الاعتزال (گوشہ نشینون) کا لقب اِسوجہ سے اختیار کیا کہ اُنکے پیر طریقت نے مذہب مشہور سے مخالفت کرکے ایک نیا مسلک اختیار کیا تھا۔ واصل نے اُن اصول کو جنمین اُسنے اور فرقون سے اختلاف کیا تھا جلد شایع کیا۔ اگرچہ اُسکی زکاوت اور تیزی طبعی اکثر اُسکا باعث ہوئی کہ لوگون کی عقل

[1] مسٹر جسٹس ارنولڈ صاحب نے بمقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بمبئی بنام محمد حسین ایک نہایت عمدہ اور عالمانہ فیصلہ لکھا ہی اور اُسمین فرقہ اسمعیلیہ کا حال ایسا پوست کندہ بیان کیا ہی کہ بعض فقرات اسکے اِس مقام پر نقل کرنا مناسب ہی عالم جج نے اِس سوال کے جواب مین کہ شیعہ امامیہ اسمعیلیہ کون لوگ ہین فرمایا ہی کہ یہ فرقہ شیعہ کا ہی جو اسمعیل ابن جعفر ابن محمد کو ساتوان امام اور امام آخر الزمان سمجھتا ہی اور جسکا قول یہ بھی ہی کہ جبتک حضرت علیؑ روز قیامت کو نہ خروج فرمائینگے اسوقت تک مسند امامت کے حقدار اُنکی اولاد امجاد ہین اور وہی ائمہ دین ہین اور گو اُنپر وحی نہین نازل ہوتی تھی مگر خلفاے برحق اور اوصیاے رسولؐ وہی تھے اور اُنکا نسب اسمعیل ابن جعفر صادقؑ کے ذریعہ سے حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہی۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۳-۱۲ منہ

پر جو ظلم و جور ہو رہا تھا اُسکی مخالفت مین اُسنے حد اعتدال سے باہر قدم رکھا تاہم جس طریق فلسفی اور جس فقہ کا بانی وہ ہوا وہ اس درجہ موافق عقل سلیم تھا کہ اُس زمانہ کے بڑے بڑے حذاق اِسکی طرف راغب ہوے۔ چنانچہ علامہ جار اللہ زمخشری صاحب تفسیر کشاف اور امام ابو الحسن المسعودی صاحب مروج الذہب اور میر خوند مصنف روضۃ الصفا اور خوند میر مصنف حبیب السیر یہ سب علما معتزلہ تھے اسمین کچھ شک نہین ہی کہ معتدل الرائے معتزلہ مظہر ان خیالات کے ہوے جو حضرت علی اور انکی اولاد امجاد کے تھے جو حامل علوم ظاہری و باطنی تھے اسواسطے کہ بنی فاطمہ کے اعتقادات مشابہت تامہ اُن عقائد سے رکھتے ہین جنکا بانی واصل ابن عطا ہوا تھا اور جنکے مصلح علامہ[1] زمخشری ہوے۔

یہ بات مشہور و معروف ہی کہ اکابر علماے معتزلہ یا خود بنی فاطمہ تھے یا بنی فاطمہ کے تعلیم یافتہ تھے معتزلہ کا یہ قول ہی کہ عدل انسان کے افعال کا اصل اصول ہی اور عدل کے یہ معنی ہین کہ انسان کے افعال عقل سلیم کے موافق ہون۔ اور یہ بھی اُنکا قول ہی کہ انسان کے افعال کسی ازلی و ابدی اور غیر متغیر قانون کے تابع نہین ہین اور احکام آلہی جو انسان کے افعال سے متعلق ہین وہ کمال شخصی اور کمالات نوعی کے نتائج ہین اور اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید جو بنی آدم سے کیا گیا ہی ہمیشہ انسان کی ترقی کے موافق و موید رہا ہی اور احکام شرع عقل انسانی کی ترقی کے ساتھ ہمیشہ بدلتے رہے ہین۔ معتزلہ کے اعتقادات کو مامون الرشید خلیفۂ عباسی نے قبول کر لیا اور اُسنے اور اسکے بعد دو خلیفون نے کوشش بلیغ کی کہ معتزلہ کے فلسفہ اور الہیات کو تمام بلاد اسلام مین جاری کرین۔ مگر اسلام کی بدنصیبی تھی کہ مذہب قدما و اسلاف سے خلفاء عباسیہ کا بھی کچھ بس نہ چلا او متوکل علی اللہ کے عہد مین ایک مصنوعی دین جو ہر قسم کی ترقی اور اصلاح کا مخالف تھا ایسا غالب آگیا کہ آخر الامر زوال خلافت کا باعث ہوا۔

---

[1] علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کے باب مین ابن خلدون لکھتا ہی کہ ایسی مشرح اور مدلل تفسیر قرآن مجید کی کوئی نہین ہی علامہ موصوف ۴۶۷ھ مین پیدا ہوے اور ۵۳۸ھ مین وفات کی

ہندوستان کے شیعہ اکثر اثنا عشریہ ہین سوا بمبئی کے خوجے اسمعیلیہ ہین مگر اُنسے تعرض کرنا کچھ ضرور نہین ہی کیونکہ اُنکے تنازعات کا تصفیہ اکثر دستورات ہنود کے موافق ہوتا ہی۔ پھر اثنا عشریہ کے دو فرقے ہوگئے ہین۔ اصولی اور اخباری۔ اصولی وہ ہین جو فروع مین اجتہاد کے قائل ہین یعنی قرآن و حدیث مین تاویل چند اصول کے موافق کرتے ہین جو مجتہدین نے مقرر کردیے ہین اور اخباری وہ ہین جو مسائل شرعیہ مین مجتہدین کی رائے کو بالکل نہین دخل دیتے تاوقتیکہ اُنکی راے عقل سلیم اور فہم مستقیم کے موافق نہو۔

سنہ ۹۰۵ ہجری مطابق سنہ ۱۴۹۹ عیسوی مین شاہ عباس صفوی بانی سلطنت صفویہ نے مذہب شیعہ اختیار کرکے اُسکو قومی مذہب ایرانیون کا بنادیا اور اُسوقت سے آج تک ایران مین یہی مذہب جاری چلا آتا ہی حالانکہ اشرف خان افغان اور نادر شاہ درانی نے بہت کوشش کی کہ سُنی مذہب اُس ملک مین جاری ہوجاے۔ جبتک ہمایون سنہ ۹۵۰ھ مین ایران سے واپس آیا اُسوقت تک مذہب شیعہ ہندوستان مین ریاست بیجاپور اور گولکنڈہ پر محدود تھا سلاطین بہمنی اور عادل شاہی شیعہ تھے اور عجم کے مذہب کے ساتھ شائستگی بھی اُنھون نے عجم ہی سے سیکھی تھی جب شیر شاہ سور کے مرنے سے بعد ہمایون ہندوستان مین پھر آیا تو کہتے ہین کہ اُسکی نیت مین یہ تھا کہ اُس امداد کے معاوضہ مین جو ایرانیون سے اُسکو ملی تھی مذہب شیعہ اُس ملک مین جاری کرے۔ نہین معلوم یہ خبر صحیح ہی یا نہین ہی مگر اسمین شک نہین ہی کہ بہت سے علماء ہمایون کے ساتھ ایران سے آئے تھے اور اُس ملک مین اپنا رنگ جمایا تھا اور مذہب شیعہ شایع ہونے لگا تھا گو بادشاہ وقت کا مذہب سُنی رہا۔ شاہجہان کا منجھلا بیٹا شاہ شجاع شیعہ تھا۔ سنہ ۱۸۴۷ع مین امجد علی شاہ پادشاہ اودھ نے اس مذہب کو صوبہ اودھ مین بہت رونق دی۔ اور اب ملک حجاز مین اور عرب کے بلاد مشرقی مین

۱؎ شیوجی حسن بنام دتو ماجی خوجہ۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۱۔ وہیرابائی بنام گوربائی۔ ایضاً ۲۹۴۔ بالفعل جولائی جون کے باب مین کونسل واضع قوانین کے زیر تجویز ہی اُسکے پاس ہونے سے یہ دستورات خلاف اسلام خوب صاف ہوجائینگے۔ ۱۲ منہ

بھی بہت سے شیعہ ہین۔ ازروے تواریخ شیعون کا مذہب سنیون کے مذہب پر متقدم زمانی لکھا ہے
سنیون کے چار بڑے فرقے ہین اور ہر ایک فرقہ اپنے بانی کے نام سے مشہور ہے۔
بانیان مذاہب اربعہ ایسے عالم جلیل تھے کہ مسائل شرعیہ مین انکو کسی کی تقلید واجب نہ تھی بلکہ
خود اپنی راے اور قیاس کو شرع مین دخل دیتے تھے۔ گو مذاہب اربعہ اصول مین متفق ہین
مگر قیاس کی حجت شرعی ہونے مین اختلاف کیا ہی کہ شرع مین کہانتک قیاس سے استدلال
ہو سکتا ہے۔

پہلے فرقہ کے بانی امام اعظم ابو حنیفہ ہوے۔ سنہ ۸۰ ہجری مین عبد الملک ابن مروان کے
عہد خلافت مین پیدا ہوے اور مذہب شیعہ مین تعلیم پائی اور امام جعفر صادقؑ سے (جو چھٹے امام
اہل بیت پیغمبر مین سے تھے) علم فقہ حاصل کیا۔ اور علم حدیث ابو عبد اللہ ابن المبارک اور حامد
ابن سلیمان سے حاصل کیا۔ امام اعظم نے اپنے استاد (امام جعفر صادقؑ) کے اقوال اکثر سنداً
نقل کیے ہین۔ اپنے وطن اصلی کوفہ مین مراجعت کرنے کے بعد بھی حضرت علیؑ کے خاندان کے
بڑے طرفدار اور دوستدار رہے مگر مذہب شیعہ سے منحرف ہوکر ایک نئے طریق کی بنیاد ڈالی
جو اکثر اہم مسائل مین مذہب شیعہ کے مخالف ہی۔ اسپر بھی امام اعظم کے فتاواے اور شیعون کے
اقوال مین ایسی مشابہت تامہ ہی کہ کچھ شک و شبہہ اس باب مین نہین ہو سکتا کہ اصل علم انھون نے
کس خاندان سے حاصل کیا تھا۔ امام اعظم نے مسائل شرعیہ مین قیاس کو اسقدر دخل دیا ہی کہ
اسمین کچھ شک نہین ہی کہ انکے فتاواے مین فقہاء خاندان رسالتؑ و علماء اہل بیت کے اقوال کا
عکس دکھائی دیتا ہی۔ امام اعظم نے سنہ ۱۵۰ ہجری مین وفات کی اور جس مذہب کے
وہ بانی ہوے اسکو حنفی کہتے ہین۔

اکثر مسلمانان ہند اور افاغنہ اور ترکمان اور ترک اور اہل مصر اور تقریباً کل باشندگان
وسط ایشیا حنفی مذہب ہین۔ امام اعظم کے مقلدین بہ نسبت اور ائمہ کے مقلدین کے
بہت زیادہ ہین اور انکے احکام کی توضیح و تلمیح انکے دو نامی گرامی شاگردون امام ابو یوسف

اور امام محمد نے کی۔

امام ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم الکوفی سنہ ۱۱۳ ہجری (سنہ ۷۳۱ ع) مین پیدا ہوئے اور سنہ ۱۸۲ ہجری (سنہ ۷۹۸ ع) مین بغداد مین انتقال کیا۔ وہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے اور خلیفہ ہادی باللہ نے پہلے انھین کو بغداد کا قاضی مقرر کیا تھا اور بعد ازان ہارون الرشید کے عہد خلافت مین ترقی پاکر قاضی القضات ہوئے۔ سب سے پہلے اس منصب رفیع اور عہدۂ جلیل پر امام ابو یوسف ہی مقرر ہوئے تھے۔

امام ابو عبد اللہ محمد ابن حسین الشیبانی عراق عرب مین بمقام واسط سنہ ۱۳۲ ہجری (سنہ ۷۴۹ ع) مین پیدا ہوئے اور مقام رے مین سنہ ۱۸۷ ہجری (سنہ ۸۰۲ ع) مین انتقال کیا۔ امام محمد بھی امام اعظم کے شاگرد اور امام ابو یوسف کے پیر بھائی تھے۔ اور امام اعظم کی وفات کے بعد ابو یوسف سے بھی کچھ پڑھے تھے۔ امام محمد کی تصنیفات متعدد ہین اور اکثر مشاہیر فقہاے حنفی نے انکی شرحین لکھی ہین۔

امام محمد کی تصنیفات مین سے الکبیر ایک مبسوط کتاب فقہ حنفی کی ہی جسمین نہایت اہم مسائل فقہیہ لکھے ہین اور جسکے شروح متعدد ہین۔ انمین سب سے زیادہ مشہور شمس الائمہ ابو بکر محمد السرخسی کی شرح ہی جنھون نے سنہ ۴۹۰ ہجری (سنہ ۱۰۹۶ ع) مین وفات کی اور برہان الدین محمد احمد کی شرح ہی۔ ان دونون عالمون نے ایک ایک کتاب تصنیف کرکے اسکا نام المحیط رکھا۔

شاید امام محمد کی دوسری کتاب جامع الصغیر جامع الکبیر سے بھی زیادہ مشہور ہی۔ چنانچہ مارلی صاحب لکھتے ہین کہ "جامع الصغیر کی تالیف مین امام محمد نے امام ابو یوسف سے مدد لی تھی ۔۔۔ جامع الصغیر کی شروح بکثرت ہین۔ سب سے زیادہ مشہور شمس الائمہ کی شرح ہی اور ایک اور مشہور شرح برہان الدین صاحب ہدایہ کی ہی۔ ۔۔

مبسوط فی فروع الحنفیہ بھی ایک بہت مشہور کتاب امام محمد کی ہی۔ اور زیادات فی فروع الحنفیہ کو لکھا ہی کہ امام محمد نے بنیز نگرانی اور باستصواب امام ابو یوسف تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب

نہایت معتبر ہی اور مصنف نے اسکا ایک ضمیمہ بھی لکھا ہی اور ان دونون کی شرحین بہت سی ہین جنمین سے سرخسی کی شرح اور قاضی خان حسن ابن منصور الاوزجندی کی شرح مشہور ہی۔

امام محمد کی پانچوین کتاب کا نام سیر الکبیر و الصغیر ہی۔ اور یہ سب سے آخری تصنیف انکی خیال کی گئی ہی۔

امام محمد کی چھٹھی کتاب نوادر ہی جسکی نسبت مارلی صاحب لکھتے ہین کہ وہ گو یہ کتاب اسقدر معتبر نہین سمجھی جاتی جسقدر اور تصنیفات امام محمد کی سمجھی جاتی ہین تاہم بہت مستند ہی۔ ما ما جہانتک معاملات متعلق ہین وہانتک تو یہ دونون شاگرد امام اعظم پر بھی گوے سبقت لیگئے ہین اور معاملات مین انکا قول مسلم الثبوت ہی۔ جیسا سر ولیم صاحب نے فرمایا ہی کہ وہ اگرچہ حنفیہ امام اعظم ابو حنیفہ ہی کو اپنا امام کہتے ہین اور انھین کے نام سے یہ فرقہ مشہور ہوا ہی تاہم امام ابو یوسف اور امام محمد کا اسقدر احترام کیا جاتا ہی کہ جہان جہان ان دونون صاحبون نے اپنے استاد سے اختلاف کیا ہی قاضی کو اختیار ہی کہ استاد اور شاگردون سے جسکے قول کو موافق عقل اور صحیح السند سمجھے اسکو اختیار کرے[۱] ما ما زمانہ سابق مین امام اعظم اور انکے دونون شاگردون کے مستند القول ہونے کے باب مین جو کچھ راے ہو مگر فی زماننا اکثر علما کا اتفاق ہی کہ امام اعظم کے فتوے کی پابندی صرف عبادات مین کرنی چاہیے چنانچہ حمادیہ مین لکھا ہی کہ وہ فتوے امام اعظم ابو حنیفہ کے قول کے موافق دیا جاے اسکے بعد امام ابو یوسف کے قول کے موافق اسکے بعد امام محمد کے قول کے موافق اسکے بعد امام زفر کے قول کے موافق اسکے بعد حسن ابن زیاد کے قول کے موافق۔ اور لکھا ہی کہ اگر امام اعظم کا فتوے اور رہو اور انکے شاگردون کی راے اور رہو تو مفتی کو اختیار ہی۔

---

[۱] سر ولیم جونس صاحب کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۱۰۵۔ ہارنگٹن صاحب کا آنالیسز جلد ۱۔ صفحہ ۲۲۸۔ حمادیہ صفحہ ۱۷۵۔ ۱۲ منہ۔

جسکی رائے چاہے اختیار کرے۔ لیکن پہلے قاعدہ پر اُسوقت عمل کرنا چاہیے جبکہ مفتی عالم فقیہ نہو اور مختلف اقوال مین سے ایک قول کو ترجیح دینے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ یہ قول قنیہ سے نقل کیا گیا ہی۔ مگر قضا اور فصل خصومات مین امام ابویوسف کے قول کو ترجیح دیجاتی ہی کہ وہ بڑے لائق جج تھے کیونکہ امام سرخسی نے فرمایا ہی کہ فصل خصومات امام ابویوسف کے قول کے موافق کرنا بہتر ہی اور ایسے مقدمات مین علما نے اُنھین کی تقلید کی ہی لیکن جب صاحبینؒ مین اختلاف ہو تو جن صاحب کا قول اپنے استاد امام اعظم کے فتوے کے موافق ہو اُسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔ صاحبین کی متفق رائے اُسوقت بھی اختیار کرنی چاہیے جبکہ اُنکا قول اپنے اُستاد امام اعظم کے قول سے مختلف ہو اور اُس اختلاف کا باعث انقلاب زمانہ معلوم ہوتا ہو مگر متاخرین فقہائے حنفیہ کا اتفاق ہی کہ قضا اور فصل خصومات مین صاحبینؒ کا قول اختیار کرنا چاہیئے۔

مفتی کے فرائض کے باب مین قاضی خان لکھتے ہین کہ "اگر کوئی ایسی بحث پیش ہو جسمین ہمارے علما نے اختلاف کیا ہی تو یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا صاحبین رح مین سے کسی نے امام اعظم رح سے اتفاق کیا ہی۔ ایسی صورت مین امام اعظم کا اور اُن شاگرد کا قول جنھون نے اُنسے اتفاق کیا ہی اختیار کرنا چاہیے اسواسطے کہ اُنکے قول پر قوی دلائل موجود ہین۔ اگر صاحبینؒ نے امام اعظم سے اختلاف کیا ہو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا انقلاب زمانہ کے باعث سے یہ اختلاف پیدا ہوا ہی یعنی آیا اِس مقدمہ کا فیصلہ اُس وقت خاص اور مقام خاص اور گروہ خاص کے حوائج وحالات کے موافق ہونا چاہیے۔ اگر ایسا ہو تو صاحبینؒ کا قول اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ بشر کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہین۔ مگر زراعت اور دیگر معاملات مین امام ابویوسف کے قول پر عمل کرنا چاہیئے"

بمقدمہ دودم جان بی بی بنام عبداللہ حجام عدالت سپریم کورٹ ڈرائن صاحب چیف جسٹس

سلہ یعنی امام ابویوسف اور امام محمد ۔۱۲ مسنہ

اور گرانٹ صاحب جسٹس نے یہ تجویز فرمایا کہ وہ ہمارے نزدیک متاخرین علماء حنفیہ کے اقوال اور فیصلون سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امر متنازع فیہ مین امام ابو یوسف کے قول کو راجح تصور کرنا چاہئیے ۱؎

امام اعظم اور اُنکے دونون شاگردون کے بعد ہندوستان کے حنفیہ زفر ابن الحفیل قاضی القضات بصرہ جہان اُنھون نے ۱۵۸ھ ہجری (۷۷۴ء) مین انتقال کیا اور حسن ابن زیاد کے قول کا اعتبار کرتے ہین ۔ یہ دونون فقیہ امام اعظم کے ہمعصر اور دوست اور شاگرد تھے اور امام اعظم کے فتوائے کی سند انکی کتابون سے خاص کر اُن مقدمات مین و یجاتی تھی جنمین صاحبین نے سکوت کیا تھا ۲؎

دوسرے اور تیسرے طبقہ کے فقہائے حنفیہ مین اشخاص ذیل نہایت مشہور ہین ۔

ابو بکر احمد ابن عمر الخصاف کے چند رسائل مین سے رسالہ آداب القاضی بہت مشہور کتاب ہے انھون نے ۲۶۱ھ ہجری (۸۷۴ء) مین وفات کی خصاف کی آداب القاضی کی سب سے عمدہ شرح عمر ابن عبد العزیز ابن ماجہ نے لکھی ہے جو حسام شہید کے لقب سے مشہور ہین کہ ۵۳۶ھ ہجری (۱۱۴۱ء) مین شہید ہوئے تھے اس کتاب مین خصاف کے اقوال اکثر نقل ہوئے ہین ۔

ابو جعفر احمد ابن محمد الطحاوی بھی ایک شارح منجملہ شراح جامع الصغیر مصنفہ امام محمد کے ہین ۔ انھون نے ایک رسالہ بھی فقہ حنفی مین تصنیف کیا ہے جسکا نام مختصر الطحاوی ہے ان دونون کتابون کی سند اس کتاب مین لکھی گئی ہے مگر ہندوستان مین یہ کتابین نایاب ہین طحاوی نے ۳۲۱ھ ہجری (۹۳۳ء) مین انتقال کیا ۔

ابو الحسن احمد ابن محمد القدوری بھی ایک مشہور فقیہ حنفی ہین ۔ انکی کتاب موسوم بہ مختصر ہندوستان مین بہت معتبر سمجھی جاتی ہے ۔ چنانچہ مارلی صاحب اپنی کتاب کے مقدمہ مین لکھتے ہین کہ ‘‘قدوری کی مختصر ایسی معتبر کتاب ہے کہ حاجی خلیفہ فرماتے ہین کہ علم فقہ مین اگر کوئی کتاب الکتاب کے لقب کی مستحق ہے تو قدوری کی المختصر ہے’’ یہ ایک فقہ کی کتاب ہے اور اسمین بارہ ہزار مسئلے ہین ۔

۱؎ فلٹن صاحب کا لا رپورٹ صفحہ ۳۴۵ - ۱۲ ۲؎ ڈی اوہسن صاحب کی کتاب جلد ا صفحہ ۱۲۱

زیادہ نظائر لکھے ہین۔ پس کیا تعجب ہی کہ ایسی مشہور و معروف کتاب کی شرحین بھی بہت لوگون نے لکھی ہین۔ اکثر اقوال اِن شروح سے فتاواے عالمگیری مین نقل کیے ہین قدوری نے ۴۲۸ھ ہجری (۱۰۳۶ء) مین وفات کی۔

قدوری کی المختصر کی ایک مشہور شرح الجوہرۃ النائرہ ہی جسکو الجوہرۃ المنیرۃ بھی کہتے ہین۔ مارتھہ صاحب فرماتے ہین کہ اگرچہ یہ کتاب ہدایہ سے موخر ہی مگر شاید بعض اعتبارات سے اُس سے زیادہ مستند ہی۔

شمس الائمۂ ابوبکر محمد السرخسی جنکا ذکر سابق مین کیا گیا کہ امام محمد کی جامع الکبیر اور جامع الصغیر کی شرحین لکھی ہین اور اور کتابین بھی تصنیف کی ہین جب مقام ارجند مین قید تھے تو قیدخانہ مین ایک نہایت عمدہ کتاب فقہ مین تصنیف کی تھی جسکا نام مبسوط ہی ایک اور کتاب المحیط بھی انھین کی تصنیف ہی جسمین امام محمد کے مبسوط اور زیادت اور نوادر سے اکثر اقوال نقل کیے ہین برہان الدین احمد ابن محمد نے بھی (جنکا ذکر ہو چکا ہی) ایک کتاب المحیط لکھی ہی۔ مگر ہندوستان مین وہ ایسی معتبر نہین سمجھی جاتی جیسی محیط السرخسی سمجھی جاتی ہی۔ برہان الدین محمد کی المحیط محیط البرہان کے نام سے مشہور ہی اور اُسکا ماخذ امام محمد کی مبسوط اور جامع اور سِیَر اور زیادت ہی اور امام محمد کے نوادر سے بھی مصنف نے بہت کچھ لیا ہی۔

شیخ علاؤالدین محمد سمرقندی نے قدوری کی المختصر کا اختصار کر کے اسکا نام تحفۃ الفقہا رکھا ہی۔ علاءالدین کی کتاب کی شرح اُنکے شاگرد ابوبکر ابن مسعود کاشانی نے لکھی ہی۔ جنھون نے ۵۸۷ھ ہجری (۱۱۹۱ء) مین وفات کی۔ اِس شرح کا نام بدائع الصنائع ہی۔ متن اور شرح دونون کا حوالہ اکثر دیا گیا ہی۔

ہدایہ بھی ایک نہایت مشہور کتاب فقہ حنفی کی ہی۔ وہ بدائع المبتدا کی شرح ہی اور متن اور شرح برہان الدین علی ابن ابوبکر المرغنانی کی تصنیف ہین (مرغنان ایک قصبہ صوبۂ فرغانہ مین ہی) لکھا ہی کہ ہدایہ تیرہ برس مین تصنیف ہوا تھا اور اُسکے مصنف نے ۵۹۳ھ ع (۱۱۹۶ء) م

مین وفات کی۔

ہدایہ کے شروح بہت ہین۔ سب سے پہلے اسکی شرح حمید الدین علی البخاری نے لکھی تھی جنھون نے ۶۶۶ھ ہجری (۱۲۶۷ء) مین وفات کی۔ یہ شرح بہت مختصر ہے اور اسکا نام الفوائد ہے ہدایہ کی شرحین جو ہندوستان مین بہت مشہور ہین یہ ہین۔ نہایہ۔ عنایہ۔ کفایہ۔ فتح القدیر

پہلی شرح نہایہ حسام الدین حسین ابن علی نے لکھی تھی جنکو لکھا ہے کہ برہان الدین علی کے شاگرد تھے۔ اس شرح مین ایک عمدہ بات یہ ہو کہ کتاب المیراث بھی لکھاری ہے حالانکہ ہدایہ مین بحث میراث نہین لکھا ہے۔ اگرچہ نہایہ کی کتاب المیراث ایسی معتبر نہین سمجھی جاتی جیسے فرائض السراجیہ سمجھی جاتی ہے۔

ہدایہ کی دو شرحون کا نام عنایہ ہے۔ ایک شرح جو زیادہ مشہور ہے شیخ اکمل الدین محمد ابن محمود نے لکھی تھی جنھون نے ۷۸۶ھ ہجری (۱۳۸۴ء) مین وفات کی۔ عنایہ اور کفایہ دونون اسلیے مشہور ہین کہ متن کے معضلات یعنے مشکل باتون کو خوب حل کیا ہے۔ ہدایہ کا ترجمہ فارسی مین ہوا ہے بعد ازان وارن ہیسٹنگس صاحب گورنر جنرل اول کی فرمایش سے ہیملٹن صاحب نے اسکا ترجمہ انگریزی مین کیا۔

ٹرکی یعنے دولت عثمانیہ مین جو کتابین فقہ کی مشتہر ہوئی ہین انمین سے شیخ ابراہیم ابن محمد الحلبی کی ملتقی الابحار بہت مشہور کتاب ہے۔ یہ فقیہ بعہد سلطان سلیمان ۹۵۶ھ ہجری (۱۵۴۹ء) فوت ہوئے یہ کتاب ایک مجموعہ مسائل فقہ حنفی کا ہے اور اسمین ائمہ اربعہ کے اقوال لکھکر انکی توضیح بڑے بڑے علما کے اقوال سے کردی ہے۔ تمام ممالک عثمانیہ مین اس کتاب کا اعتبار نسبت اور کتب فقہ کے زیادہ کیا جاتا ہے اور اکثر اسی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

ملتقی الابحار اصل عربی مین ۱۲۵۱ھ ہجری (۱۸۳۵ء) مین دار الخلافت قسطنطنیہ مین مشتہر ہوئی تھی اور اسکی شرح مجمع الانہار عبد الرحمن ابن شیخ محمد المعروف بہ شیخ زادہ نے لکھکر دار الخلافت مذکورہ مین ۱۲۴۰ھ ہجری (۱۸۲۴ء) مین چھپوائی تھی۔

ملا خسرو نے کہ منجملہ مشاہیر فقہاے ترک کے ہین ۸۸۳ہجری (۱۴۲۸ع) مین ایک کتاب درالاحکام نامے تصنیف کی جو ۸۸۵ہجری (۱۴۸۰ع) مین مشتہر ہوئی۔ ملتقی الابحار کے بعد اسی کتاب کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اکثر اُسکا حوالہ اور کتب فقہ مین بھی دیا گیا ہے۔

مگر سب سے زیادہ مدلّل اور بکار آمد کتاب فقہ حنفی مین ردالمختار شرح درّالمختار ہے جسکو محمد امین شامی نے سلطان عمورت چہارم کے عہد سلطنت مین تصنیف کیا تھا۔

دوسرے فرقہ اہل سنت کے بانی ابو عبداللہ مالک ابن انس تھے جنکا مذہب افریقہ شمالی مین علی الخصوص صوبہ مراقش اور الجیریا مین جاری ہے۔ انہون نے ۱۷۹ہجری مین بعہد ہارون الرشید وفات کی۔ سب سے بڑا مصنف جسنے مذہب مالکی مین کتاب تصنیف کی ہے سیدی خلیل ہے جسکی جامع اور ضخیم کتاب کا ترجمہ حسب الحکم گورنمنٹ فرانس ایم پیرن صاحب نے فرانسیسی زبان مین کیا ہے۔

تیسرے فرقہ اہل سنت کے بانی امام احمد ابن ادریس الشافعی تھے۔ وہ شہر غازہ واقع ملک شام مین اُسی سال پیدا ہوے جس سال امام اعظم ابو حنیفہ نے انتقال کیا تھا۔ اور ۲۰۴ہجری (۸۱۹ع) بعہد مامون الرشید مصر مین وفات کی۔ وہ شیعون کے امام ہشتم علی ابن موسی الرّضا کے ہمعصر تھے اور اُنکا مذہب افریقہ شمالی اور مصر اور جنوب عرب اور جزیرہ جاوا اور جزیرہ نماے ملاکا مین اور جزیرہ سراندیپ یعنے سیلون یا لنکا مین جاری ہے۔ اُنکے مقلدین بمبئی کے بورون مین بھی موجود ہین۔

فقہ شافعی مین کتب مشہورہ یہ ہین۔

(۱) مختصر ابو خواجہ۔

(۲) طریب شمس الدین ابو عبداللہ ابن قاسم الغازی۔

(۳) المحرر ابو القاسم عبدالکریم ابن محمّد الرّافعی۔

(۴) منہاج الطالبین محی الدین ابو زکریا یحیی ابن شرف النوادی (جنھون نے ۶۳۶ہجری

مین وفات

مین وفات کی)۔ یہ کتاب مع ترجمہ چند روز ہوے کہ چھپی ہی اور ڈچ گورنمنٹ کے حکم سے اسکا بہت عمدہ ترجمہ وان ڈین برگ صاحب نے فرانسیسی زبان مین کیا ہی۔
چوتھے فرقۂ اہل سنت کے بانی امام احمد ابن حنبل ہوے۔ وہ مامون الرشید اور معتصم باللہ کے عہد خلافت مین گذرے یہ دونون خلیفہ معتزلی تھے۔ احمد ابن حنبل کے تعصب شدید نے اور انکے اس فعل نے کہ انھون نے عوام الناس کے تعصب مذہبی کو افروختہ کر کے بادشاہان وقت کے خلاف کر دیا خلفاء عباسیہ کو انکے برخلاف کر دیا اور ۲۱۸ھ ہجری مین انھون نے وفات کی مامون الرشید کو جو ناکامی معتزلہ کا مذہب جاری کرنے مین ہوئی اسکا الزام احمد ابن حنبل اور انکی اسلاف پرستی پر عائد ہوتا ہی اور اس زمانہ مین جو اکثر قتل وقمع ہوا اور مسلمانون کے خون کے دریا بہ گئے وہ بھی انھین کے نامۂ عمل مین لکھا گیا
پس بانیان مذاہب اربعہ ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور ابن حنبل ہین۔ امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک قیاس کو مسائل شرعیہ مین کچھ دخل نہین ہی بلکہ فقط نقل کی پابندی فرض ہی یعنی وہ اسکے قائل نہین ہین کہ تعبدیات مین عقل کو دخل دیا جاے یا نتائج منطقی کا استخراج کیا جاے یا احکام شرع مین ایسی تاویل کیجاے کہ کسی خاص مقدمہ کے حالات مخصوصہ کے موافق ہو جائین لہذا انکے مقلدین کو اہل الحدیث کہتے ہین۔
شارع اسلام نے احکام شرع مین عقل یا قیاس کو دخل دینا جائز رکھا ہی اور اسی اصول کی پابندی انکی اولاد امجاد نے ہمیشہ کی ہی یعنی بنی فاطمہ یا فقہاے اہل بیت نے شرع مین ہمیشہ توسیع فرمائی ہی اور عسر وحرج کو ناجائز رکھا ہی جسکا اثر امام اعظم ابو حنیفہ کے نفس پر ہوا ہی کہ اسی خاندان کے شاگرد تھے امام اعظم اور انکے شاگردون کا قیاس کو حجت شرعیہ گرداننا فتاواے عالمگیری کی اکثر عبارات سے ثابت ہی۔ اسی وجہ سے امام اعظم کے مقلدین کو اہل الراے والقیاس کہتے ہین۔
ابن خلدون کہ ایک بڑے عالم متبحر اور فقیہ جلیل ہین مذاہب اربعہ مین قیاس کو حجت

شرعیہ گروا ننے کے باب مین فرماتے ہین کہ "علم فقہ کے دو شعبے ہین - ایک شعبہ اہل الرائے والقیاس کا ہی یعنی اہل عراق - اور ایک شعبہ اہل الحدیث کا ہی یعنی اہل حجاز - چونکہ اہل عراق کو حدیثین کم ملی تھین لہذا اُنھون نے قیاس کو دخل دیا اور اس فن مین بڑا کمال پیدا کیا اسی وجہ سے اُنکو اہل القیاس کہنے لگے اور اُنکے پیشوا امام ابو حنیفہ اِس طریق سے خوب واقف تھے اور اپنے شاگردون کو بھی یہی طریق سکھایا -

اہل حجاز کے امام پہلے مالک ابن انس تھے پھر احمد ابن ادریس شافعی ہوئے اور چند روز کے بعد بعض علما نے قیاس کو ناپسند کر کے ساقط کر دیا اہل ظاہر یہی لوگ تھے اور ابو داؤد سلیمان کے پیرو تھے - اُنھون نے یہ اصول مقرر کر دیا کہ سب مسائل شرعیہ کا استنباط نصوص قرآنی اور اجماع سے کیا جائے -

متقدمین علمائے حنفیہ نے صاف صاف فرما دیا ہی کہ احکام شرع اور فصل خصومات مین قیاس کو دخل دینا ضرور ہی - چنانچہ رضی الدین نیشاپوری نے اپنی کتاب محیط مین لکھا ہی کہ "اگر کسی مقدمہ مین اصحاب کی متفق رائے نہ پائی جائے مگر معاصرین یا تابعین صحابہ کا اتفاق پایا جائے تو قاضی کو تابعین کے قول پر عمل کرنا چاہیے - اگر تابعین صحابہ مین بھی اختلاف ہو تو قاضی کو چاہیے کہ اُنکے دلائل کو جانچکر اُس قول کو اختیار کرے جسکے دلائل قوی ہون - لکن اگر جن اسناد کا حوالہ دیا گیا ہی وہ نہ بہم پہونچ سکین اور قاضی ایسا شخص ہو جو اجتہاد کرنے کی لیاقت رکھتا ہو تو وہ اپنے دل مین غور کرے کہ اصول انصاف اور حق کا مقتضی کیا ہی اور جو نتیجہ نکلے اُسکو اُس مقدمہ کے واقعات اور حالات سے بہ نیت خالص متعلق کر کے اُسی کے موافق فیصلہ کر دے "

ابو بکر کاشانی نے بدائع مین لکھا ہی کہ "جب کسی مقدمہ مین کوئی حکم شرع نہ لکھا ہو یا اتفاق علما نہ پایا جائے تو اگر قاضی اجتہاد کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور ناطق و قطعی فیصلہ کر سکے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے فیصلہ کو جاری و نافذ کرے گو اور فقہا اُس سے مختلف الرائے ہون

اسواسطے کہ جو امر بعد تحقیق انیق حق اور قرین انصاف ثابت ہو وہی خداوند عالم کی درگاہ مین مقبول ہی" اور اسی کتاب مین ایک اور مقام پر یہ لکھا ہی کہ "اگر کسی مقدمہ مین قاضی مخالف دلائل سُنکر حیران و پریشان ہو جاے تو اُسکو اُس مقدمہ مین غور کر کے اپنی راے کے بموجب فیصلہ کرنا چاہیے یا زیادہ اطمینان کرنے کے لیے اور فقہا سے استصواب کر لے اگر انکی راے خلاف ہو تو اُسکو چاہیے کہ دلائل کو جانچکر وہ فیصلہ کرے جو اُسکے نزدیک[1] حق ہو"

اِن اقوال سے جواب شافی اُن مہمل و مزخرف اعتراضات کا نکل آتا ہی جو اسلام پر عموماً کیے گیے ہین اور کہا گیا ہی کہ اِس دین مین ذرا بھی ملائمیت اور ترقی کا مادہ نہین ہی کیونکہ اِسکے قوانین گویا پتھر کی لکیر ہین اور شکنجہ مین کھنچے ہوے ہین۔

بڑا افسوس ہی کہ اہل سنت کے ذہن مین یہ سما گیا ہی کہ اجتہاد یعنی قیاس و استصحاب وغیرہ سے مسائل شرعیہ کا استخراج تیسری صدی ہجری مین موقوف ہو گیا۔ اِس خیال خام کا نہایت خراب اثر اُن مسلمانون کی ترقی و عروج پر ہوا ہی جو سُنی مذہب ہین۔ اہل سنت مین اجتہاد کے تین طبقہ ہین طبقۂ اول کے مجتہدین نے مسائل شرعیہ کے استخراج مین بالکل اپنی راے پر عمل کیا ہی اور اُنسے علم فقہ اُنکے شاگردون کو پہونچا جنکی یہ مجال نہ تھی کہ جو مطلب قرآن اور سنت اور اجماع سے اُنکے اُستادون نے نکالا تھا اُسمین قیل و قال کر سکتے گو خود اُنکی راے اِن اصول کے خلاف ہو۔ اِس طبقہ کے مجتہدین تیسری صدی ہجری تک بہت ہوے۔ مگر بعد اسکے مسائل شرع معین و مشخص ہو گئے اور امور شرع مین قیاس کو بے انتہا دخل دینا موقوف ہو گیا۔ بعض متاخرین مثل ظہیر اور سیوطی کے قیاس کو دخل دینے کے مدعی ہوے ہین مگر لے جمہور نے اُنھین قیاس کو دخل نہ دینے دیا۔ طبقہ اول کے مجتہدین جو پہلی صدی ہجری مین گذرے اُن مجتہدین سے زیادہ معتبر سمجھے جاتے ہین جو دوسری اور تیسری صدی ہجری مین ہوے۔ طبقہ دوم کے مجتہدین کو اجازہ اُن مسائل کے حل کرنے کا حاصل تھا جنکو بانیان مذاہب اپنے

[1] فتاداے عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۳۸۳ - ۱۲ منہ

نہین حل کیا تھا اور وہ طبقۂ اول کے مجتہدین کے شاگرد تھے جو بعض اوقات اپنے شاگردون کو ایسے فتوے دینے دیتے تھے یا ایسے فتوون پر عمل کرنے دیتے تھے جو خود انکے مذہب کے خلاف ہوتے تھے بلکہ کبھی کبھی اُنکے اقوال کو خود بھی اختیار کر لیتے تھے۔ جن صورتون مین بانیان مذاہب اربعہ یا اُنکے شاگردون کا کوئی فتواے نہ پایا جاتا تھا اُنمین خود فتواے دیتے تھے۔ مگر شرط یہ تھی کہ اُنکے فتواے کا استخراج قرآن اور سنت اور اجماع سے باین حیثیت ہوا ہو کہ اِن تینون چیزون کے ساتھ مجتہدین طبقہ اول اور طبقہ دوم کے اقوال بھی شریک کر لیے ہون اور اُنکو یہ اجازت نہ تھی کہ طبقۂ اول و دوم کے مجتہدین کے اقوال جو درباب مبادی اور اصول احکام شرع مشہور ہو چکے ہون اُنمین بحث کرین۔ طبقۂ سوم کے مجتہدین کو ضرور تھا کہ علم فقہ کے سب شعبون سے اور سب فرقون کے مسائل سے واقفیت تامہ رکھتے ہون اِس طبقہ مین بہت سے علما داخل ہین جو کم و بیش مشہور ہین اور جنمین سے بعض اپنی زندگی مین اِس درجہ اجتہاد پر فائز ہو گئے تھے اور بعض کو مرنے کے بعد یہ مرتبہ حاصل[1] ہوا۔

مجتہدین کا لقب سنیون مین مدت سے متروک ہو گیا ہے۔

اسلام کی ابتدا مین جو ترقیان جلد جلد مسلمانون نے کین اُنکے مقابل مین اب وہ گویا ایک سکتہ کے عالم مین ہین اُنکی ترقی کے رک جانے کی وجہ خاص کر یہ ہی کہ اُنکے ذہن مین یہ بات سما گئی ہے کہ اجتہاد کا خاتمہ ہو چکا اور یہ سمجھے ہوے ہین کہ جبتک کوئی علم فقہ مین اِن قیاسی اور فرضی مرتبۂ کمال پر نہ فائز ہو جو پہلی اور دوسری اور تیسری صدی ہجری کے مجتہدین کو حاصل تھا اُسوقت تک وہ اجتہاد کا دعوی نہین کر سکتا اور مسائل شرعیہ مین راے زنی نہین کر سکتا

شیعون پر بھی یہی بلا نازل ہوئی ہو اور ایسے ہی تنگ خیالات اُنکے بھی ہو گئے ہین اور اِسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اخباری مذہب کو ترک کر کے لوگون نے عموماً اصولی مذہب

[1] فتاواے قاضی خان جلد ۱۔ صفحہ ۱۔ ۱۲ منہ

اختیار کر لیا ہے۔ اخباریون کے مسلک مین عقلی آزادی اِسقدر ہے کہ تمدنی ترقی اور تہذیب اخلاق کی گنجایش وافر ہے۔

اصولیون کا یہ قاعدہ ہے کہ صاحب اجازہ مجتہدین جو فتوے دیدیتے ہین بلا عذر و حجت اُنکو قبول کر لیتے ہین اور عقلی آزادی کے مطلق قائل نہین ہین یعنی شرع مین اپنی عقل کو نہین دخل دیتے۔ نفس ناطقہ یا عقل انسانی کو اسطرح معطل کر دینے سے وہ تحریک اسلام مین پیدا ہوئی ہے جسکے آثار و علامات ہر سمت عیان ہین اور جس سے مسلمانون کی ترقی و بہبود کی امید قوی ہوتی ہے مذہب شافعی نے اُس غل و زنجیر کو جسمین وہ جکڑا ہوا تھا توڑ کر پھینک دیا ہے اور اب سنیون کے سامنے اِس صورت سے استادہ ہی کہ تہذیب اخلاق اور اصلاح قانون کے جو صلے جو بہت سے مسلمانون کے دلون کو بیتاب اور بیقرار کر رہے ہین وہ سب اِس مذہب مین جمع ہین۔ ہندوستان مین مذہب شافعی مسلک حنفی کے مستحکم قلعون مین گھسکر اُسکے ساتھ زور آزمائی کر رہا ہی اور معتزلہ کا مذہب بھی نوجوان مسلمانون مین جلد جلد پھیلتا جاتا ہے۔

شیعون کے کتب فقہ کے باب مین ایم کوبری صاحب مورخ فرانسیسی لکھتے ہین کہ وہ

جب اسلام اُن ملکون مین جنمین مختلف قومین رہتی تھین اور مختلف رسوم جاری تھے جلد جلد شائع ہونے لگا تو احادیث کو جمع کرنے اور قوانین و احکام شرع کو بہئیت مجموعی مشتہر کرنیکی ضرورت ہوئی جو ہر ملک سے جہان مذہب جدید مسلط ہو چکا تھا متعلق ہو سکین۔ اِس کتاب مین اتنی گنجایش نہین ہے کہ پوری فہرست اُن علمار شیعہ کی لکھی جاے جنھون نے تیسری صدی سے ساتوین صدی ہجری تک فقہ مین کتابین تصنیف کین لہذا صرف بعض مشاہیر علمار شیعہ کے اسما پر اکتفا کیجاتی ہے۔ ابو عبد اللہ شیخ محمد ابن محمد النعمان ملقب بہ شیخ مفید ایک عالم جلیل تھے جو سنہ ۳۳۳ ہجری یا سنہ ۳۳۸ ہجری مین پیدا ہوے اور سنہ ۴۱۳ ہجری مین وفات کی۔ اُنکی تصنیفات فقہ و حدیث مین دو سَو سے زیادہ ہین۔ اور مفید اُنکا لقب اسوجہ سے ہو گیا ہی کہ اُنکے شاگرد بہت کثرت سے تھے۔ شیخ ابو جعفر محمد ابن علی ابن حسن الطوسی ملقب بہ شیخ الطائفہ سنہ ۳۸۵ ہجری سے

سنہ ۴۶۰ ہجری تک رہے۔ شیخ مفید رح کے شاگرد تھے اور کثیر التصانیف تھے انکی کتابین شیعون کے ملکون مین نہایت معتبر سمجھی جاتی ہین۔ منجملہ انکی تصنیفات کے استبصار اور اختلاف و الوفاق اور نہایہ فی بحر الفقہ و الدرایہ بہت مشہور اور معتبر ہین۔ اور مبسوط بھی بہت معتبر کتاب ہی جسکے شرح اور حواشی انشی سے کم نہین ہین۔ ابو القاسم علی ابن ابی احمد الحسینی الملقب بہ شیخ سید مرتضی علم الہدےٰ شیخ مفید کے شاگرد رشید تھے۔ سنہ ۳۵۵ ہجری مین پیدا ہوے اور سنہ ۴۳۶ ہجری مین وفات کی۔ بہت سا مال و دولت اور بہت سی تصنیفات اور مثنویان اور قصائد وغیرہ اور اسّی ہزار قلمی کتابین چھوڑ گئے۔ شیخ نجم الدین ابو القاسم جعفر ابن ابو یحیی ملقب بہ المحقق جنکی تالیف وہ کتاب[1] ہی جس سے مین نے ترجمہ کیا ہی مشاہیر فقہاے اسلام مین اعلی درجہ فائز ہین۔ یہ عالم جلیل ایک مشہور خاندان فقہا سے تھے اور بمقام حلہ واقع ساحل فرات سنہ ۶۰۲ ہجری مین پیدا ہوے تھے لڑکپن ہی مین انکے علم و فضل اور ذکاوت اور تبحر کا شہرہ ہو گیا تھا۔ اور فقیہ بھی تھے خطیب بھی ناصح بھی شاعر بھی اور صاحب تصانیف بھی لکھا ہی کہ جب خواجہ نصیر الدین طوسی رح کہ سرآمد منجمین اور ہلاکو قاآن کے وزیر باتدبیر تھے ہلاکو کے ہمراہ گئے اور بغداد کو فتح کیا تو اپنا فخر و سعادت سمجھکر محقق حلی کے درس مین شریک ہوے اور جب انھون نے محقق طوسی سے تعظیماً عرض کیا کہ میری جگہ پر آپ درس دین تو محقق طوسی نے انکار کیا۔ محقق حلی سنہ ۶۷۶ ہجری تک اجتہاد اور درس و تدریس مین مشغول رہے اور اسی سنہ مین اپنے مکان کے چبوترہ پر سے گر کے مر گئے۔ اس عالم جلیل کی تصنیف مختصر النافع ہی اور انکی تصنیف کئی شرحین کتب فقہ کی ہین علی الخصوص شیخ ابو جعفر طوسی رح کے نہایہ کی کتاب البیع کی شرح انھون نے متعدد رسالے اصول دین اور اصول فقہ اور منطق اور علم الالسنہ مین بھی تالیف کیے ہین اور کئی دیوان بھی انکے ہین۔ مگر جس کتاب کی وجہ سے وہ اپنے ہم مذہبون کی ثنا و احترام کے مستحق ہو گئے وہ شرائع الاسلام فی مسائل الحلال و الحرام ہی۔ جہان جہان امامیہ مذہب جاری ہے بالخصوص ایران مین اسی کتاب پر عمل درآمد ہے وہ اس کتاب کے چار حصے ہین۔ پہلے حصہ مین عبادات۔ دوسرے حصہ مین معاملات تیسرے

[1] شرائع الاسلام ۱۲ منہ

مین مستحبات - چوتھے مین احکام متعلقہ کسبق اور رمایہ اور ماکل و مشارب اور حدود و قصاص و دیت وغیرہ لکھے ہین - اِس کتاب کے مختلف حصون مین ویسا اختلاف عظیم ہرگز نہین ہی جیسا مرا سیسی کتب قوانین مین ہی مگر مین نے اُسی ترتیب سے اِس کتاب کو ترجمہ کیا ہی جو ترتیب مصنف نے رکھی ہی تاکہ اصل کتاب عربی کا حوالہ دینا آسان ہو جاے ۔

شرائع الاسلام کی بہت سی شرحین ہین - منجملہ اِن شروح کے مسالک الافہام شیخ زین العابدین علی الشامی ملقب بہ شہید ثانی کی اور جواہر الکلام شیخ محمد حسن رح نجفی کی نہایت مبسوط اور مدلل شروح ہین ۔

منجملہ کتب شیعہ کے جو مشہور ہین تلخیص المرام اور غایۃ الاحکام ہین تحریر الاحکام شیخ العلامہ جمال الدین ابن یوسف ابن المطہر الحلی کی ہی - اور ایک اور کتاب اُنکی ارشاد الاذہان بھی بڑی لیاقت اور علم و فضل کا نمونہ ہی - اِس کتاب کا حوالہ اکثر بہ لقب ارشاد علامہ دیا گیا ہی ۔

جامع عباسی بھی ایک صحیح اور جامع کتاب شیعون کی ہی اور بیس ابواب پر منقسم ہی اِسکے مصنف شیخ بہاء الدین عاملی نے ۱۰۳۱ہجری (۱۶۲۱ع) مین وفات کی ۔

چار بڑا اور مشہور کتب شیعہ مین سے مفاتیح ملا محسن کاشی کی ہی جنکا پورا نام محمد ابن مرتضی الکاشانی ہی اور اُسکی شرح جو اُنکے بھتیجے اور ہمنام نے لکھی ہی جنکا لقب ہادی مشہور ہی روضۃ الاحکام جناب سید العلما مولوی سید حسین ملقب بہ میرن صاحب کی جو اودھ کے تیسرے مجتہد تھے چار باب پر منقسم ہی - پہلا باب میراث مین ہی اور احکام میراث نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے ہین - یہ کتاب پہلے ۱۲۶۳ ہجری مین لکھنؤ مین چھپی تھی ۔

جامع الشتات بھی ایک نہایت عمدہ کتاب شیعون کی ہی جسمین بہت سے مسائل اور فتوے جو طہران کے بڑے مجتہد نے صدی گذشتہ مین جاری کیے تھے جمع کر دیے ہین ۔

حواشی متعلقہ دیباچہ

حاشیہ ا - بمقدمہ منشی بدل الرحمن بنام شمس النسا بیگم (مورس انڈین اپلیس جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۰)

ہائی کورٹ کلکتہ نے شرع محمدی کی پابندی سے انکار کیا تھا اُسکی نسبت حکام عدالت العالیہ پروی کونسل نے تقریر ذیل لکھی ہے۔

"حکام پروی کونسل ہائی کورٹ کلکتہ کی اس راے سے بالکل اختلاف کرتے ہین اُنکے نزدیک یہ راے ہائی کورٹ کی برٹش انڈیا کے قوانین کی منشاء کے بالکل خلاف ہے علی الخصوص اُس قانون کے سراسر مخالف ہو جسکا ذکر سابق مین کیا گیا یعنی دفعہ ۱۵ قانون ۱۷۹۳ء جسمین صاف لکھا ہو کہ جو تنازعات درباب نکاح اور ذات کے ہون اور تمام مذہبی رسوم و دستورات کے باب مین مسلمانون کے مقدمات مین شرع محمدی اور ہنود کے مقدمات مین دھرم شاستر عام قواعد سمجھے جاہئین اور انھین کے موافق ججون کو فیصلے کرنے چاہئین" حکام پروی کونسل کے ذہن مین کوئی امر ایسا نہین آتا جس سے مسلمانون کو اسقدر خوف اور اندیشہ پیدا ہو جسقدر یہ جاننے سے پیدا ہوگا کہ ہائی کورٹ نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جس سے اُنکی شرع جسکی پابندی کی ضمانت اُنکے مقدمات مین اُنسے کر لی گئی ہو ایسے مقدمہ مین بالاے طاق رکھدی گئی ہو جو اُنکے خانگی تعلقات سے تعلق تام رکھتا ہو۔

حاشیہ ۲

عبارت ذیل مسٹر جسٹس ارنولڈ صاحب کے فیصلہ کی جو انھون نے ایک مشہور خوجہ کے مقدمہ مین کیا تھا یقین ہے کہ شائقین شرع محمدی کو دلچسپ معلوم ہوگی۔

"مسلمانون کو عموماً یہ توقع تھی کہ حضرت علیؓ جو سابق الاسلام اور رسول اللہ کے محبوب صحابی اور اُنکی پیاری بیٹی کے شوہر تھے خلیفہ اول ہونگے۔ مگر ایسا نہین ہوا۔ (حضرت عائشہ صدیقہ) کہ محبوب ترین ازواج رسول مین سے تھین لیکن علی و فاطمہ سے حسد و کینہ رکھتی تھین اپنے والد بزرگوار (حضرت ابوبکرؓ صدیق) کے خلیفہ منتخب ہوئے کا باعث ہوئین اُنکے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوے اور اُنکے بعد حضرت عثمانؓ۔ جب ۶۵۵ء مین خلیفہ ثالث مارے گئے تو خلافت ظاہری حضرت علیؓ کو دیگئی۔ مگر بنی امیہ کی مخالفت کا سلسلہ اُنکے

خلیفہ ہونے کے بعد بھی جاری رہا اور حضرت عائشہ اور معاویہ کی اعانت و حمایت سے بنی امیہ نے انکی خلافت مین بڑا رخنہ ڈالدیا اور ہنوز وہ جھگڑا طے نہ ہوا تھا کہ سنہ ۶۶۰ع مین حضرت علی مسجد کوفہ مین ایک خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوے۔ کوفہ ایک بڑا شہر مسلمانون کا ساحل غربی فرات پر تھا۔ اب وہ بالکل برباد ہوگیا ہے اور قدیم شہر بابل کے کھنڈرون کے قریب اسکے بھی کھنڈر ہین۔

الغرض حضرت علیؑ کی شہادت سے سب مسلمانون مین ایک تہلکۂ عظیم پڑگیا حضرت علیؑ کو سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے۔ اُس زمانہ مین بھی جبکہ شجاعان عرب شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابو طالب اسد اللہ الغالب اُنکا لقب تھا اور اشجع العرب اُنکو کہتے تھے شجاعت حکمت ہمت۔ عدالت سخاوت اور زہد و تقوے مین حضرت علی کا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہے۔ علاوہ اسکے وہ زوج بتول یعنی بضعۃ الرسول حضرت فاطمہؑ کے شوہر تھے جو رسول اللہ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی تھین اور الحسنین ع تھے جنکے عاشق زار خود اُنکے نانا رسول اللہ تھے اور خود رسول اللہ نے اُنکو مجمع اصحاب مین سردار جوانان بہشت فرمایا تھا۔

ان دونون صاحبزادون مین سے بڑے صاحبزادے حسن ابن علی نے عزلت گزینی اختیار کی اور اپنی خلافت موروثی کو معاویہ کے ہاتھ بمعاوضہ ایک رقم سالانہ کے فروخت کرڈالا اور باقی ایام زندگانی کو مدینہ مین عبادت خدا اور نیک کامون مین بسر کیا۔ سنہ ۶۶۹ع مین حسن مجتبی کو اُنکی ایک زوجہ نے یزید ابن معاویہ حاکم شام سے رشوت لیکر زہر سے شہید کیا۔

اب اہلبیت رسول کے رئیس صرف اُنکے چھوٹے بھائی امام حسین باقی رہگئے تھے جن مین اپنے پدر عالی مقدار کی ہمت و شجاعت کوٹ کوٹ کے بھری تھی۔ اپنے بڑے بھائی کی شہادت کے گیارہ برس کے بعد سنہ ۶۸۰ع مین حضرت امام حسین اہل عراق کی منت و سماجت سے مجبور ہوکر مدینہ سے کوفہ کو روانہ ہوے کہ غاصبین بنی اُمیہ سے اپنے حق خلافت کا دعوے کرین اور اس سفر پر خطر مین اپنے عیال و اطفال اور چند اصحاب کو بھی ہمراہ لے گئے یہانتک کہ مین کربلا پر پہونچے جو اُس زمانہ مین ایک ریگستان دریاے فرات سے ایک روز کی راہ پر قریب کوفہ کے تھا اور وہان

جو پہونچے تو ایک فوج کثیر کو مقابلہ پر آمادہ پایا۔ اسکے بعد جو واقعات غم انگیز گذرے تاریخ عالم مین کم نظر آتے ہین۔ جو مصائب و شدائد معرکہ کربلا مین اہلبیتؑ پر گذرے زبان زد خلائق ہین۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ اس واقعہ جانگزا نے اسلام کو تہ و بالا کر دیا فقط۔

پہلا باب ہبہ کے احکام

فصل اول

شرع محمدی مین جائداد موروثی اور جائداد مکسوبہ مین کچھ فرق نہین ہے۔ اور دونون قسم کی جائداد مین اُسکے مالک کے حقوق جبتک وہ زندہ ہے مطلق ہین۔ یعنے وہ جو چاہے اُسکو کرے مگر جو انتظام وہ اپنی جائداد کا کرے اُسکا جائز و موثر ہونا اِسپر موقوف ہے کہ وہ انتظام مالک کی زندگی مین جاری اور نافذ ہو جاے۔ مثلاً اگر ہبہ کیا جاے تو جائداد موہوبہ اُسی وقت صریحاً یا ضمناً موہوب لہٗ کو حوالہ کر دیجاے اور واہب کو چاہیے کہ اپنے تمام حقوق ملکیت سے جو اُس جائداد مین رکھتا ہے دست بردار ہو جاے اور جہانتک ممکن ہو موہوب لہٗ کا قبضہ اُسپر کرا دے۔ مگر وصیت کا اختیار ثلث مال پر محدود ہے جیسا آیندہ عرض کیا جاے گا۔

مسلمانون کے اختیار وصیت کے محدود ہونے کے باب مین عدالت العالیہ پریوی کونسل نے بمقدمہ رانی کھجور النسا بنام مسمات روشن جہان[1] تحریر فرمایا ہے کہ شرع محمدی کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ موصی وصیت کے ذریعہ سے اپنے ورثہ شرعی کو محجوب الارث کر سکے گو اُسکو اختیار ہے کہ ایک خاص جزو اپنی جائداد کا بقدر ایک ثلث کے کسی غیر شخص کو دیدے مگر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مالک جائداد شرع محمدی کی اس تدبیر کو اس طرح باطل کر سکتا ہے کہ اپنی زندگی مین کل جائداد یا اسکا ایک جزو اپنے بیٹون مین سے ایک کو ہبہ کر جاے مگر چند شرائط کی پابندی سے ۔۔۔

[1] انڈین اپیلس لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۳۰۷ – ۱۲ منہ۔

اختیار وصیت کے اس طرح مقید ہو جانے کی مثال بعض قوانین یورپ[۱] مین بھی موجود ہے
مگر یہ چند شرائط سے مشروط ہے جنکو توجہ تمام ملاحظہ کرنا چاہیے۔

جائداد کا انتقال دو قسم کا ہے۔

(۱) انتقال جائداد حین حیات۔

(۲) انتقال جائداد بذریعہ وصیت جسکا انفاد موصی کے مرنے کے بعد ہوتا ہے۔

اور جو انتقال جائداد اُسوقت کیا گیا ہو جب منتقل ایسے مرض مین مبتلا ہو جسکو شرع کی اصطلاح مین مرض الموت کہتے ہین وہ بھی وصیت تصور کیجاتی ہے جسمین آیندہ بحث کیجائیگی ۔

انتقالات حین حیات جسکا ذکر کرنا بالفعل منظور ہے دو ہین۔ ہبہ[۲]۔ اور وقف[۳] ۔

(الف) ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص جائداد کو (جو بالفعل موجود ہو یا جو نالش یا اور کسی کارروائی سے کسی شخص کو مل سکتی ہو) بلا معاوضہ برضا و رغبت منتقل کر دینا۔ اس تعریف کی توضیح[۴] آیندہ کیجائیگی ۔

(ب) وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائداد کے منافع کو کسی شخص کے فائدہ کے لیے یا کسی مذہبی یا خیراتی کام کے لیے ہمیشہ کے واسطے مقرر کر دینا۔ کسی جائداد کے منافع کو ایک میعاد معین کے لیے بلا معاوضہ دیدینا اور پھر جب چاہنا اُسکو واپس کر لینا۔ اسکو عاریت کہتے ہین۔

علی گڈھ کے عالم سب جج نے بمقدمہ فیض محمد خان بنام غلام احمد خان اس بحث کو بڑی شرح و بسط سے لکھا ہے کہ ہبہ اور عاریت مین یا کسی چیز کا عین اور کسی چیز کی منفعت ایک میعاد معین کے لیے دیدینے مین کیا فرق ہے اور اُنکا فیصلہ اپیل مین ہائی کورٹ اور پریوی کونسل دونون نے بحال رکھا ہے۔ یہ فیصلہ ایسا جامع و مانع ہے کہ اُسکے ایک جزو کو اس مقام پر نقل کرنا مناسب ہے " کسی شخص کو کسی چیز کے عین کا مالک بلا معاوضہ کر دینا ہبہ ہے اور کسی شخص کو صرف منافع بلا معاوضہ دینا عاریت ہے۔ (در المختار کتاب الہبہ) ہبہ مین ضرور ہے کہ واہب

[۱] انڈین لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۴۹۴- [۲] سنہ ۱۲ ایکٹ انتقال جائداد مین ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہ ہبہ ص

صحیح العقل اور مالک اور بالغ ہو اور شے موہوب مشاع یعنی غیر منقسم نہ ہو اور واہب کے قبضہ مین ہو اور ایجاب و قبول کیا جاے۔ شرائط کے ناجائز ہونے سے ہبہ باطل نہین ہوجاتا بلکہ برخلاف اسکے وہ شرائط باطل ہین۔ مثلاً اگر کوئی غلام اِس شرط سے ہبہ کیا جاے کہ موہوب لہ اُسکو آزاد کردے تو یہ شرط باطل ہے مگر وہ ہبہ صحیح ہے۔ (در المختار کتاب الہبہ) عاریت مین یہ کچھ ضرور نہین ہے کہ واہب بالغ ہو نہ یہ ضرور ہے کہ جو چیز عاریت دیگئی ہے وہ غیر منقسم ہو نہ ایجاب کے بعد قبول شرط ہے۔ (فتاواے عالمگیری) فصول عمادیہ مین لکھا ہے کہ جائداد مشترک کو عاریت دینا جائز ہے اور اُسکو امانت رکھنا اور بیع کرنا جائز ہے (در المختار کتاب العاریت) جن الفاظ سے عاریت متحقق ہوتی ہے وہ ایک خاص باب مین فتاواے عالمگیری کے لکھے ہین۔ اور اُس باب کو مین اِسلیے نقل کرتا ہون کہ معلوم ہوجاے کہ کسی چیز کو عاریت دینے مین کیا الفاظ کس معنی مین استعمال کیے جاتے ہین۔ فتاواے عالمگیری کتاب العاریت مین لکھا ہے کہ وہ اگر وہ شخص کہے کہ مین نے تجھے اس مکان کے منافع کا مالک مہینہ بھر کے لیے کردیا ہے یا مہینہ بھر کا لفظ نہ کہے تو عاریت ہوگی۔ فتاواے قاضی خان مین بھی یہی لکھا ہے اور عاریت دینا ان الفاظ سے بھی جائز ہے وہ مین تمکو یہ لباس عاریت دیتا ہون تم اِسکو ایک دن پہن سکتے ہو۔ یا مین تمکو یہ مکان عاریت دیتا ہون تم اسمین سال بھر رہ سکتے ہو۔ اگر وہ کہے کہ مین اپنے اِس مکان کو تمہارا مسکن ایک مہینہ کے لیے کرتا ہون یا یہ کہے کہ تمہارا مسکن اپنی عمر بھر کے لیے کرتا ہون تو یہ عاریت ہوگی (ظہیریہ مین یہی لکھا ہے) اور اگر وہ کہے کہ مین تجھکو یہ گھوڑا دیتا ہون اِسپر سوار ہو خدا کے واسطے تو یہ عاریت ہوگی۔ فتاواے قاضی خان

ہ کسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کو برضا و رغبت اور بلا معاوضہ منتقل کرنا ہے منتقل کنندہ کو واہب اور منتقل الیہ کو موہوب لہ کہتے ہین۔ ضرور ہے کہ اُس انتقال کو خود موہوب لہ یا اُسکی طرف سے کوئی شخص قبول کرے اور واہب کی زندگی مین قبول کرے اور اس وقت جبکہ واہب ہبہ کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اگر موہوب لہ ہبہ قبول کرنے کے پیشتر مرجاے تو ہبہ باطل ہوجاتا ہے

اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تمھارے رہنے کے لیے حاضر ہے یا تم اُسمین رہا کرو تو یہ عاریت ہے (بدایہ مین یہی لکھا ہے) اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تمکو بطور جاے سکونت کے دیا جاتا ہے یا یہ کہے کہ عاریتًا بطور ہبہ کے دیا جاتا ہے تو یہ سب صورتین عاریت کی ہین (کافی مین یہی لکھا ہے) اور اگر وہ کہے کہ میرا مکان تیرے لیے ہے اگر تو میرے بعد زندہ رہے اور میرے لیے ہے اگر مین تیرے بعد زندہ رہون یا تیرے لیے وقف ہے - تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کے قول کے موافق یہ عاریت ہے مگر امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہبہ ہے - اگر وہ کہے کہ میرا مکان تیرے لیے ہے اگر تو میرے بعد زندہ رہے اور میرے لیے ہے اگر مین تیرے بعد زندہ رہون یا تیرے لیے وقف ہے تو سب کے نزدیک یہ عاریت ہوگی - (ینابیع مین یہی لکھا ہے) مین نے یہ چیز تجھکو دیا ہیں تو اُسکو اپنے استعمال مین لا اور اپنے روپیہ سے گھانس خرید کر اُسکو کھلا - یہ عاریت ہوگی (قنیہ مین یہی لکھا ہے) اگر وہ کہے کہ مینے تجھکو یہ درخت اِسلیے دیا ہے کہ تو اسکا میوہ کھائے تو یہ عاریت ہے الا اینکہ اِسکا مقصود ہبہ ہو - ان الفاظ سے عاریت سمجھی جاتی ہے اور ان سب کو دیکھنے سے یہی معلوم ہو جائیگا کہ لفظ وَهَبْتُ (مین نے تجھکو ہبہ کیا) - اُنمین کہین نہین ہے - لفظ هبةً سكنةً - یا - سکنۃً ھبۃً - جو اوپر کے جملون مین ہے اُس سے کسی چیز کی عین کو ہبہ کرنا مراد نہین ہے بلکہ وہ صرف لفظ د ذ ا ر ی لک ؎ ؎ کے معنی کو واضح کرتا ہے اور سارے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جو مکان تمکو دیا گیا ہے تمھارے رہنے کے لیے دیا گیا ہے ؎ اب مین اُن الفاظ کو بیان کرتا ہون جو ہبہ مین کہے جاتے ہین وہ تین قسم کے الفاظ ہین - اول وہ الفاظ ہین جو ہبہ کے لیے خاص کر وضع ہوئے ہین - دوم وہ الفاظ ہین جو ہبہ پر مجازًا یا ضمنًا دلالت کرتے ہین - سوم وہ الفاظ ہین جنسے ہبہ یا عاریت بدرجہ مساوی مفہوم ہوتا ہے - عبارت ذیل فتاواے عالمگیری کتاب الہبہ سے نقل کیجاتی ہے -

وہ جن الفاظ سے ہبہ کیا جاتا ہے وہ تین قسم کے ہین - اول وہ الفاظ جو خاص کر ہبہ کے لیے موضوع ہوئے ہین - دوم وہ الفاظ جو ہبہ پر مجازًا یا ضمنًا دلالت کرتے ہین

سوم وہ الفاظ جنسے ہبہ یا عاریت بدرجہ مساوی مفہوم ہوتا ہے۔ قسم اول کے الفاظ ایسے ہین جیسے۔ ''وہ مین نے ہبہ کی یہ چیز تجھکو'' یا ''وہ مین نے تجھکو اس چیز کا مالک کردیا'' یا ''وہ یہ چیز تیرے لیے ہے'' یا ''وہ مین نے یہ چیز تجھکو دے ڈالی یا بخش دی''۔ یہ سب ہبہ کے الفاظ قسم دوم کے الفاظ ایسے ہین جیسے ''وہ مین نے تجھکو یہ پوشاک پہنائی'' یا ''وہ مینے یہ مکان تجھکو تیری حیات تک دے ڈالا'' یہ سب ہبہ مین داخل ہے اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ ''یہ مکان تیرا ہے جبتک مین زندہ ہون'' یا ''وہ جبتک تو زندہ ہے'' یا ''وہ میری زندگی بھر'' یا ''وہ تیری زندگی بھر'' پس جب تو مرجائیگا تو یہ مکان پھر مجکو ملجائیگا۔ تو ان سب صورتون ہبہ جائز ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ قسم سوم کے الفاظ ایسے ہین جیسے اگر وہ کہے کہ ''وہ یہ مکان تیرے لیے ہے'' اگر وہ مین تیرے بعد زندہ رہون'' یا ''وہ تیرے لیے وقف ہے'' اور اُسکو حوالہ کر دے تو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ عاریت ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک ہبہ ہے'' اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ وَہَبْتُ (مینے تجھکو ہبہ کیا) خاص کر ہبہ کے لیے موضوع ہوا ہے اور عاریت پر دلالت نہین کرتا اور یہی لفظ اُس دستاویز مین لکھا جاتا ہے جسکو ہبہ نامہ کہتے ہین۔ اِسمین کچھ مشکوک الفاظ نہین لکھے جاتے اور ہبہ کی لفظ کے بعد جو الفاظ لکھے جاتے ہین وہ بطور مشورہ کے لکھے جاتے ہین۔ کتب فقہ مین ایک مثال اِسکی لکھی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ متنازع فیہ ہبہ کا تھا عاریت کا نہ تھا۔ یہ مثال ہدایہ اور درالمختار اور فتاواے عالمگیری اِن سب کتابون مین موجود ہے۔ داری لك هبة تسكنه یعنے میرا مکان تیرے لیے بطور ہبہ کے ہے تاکہ تو اِسمین رہا کرے۔ یہ ایک قاعدہ عربی نحو کا ہے کہ جملہ فعلیہ کبھی مفسر جملہ اسمیہ کا نہین ہوتا۔ داری لك هبة جملہ اسمیہ ہے اور تسكنه جملہ فعلیہ ہے۔ لہذا تسكنه اپنے ماقبل کے جملہ کا مفسر نہین ہوسکتا۔ بلکہ برخلاف اِسکے واہب بطور مشورہ کے موہوب لہ سے کہتا ہے کہ

اِسمین رہا کرو۔ موہوب لہ کو اختیار ہی کہ اُسکے مشورہ پر عمل کرے خواہ نہ کرے منجملہ
اُن جملون کے جنسے ہبہ جائز و مشروع ہو سکتا ہے یہ جملہ در المختار مین لکھا ہے ۔
دَارِی لکَ تسکُنہٗ یعنے میر امکان تیرے لیے ہی کہ تو اُسمین رہا کرے ۔ اسواسطے
کہ لفظ تسکنہ مشورہ کا کلمہ ہے تفسیر کا کلمہ نہین ہے کیونکہ جملہ فعلیہ جملہ اسمیہ کا مفسر نہین ہوتا
یعنی واہب موہوب لہ کو مشورہ دیتا ہے کہ اِس مکان مین رہکر اُسکو اپنی ملکیت کرلے
پس موہوب لہ کو اختیار ہے کہ اِس مشورہ پر عمل کرے یا نہ کرے۔ لیکن اگر یہ کہا جاے
کہ دَارِی لکَ ہِبۃ سکنۃ ۔یا۔ سکنۃ ہبۃ ۔ جیسے وہ الفاظ ہین جو عاریت مین استعمال
کیے جاتے ہین تو الفاظ ہبۃ سکنۃ ملکیت کی تفسیر کرتے ہین بخلاف ۔ دارِی
لکَ ہبۃ تسکنہ ۔ کے جسمین لفظ تسکنۃ اپنے ماقبل کا مفسر نہین ہے۔ ہدایہ مین لکھا ہے
کہ اگر وہ کہے کہ ھبۃ تسکنہ تو یہ ہبہ ہوگا کیونکہ اِسکا تسکنۃ یعنی تو اُسمین رہا کرے
کہنا بطور مشورہ کے ہے اور اِس سے صرف واہب کا مقصد ظاہر ہوتا ہے برخلاف
ہبۃ سکنۃ ۔ کے یہ کہ اُسکی تفسیر ہے وہ جس ہبہ نامہ کا ذکر آگے کیا جائیگا اُسمین اِن
الفاظ کے بعد کہ "وہ ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا" یہ ہدایت لکھی ہے کہ موہوب لہا جو
واہب کی سالی تھی دیہات موہوبہ کا انتظام کرے اور اُنکی آمدنی کو خود صرف کیجے
اور گورنمنٹ کی مالگذاری ادا کرے یہ سب بطور مشورہ کے ہے ہبہ کا معاملہ تو سابق کے
الفاظ سے طے ہو گیا۔ لفظ دو ہبہ کیا، سے اصل مطلب واہب کا معلوم ہوتا تھا اور دیہات
کی نسبت یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ہر زبان مین یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی ہمیشہ
سمجھے جاتے ہین ۔ البتہ جب معنی حقیقی نہ لے سکین تو معنی مجازی سمجھے جائین ۔ اِس قاعدہ کی
تحقیق صرف عربی کتابون پر موقوف نہین ہے لفظ ہبہ کے معنی حقیقی اِس ہبہ نامہ مین لے سکتے ہین
جسمین یہ لفظ لکھا ہے اور واہب نابالغ نہ تھا نہ موہوب مشاع یعنی غیر منقسم تھی پس کوئی وجہ اسکی نہین ہے
کہ لفظ ہبہ سے عاریت کیون سمجھی جاے اور جب صاف ہبہ مین یہ لکھا ہے کہ موضع سہولی اور کمال آباد ہبہ

کیے گئے تو سیاق و سباق عبارت سے یہ کیون سمجھا جاے کہ موضع سہولی اور کمال آباد کے منافع بطور عاریت کے دیے گئے۔ بلکہ کل ہبہ نامہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عاریت کا خیال بھی کبھی فیض اللہ خان کے دل مین نہین آیا اور اُسنے ایسے الفاظ لکھے ہین جنسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہبہ کے سوا اور کچھ مراد نہین ہے۔ سارا انداز ہبہ کا ہے اور عاریت کا کہین نام بھی نہین ہے جائداد متنازع فیہ کی مالیت معین ہو چکی تھی اور محصول اسٹامپ ادا ہو چکا تھا اور یہ خیال کہ یہ جائداد مشاع یعنی غیر منقسم نہ سمجھی جاے کہ ہبہ باطل ہو جاے واہب نے صاف لکھدیا ہے کہ یہ دونون موضعے دو میرے ملکیت بلا شرکت غیر ہا ہے۔ اسکے بعد لفظ ہبہ لکھکر یہ لکھا ہے کہ مین نے یہ جائداد ہبہ کر کے تصدیق کر دی اور یہانتک لکھدیا ہے کہ نہ مجھکو نہ میرے کسی وارث کو اسپر کچھ دعوے ہو سکتا ہے۔ اور آخر مین یہ لکھدیا ہے کہ لہذا یہ چند کلمہ بطور ہبہ نامہ کے لکھدیے۔ اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ مسماۃ مذکورہ کا قبضہ بھی اُن دیہات پر کرا دیا کہ قبضہ ہبہ مین شرط ہے عاریت مین شرط نہین ہے اور پھر مسماۃ مذکورہ سے ایک قبولیت لکھوالی کہ قبول ہبہ مین شرط ہے عاریت مین شرط نہین ہے اور اِس دستاویز کے آخر مین لفظ فقط کے بعد جو الفاظ مدعا علیہ نے لکھے ہین اُنسے اور زیادہ کیفیت ہبہ کی معلوم ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہبہ بالعوض ہوا تھا اسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ اِن سب الفاظ کے معنی حقیقی کیون نہ لیے جائین اور یہ معاملہ عاریت کیون سمجھا جاے جسکے باب مین کوئی لفظ سارے ہبہ نامہ مین نہین ہے۔ یہ معاملہ عاریت نہین تصور ہو سکتا الا اسیکہ سب الفاظ معنی مجازی پر محمول کیے جائین مگر اسکے لیے کوئی نہایت دلیل قوی درکار ہے اور عدالت کے نزدیک کوئی ایسی دلیل نہین ہے " پریوی کونسل نے اپیل مین جو فیصلہ اس مقدمہ کا لکھا ہے اُسکا نتیجہ مجھکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جب ہبہ کامل و قطعی ہو گیا ہو تو جن الفاظ سے اُسکے مقاصد کو بیان کیا گیا ہے وہ اُسکے اثر کو محدود یا قطع نہین کر سکتے "

===

فصل دوم

ہبہ یا ہبہ مطلق۔

مسلمانون مین ہبہ کا مسئلہ نہایت اہم ہے۔ سب فرقون کے نزدیک قائم مقامی کا حق نہونے سے محجوب الارث ہونے کا اصول پیدا ہوا ہے جس سے بڑی دقت ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص تین بیٹے رکھتا ہو اور انمین سے ایک بیٹا اپنے باپ کی زندگی مین مر جائے اور اولاد چھوڑ جائے تو اس اولاد کے جا جب اسکے چچا ہونگے۔ اور شرع محمدی مین اناث کا حصہ ذکور کے حصہ سے کم ہے علی الخصوص سنیون مین تعصیب کے اصول سے اکثر بڑی ناانصافی ہوتی ہے اور مالکان جائداد اکثر یہی چاہتے ہین کہ اس ناانصافی کا انسداد ہماری زندگی مین ہو جائے۔ مثلاً اہل سنت مین تعصیب کے مسئلہ سے بھتیجے نواسون کے حاجب ہوتے ہین۔ ایسی خرابیون کے انسداد کے لیے ہندوستان کے مسلمانون مین اور دیگر بلاد اسلام مین بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جائداد کو ہبہ کر دیتے ہین جس سے صرف اُسی ناانصافی کا انسداد نہین ہو جاتا جسکا ذکر کیا گیا بلکہ اکثر ایک وارث کو دوسرے کی بہ نسبت بہت زیادہ حصہ ملجاتا ہے۔ فتاوائے عالمگیری مین خاص کر لکھا ہے کہ مورث کو شرعاً جائز ہے کہ اپنی زندگی مین ایسا انتظام کر جائے جس سے ایک وارث کو دوسرے سے زیادہ ملے۔ اور اس کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس اپنی اولاد کو ہبہ کرے اور بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دینا چاہیے تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اُسکو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے مگر اسوقت جبکہ وہ اولاد جنپر جائداد تقسیم کی گئی ہے مذہب مین اوروں پر فضیلت رکھتے ہون لکن جب مذہب مین سب برابر ہون تو انمین فرق و امتیاز اس طور سے کرنا مکروہ ہے امام ابو یوسف کے نزدیک غیر مساوی تقسیم شرعاً اسوقت ہو سکتی ہے جبکہ کسی اولاد کی نقصان رسانی اور حق تلفی کی نیت نہو اور جسقدر بیٹے کو دیا جائے اُسی قدر بیٹی کو بھی دیا جائے۔ اسی قول کے موافق فتوائے ہے اور یہی قول راجح ہے۔ لکن اگر کوئی شخص بحالت

صحت نفس اپنی کل جائداد ایک ہی اولاد کو دیدے تو شرعاً مباح ہے مگر گنہگار ہوگا۔ اور جب کسی شخص کا بیٹا فاسق و فاجر ہو تو اس سے زیادہ اسکو نہ دے جتنا اُسکے نفقہ کے لیے کافی ہو تاکہ اُسکے فسق و فجور مین اعانت نہو۔ لیکن اگر اُسکا بیٹا تحصیل علم مین مشغول ہو اور کوئی کار و بار نہ کرتا ہو تو اُسکو اور اولاد سے زیادہ دینا شرعاً جائز ہے[۱]۔

ہندوستان مین ہبہ اس کثرت سے ہوتا ہے کہ اس معاملہ مین جو احکام شرع مین اُنکو بخوبی تحقیق کرنا ضرور ہے۔

پس واضح ہو کہ ہبۂ مطلق یعنی بلا معاوضہ کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو کوئی جائداد یا کسی چیز کا عین برضا و رغبت اسطرح بخش دے کہ موہوب لہ کو مال یا شئی موہوب کا مالک بنادے۔ ہبہ کا جواز تین شرطون پر موقوف ہے۔ (۱) واہب کی نیت یا خواہش کا ظاہر ہونا۔ (۲) موہوب لہ کا قبول کر لینا صریحاً یا ضمناً۔ (۳) موہوب لہ کا مال یا شئی موہوب پر قبضہ کر لینا حقیقۃً یا مجازاً[۲]۔

فقہاے حنفی نے ہبہ کی یہ تعریف لکھی ہے کہ بخشدینا کسی چیز کے حق ملکیت کا بلا معاوضہ[۳]
سیدی خلیل (فقیہ مالکی) نے ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ ایک فیاضانہ فعل ہے جس سے مالک کسی چیز کو بلا معاوضہ کسی شخص کو بخش دیتا ہے۔ مگر ہبہ کی سب سے عمدہ تعریف علماے شیعہ نے لکھی ہے کہ ہبہ ایک عقد شرعی ہے جس سے کسی مال مخصوص کا حق ملکیت فوراً اور بلا معاوضہ اور بلا شرط بہ نیت ثواب مالک دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے[۴] ہبہ تقریراً اور تحریراً دونون طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایکٹ انتقال جائداد نے شرع محمدی کے

---

[۱] مقدمہ نند اسنگہ بنام میر جعفر شاہ سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۵-۱۲ امنہ [۲] ۵۲
اگر معاوضہ لیا جاے تو ہبہ کی حقیقت بدل جائیگی - ۱۲ امنہ [۳] ۵ مفاتیح - ارشاد الاذہان [۴] شرایع الاسلام صفحہ ۱۴۲ - ۱۲ امنہ

اس حکم کو بعینہ باقی رکھا ہے۔ اور پریوی کونسل نے بمقدمہ قمر النسا بنام حسینی بی بی ہبہ
تقریری کو بحال و برقرار رکھا ہے جبکہ ثبوت کافی اسکا پیش کیا گیا۔
ایک اور قسم کا ہبہ مسلمانون مین ہے جو محض ایک کار ثواب ہے اور صدقہ کہلاتا ہے
اور اجر آخرت کی نیت سے دیا جاتا ہے۔ اسکی اصل سورہ بقر کی آیت ۲۱۱ سے ہے
جسمین فرمایا ہی کہ وہ جو مال تم دیتے ہو اسکو خدا جانتا ہے۔
اس قسم کا ہبہ سب مذاہب مین منسوخ نہین ہوسکتا جیسا آیندہ مقام مناسب پر
عرض کیا جائیگا۔
فقہا کی اصطلاح مین بخشنے والا واہب اور جس شخص کو بخشا جاے موہوب لہ اور جو چیز
بخشی گئی ہے وہ موہوب کہلاتی ہے۔
وہ صفت جسپر جواز ہبہ موقوف ہے یعنی ہبہ کرنے کے قابلیت شرعیہ ویسی ہی ہے
جیسی اور معاہدات کی قابلیت شرعیہ ہے۔ کلیہ یہ ہے کہ ہر فعل جو باصطلاح شرع تصرفات
شرعیہ مین داخل ہے اسکے فاعل کی مرضی پیشتر ہی سے قیاس کرلیجاتی ہے۔ کسی حکیم نے
کیا خوب کہا ہے کہ اذن ایک فعل عقل کا ہے جسکے ساتھ فکر بھی شریک ہے یعنے آدمی
اپنے دل مین نفع وضرر دونون سوچ لیتا ہے تب کسی بات کا اذن دیتا ہے۔ ہر فعل
مشروع ومباح شرع مین عقد کہلاتا ہی اور ہر عقد کا جواز اسپر موقوف ہے کہ عاقد
یہ قوت رکھتا ہو کہ اس فعل کے نتائج مین آزادانہ اور عاقلانہ غور کرسکے۔ اگر کوئی شخص
باطنی یا خارجی یا عارضی نقص کی وجہ سے اپنی مرضی کو بطرز معقول اور موافق عقل سلیم
عمل مین نہ لاسکے تو ہر عقد یا فعل جو اسنے کیا ہو شرعًا باطل اور کالعدم ہے۔
پس ہر عقد یا معاملہ کا جواز شرائط ذیل پر موقوف ہے۔
(۱) بلوغ۔

لہ انڈین لا رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۲۶۰ سلسلہ آلہ آباد ۱۲ منہ

(۲) عقل۔

(۳) حُرّیت یعنے آزاد ہونا۔

(۴) مالک ہونا اُس چیز کا جسکا معاملہ کیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ شرائط کچھ ہبہ پر منحصر نہین ہین بلکہ تمام تصرفات شرعیہ سے متعلق ہین۔ نابالغ لڑکے صغیر کہلاتے ہین اور یہ سمجھا جاتا ہی کہ کافی عقل و شعور نہ ہونے کی وجہ سے اس قابل نہین کہ کوئی معاہدہ یا معاملہ کر سکین۔ شرع شریف کے رو سے پندرھواں[1] سال ختم ہونے پر نابالغی کا عذر رفع ہو جاتا ہے۔ لہذا قبل پاس ہونے ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ء کے جو مسلمان پندرہ برس کا ہو جاتا تھا وہ اپنی جائداد کا انتظام کرنے کی قابلیت رکھتا تھا جبسے ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ء نافذ ہوا ہے قانوناً تین سن بلوغ ہو گئے ہین۔ اِس ایکٹ کی دفعہ ۲ مین شرع محمدی کو امور متعلقہ نکاح و طلاق و مہر مین بعینہ قائم رکھا ہے۔ اور تمام افعال کی نسبت سن بلوغ اُن اشخاص کا جو زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہون یا جنکا ولی کسی عدالت نے مقرر کر دیا ہو اکیس سال ہی اور سب کا اٹھارہ سال۔ پہلی صورت مین کوئی شخص ہبہ جائز نہین کر سکتا تاوقتیکہ اٹھارہ سال کا نہو چکا ہو۔ اِس ایکٹ بلوغ مین یہ خاص صفت ایسی ہے جس سے بڑی بڑی دقتین ایک ہی شخص کی قابلیت مین نسبت مختلف افعال پیدا ہو سکتی ہین۔ مثلاً جب کوئی شخص پورا پندرہ برس کا ہو چکا ہو تو جتنے مہر پر چاہے اپنا نکاح کر سکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ آیا بیع مقاسات کے ذریعہ سے وہ اُس مہر کو تبدیل کرنے کا اختیار رکھتا ہے ج علیٰ ہذا القیاس یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ جب کسی عورت کی عمر پندرہ سال سے زیادہ ہو مگر اس ایکٹ کے بموجب نابالغ ہو تو آیا اُسکو یہ اختیار ہے کہ اپنا مہر شوہر کو معاف کر دے ج۔

جو عقود یا معاہدات فاتر العقل یا مجنون یا ابلہ اشخاص سے ہون جنکے دماغ مین۔

---

[1] بعض علمانے ۱۸ سال کو سن بلوغ قرار دیا ہے مگر قول مشہور پندرہ سال کا ہے۔ ۱۲ منہ

خلل ہو شرعاً باطل ہین لیکن جو شخص جنون مین مبتلا ہو مگر کبھی کبھی ہوش مین بھی آجاتا ہو تو ہوش کے زمانہ مین جو فعل وہ کریگا وہ بہ پابندی بعض شرائط کے شرعاً جائز ہوگا ــ

ہدایہ[1] مین لکھا ہے کہ ـ امتناع شرعی کے اسباب تین ہین ـ یعنے نابالغی اور عبدیت یا غلامی اور جنون ـ اگرچہ کتب فقہ مین فقط جنون کو امتناع شرعی کا سبب لکھا ہے مگر جو مثالین لکھی ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ جس قسم کے لوگون کا تحفظ شرعاً کیا گیا ہے اُنکا انحصار صرف اُن اشخاص پر نہین ہے جو کسی قسم کے جنون یا مالیخولیا مین مبتلا ہون بلکہ وہ لوگ بھی مجانین مین داخل ہین جنکی عقل کسی اتفاقی سبب سے اس وقت خاص مین زائل ہوگئی ہو ــ اسٹوری[2] صاحب نے لارڈ کوک صاحب کا قول اس باب مین اختیار کیا ہے کہ کتنے قسم کے لوگ قانوناً مجنون یا فاسد العقل سمجھے جاتے ہین ـ اور انھین کے قول سے وہ اصول صحت کے ساتھ دریافت ہوسکتا ہے جس اصول پر شرع محمدی مین مسلوب العقل لوگون کے افعال ناجائز قرار دیئے گئے ہین ـ لارڈ کوک صاحب نے چار قسم کے لوگ لکھے ہین جو قانوناً مجنون یا مسلوب العقل سمجھے جاتے ہین قسم اول مین فاتر العقل لوگ داخل ہین یعنے وہ لوگ جو خلقت یا پیدایش سے سفیہ ہین قسم دوم مین وہ لوگ داخل ہین جو پہلے صحیح العقل تھے مگر خدا کے غضب سے اُنکی عقل زائل ہوگئی قسم سوم مین وہ مجانین داخل ہین جنکے ہوش و حواس بعض اوقات درست ہو جاتے ہین اور بعض اوقات پھر مختل الحواس ہو جاتے ہین ـ قسم چہارم مین وہ لوگ داخل ہین جو خود اپنے فعل سے دیوانے ہو جاتے ہین جیسے بھنگی شرابی اس قسم کے لوگون کی نسبت اگرچہ یہ کہنا صحیح ہے کہ شراب خواری کسی فعل یا جرم خلاف قانون کے تخفیف کا باعث نہین ہوتی بلکہ اور تشدد کا سبب ہوتی ہے اور شراب خواری سے شراب خوار کو کوئی حق یا اختیار نہین حاصل ہو جاتا اور اگر قانون کا ٹھیک برتاؤ کیا جاوے تو اور قسم کے فاسد العقل لوگون کے بہ نسبت شراب خوار کمتر وجہ اسکی رکھتا ہے کہ اپنے افعال اور معاہدات سے

[1] ترجمہ انگریزی ہدایہ صفحہ ۶۸۴ ـ ۱۲ منہ [2] یہ دونون نامی گرامی مقنن مقننین انگلستان مین سے ہین ـ اور انکی مبسوط کتابین فقہ انگریزی مین موجود ہین ـ ۱۲ مترجم ــ

بری الذمہ رہے تاہم اُسکے افعال اور معاہدات کا اعتبار عدالتین نہین کرتی ہین درحالیکہ وہ نشہ کی حالتمین مثل مجنون کے ہو اور فریق ثانی نے مکر و فریب سے کوئی فعل یا معاہدہ اُس سے کرالیا ہو اسواسطے کہ خود شراب خوار کا قصور جو کچھ ہو سو ہو مگر فریق ثانی اسکا مستحق ہرگز نہین ہے کہ اپنی بدکرداری اور دغا اور فریب کے نتائج سے بچنے کے لیے عدالت سے استغاثہ کرے۔ مگر کسی فعل یا معاہدہ کو نشہ کی علت مین منسوخ کردینے کے لیے صرف اسیقدر کافی نہین ہے کہ شراب خوار یا اور کوئی شخص جو نشہ کے عالم مین ہو از خود رفتہ ہو گیا ہو۔ بلکہ نشہ کو چاہیئے کہ افراط اور شدت کے درجہ تک پہونچ گیا ہو اور اُس شخص کی عقل اور شعور بالکل زائل ہو گیا ہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین یہ کہنا درست نہین ہے کہ اُس شخص نے عمداً یا دیدہ و دانستہ کسی بات کا اذن دیا تھا اور بغیر ایسے اذن کے کوئی فعل یا معاہدہ قانون قدرت کے روسے واجب العمل نہین ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیئے۔ اگر نشہ افراط یا شدت کے درجہ تک نہ پہونچا ہو تو عدالتین مطلق دست اندازی نہ کرینگی مگر اُسوقت جبکہ کسی تدبیر یا کسی حکمت سے اُس شخص کو نشہ پلا دیا ہو یا اُسکو نشہ کی حالت مین دیکھکر کوئی غیر واجبی معاملہ یا فائدہ حاصل کرلیا ہو۔ کیونکہ عموماً عدالتین بمصالح عامہ کی نظر سے اُس شخص کو مدد دینا گوارا نہین کرتین جسنے کوئی اقرارنامہ یا اور دستاویز دوسرے شخص سے نشہ کے عالم مین لکھوالی ہو اور نہ عدالتین یہ چاہتی ہین کہ مخمور کو یا جو شخص نشہ مین ہو اُسکو مدد دین صرف اس عذر سے کہ اُسوقت اُسکو نشہ تھا تاکہ وہ اقرارنامہ یا اور دستاویز کے اثر سے محفوظ رہے عدالتین فریقین کو اُنکے حال پر چھوڑ دینگی کہ قانوناً جو چارہ جوئی ہو سکتی ہو کرین مگر اُس صورتمین جبکہ کوئی فریب آمیز تدبیر یا کوئی مکر کیا ہو۔

میخواری کے باب مین محققین قانون طبیعی اور قانون عام نے یہ عام اصول اختیار کیا ہے کہ جو معاہدہ کسی شخص نے نشہ کی حالتمین کیا ہو گو اُسنے عمداً نشہ پی لیا ہو یا کھا لیا ہو وہ بالکل باطل اور کالعدم ہے اسواسطے کہ ایسا شخص ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سمجھ بوجھکر اذن دیتا یہی حال ان لوگون کا بھی ہے جو مجنون یا فاسد العقل ہون۔ یہی قاعدہ ہنکسیس اور پوفنڈارف نے لکھا ہے۔ اور اسی کو پوتھیر نے

جو ایک بہت بڑا مقنن تھا یہ کہکر قبول کر لیا ہے کہ یہ ایک بدیہی بات ہے جسکے ثابت کرنے کی کچھ ضرورت نہین ہے اس بحث مین ہنکسیس نے بہت معقول تقریر لکھی ہے وہ کہتا ہے کہ جس فریق نے معاہدہ کیا ہے دو حال سے خالی نہین یا اُسکو بہت نشہ تھا یا کم تھا۔ اگر کم نشہ تھا اور اُسکی عقل ایسی زائل نہین ہو گئی تھی کہ وہ یہ بھی نہ جانتا تھا کہ کس سے اور کتنے پر مینے معاہدہ کیا ہے تو اُس معاہدہ کا پابند ہونا اُسکو چاہیے۔ لیکن اگر شدت کا نشہ تھا جو ضرور محسوس ہو سکتا تھا تو جس فریق نے اُسکے ساتھ معاہدہ کیا ہے وہ فریب کر رہا ہو گا یا اقل مراتب یہ الزام تو اُسکو خود اپنے تئین دینا چاہیے کہ ایسے شخص کے ساتھ جو ایسی حالت مین تھا کیون معاہدہ کیا۔ اسکاٹ لینڈ کے قانون مین اس فرق کا اعتبار کیا گیا ہے اور اس قانون کے بموجب جو اشخاص نشہ مین سرشار اور از خود رفتہ ہون اور جنکی عقل نشہ سے بالکل زائل ہو گئی ہو وہ کسی معاہدہ کے پابند نہین ہو سکتے اسی کے قریب قریب وہ شخص بھی ہے۔ جو فاسد العقل یا مجنون تو نہین ہے مگر ایسا سفیہ ہے کہ اپنے تئین کسی فریب سے نہین بچا سکتا یا کسی کی الحاح و اصرار یا دباب ناجائز سے نہین بچ سکتا اس سے غرض نہین ہے کہ کس سبب سے وہ ایسا سفیہ ہو گیا ہے یا کسی مرض کی وجہ سے یا عموماً ضعف دماغ کی وجہ سے یا اُسکی خلقت ابتدا ہی سے ایسی ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اُن اتفاقی صدمات سے جو خوف یا اسراف یا شدید مصائب سے ہوتے ہین اُسکی عقل ضعیف ہو گئی ہے کسی عالم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ گو کوئی ثبوت قطعی اسکا نہو کہ کوئی شخص مجنون یا مختل الحواس ہے تاہم اگر وہ سفیہ یا ضعیف العقل ہو اور اُسوقت گھبرایا ہوا اور پریشان ہو یا اگر کوئی دستاویز اُسنے اُس حالت مین تحریر کی ہو جبکہ اُسکا حال سقیم ہو یا وہ مرض سکتہ مین مبتلا ہو تو یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکے ہوش و حواس ایسے درست تھے کہ جو کام اُسنے کیا سمجھ بوجھ کے کیا بلکہ اُسکا فریب مین آجانا آسان ہے۔ محض سفاہت امتناع شرعی کی دلیل نہین ہو سکتی۔ لہذا جو شخص مجنون یا فاسد العقل نہو مگر سفیہ ہو

۱؎ اسٹوری صاحب کی کتاب علم فقہ مین جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ – ۲۳۴ – ۱۲ منہ ۲؎ مقدمہ قمر النسا بی بی بنام حسینی بی بی پروی کونسل کو ایسی ہی ایک مقدمہ کا فیصلہ کرنا پڑا اور جملہ حالات مقدمہ پر نظر کر کے جحان پروی کونسل نے یہ تجویز کیا کہ وہ اس معاملہ کو سمجھنے کی قابلیت رکھتا تھا گو بادی النظر مین ایک سفیہ آدمی تھا لہذا اسوجہ سے ہبہ باطل نہین ہو سکتا انڈین لا رپورٹ جلد پنجم صفحہ ۲۰۲

اُسکے افعال جائز نہین الا اینکہ اُنمین علامات فریب کے موجود ہون اِس قسم کے مقدمات کی تحقیق کرنے مین مسٹر جسٹس اسٹوری صاحب کے کلام کو یاد رکھنا ضرور ہے جس سے وہ اصول معلوم ہوتے ہین جن اصول پر انگلستان کی عدالتین اُن اشخاص کے افعال سے گریز کرتی ہین جو اسقدر سفیہ ہون کہ اپنے تئین فریب یا اصرار و الحاح یا داب ناجائز سے نہ بچا سکین

دوسری شرط معاہدہ کے جواز کی حریت ہے غلام سے بھی وہی امتناع شرعی متعلق ہے جو نابالغ یا مجنون کے افعال سے متعلق ہے۔ مگر غلام اور مجنون کے افعال مین یہ فرق ہے کہ غلام کے افعال کی تصدیق اُسکا آقا کر سکتا ہے جس طرح نابالغ کے فعل کی تصدیق اُسکا ولی کر سکتا ہے مگر مجنون کے افعال بالکل کالعدم ہین۔ غلام کے افعال کے امتناع کی علت ہدایہ مین بڑی شرح و بسط سے لکھی ہے مگر چونکہ بردہ فروشی برٹش انڈیا مین نہین ہوتی ہے یعنے اُس نرمی سے بھی بندہ گری یہان نہین ہوتی جیسے شرع محمدی کی رو سے جائز ہے لہذا اس بحث سے کوئی اور فائدہ نہین سوائے اسکے کہ یہ ایک رسم زمانہ سلف کا ہے جس سے وہ اطوار و عادات معلوم ہوتے ہین جو اِس زمانہ کی تہذیب و شایستگی کی چکاچوندھ روشنی مین اور پیغمبر اسلام کے احکام کی صحیح تعبیر کرنے سے جلد جلد دفع ہوتے جاتے ہین۔

عبدیت سے جو عدم قابلیت پیدا ہوتی ہے وہ عبد یعنی غلام کی حیثیت سے متعلق کر دی گئی ہے اور غلام کا حال شرعًا نابالغ کا سا ہے اور وہ فاعل مختار نہین سمجھا جاتا۔ مگر چند مدت تک آزادی کا زائل ہو جانا یا یہ کہیے کہ قید یا حبس یا حوالات یا داب ناجائز کی وجہ سے بے اختیار یا بے قابو ہو جاتا چونکہ انسان کی حیثیت پر نہین موثر ہوتا لہذا امتناع شرعی کا سبب نہین ہو سکتا۔ پس جو معاہدہ کسی شخص نے داب ناجائز یا جبر سے کیا ہو وہ جائز ہو گا اگر اُسکی تصدیق وہ شخص جسنے وہ معاہدہ کیا ہے داب ناجائز یا جبر رفع ہو جانے کے بعد کر دے۔ فقہ کی کتابون مین ایک خاص باب جبر و اکراہ کی بحث مین لکھا ہے اور گو بعض اصول اکراہ بادی النظر مین اُن قواعد سے جنکو انگلستان کی عدالتین داب ناجائز کے مقدمات مین جاری کرتی ہین کمتر نظر آتے ہین مگر عموما دونون قسم کے اصول باہم مشابہ ہین۔

یہ مسئلہ کہ جب کسی آزاد اور صحیح العقل اور بالغ آدمی نے کوئی معاہدہ کیا ہو تو جبر و اکراہ کی علت لگکے
اُس سے بچنے کے لیے یہ ثابت کرنا ضرور ہے کہ مجھپر دھمکی جو دیتا تھا اُسکو عمل مین بھی لا سکتا تھا
اور وہ دھمکی فی نفسہ ایسی تھی جسکا اثر ایک عاقل آدمی کے کردار پر ہوتا۔ یہ مسئلہ صرف ایک
دوسری صورت اس قاعدہ معدلت کی ہے کہ وہ داب ناجائز ایسا تھا کہ یہ گمان ہو سکتا ہے
کہ وہ اس شخص کو جسپر اُسکا اثر پہونچا تھا اپنے اختیار یا مرضی کو عمل مین لانے سے باز رکھ سکتا تھا
الغرض جب کوئی ایسی بات ہوئی ہو کہ جس شخص نے معاہدہ کیا ہو اُسکو اپنے فعل پر اختیار نہ باقی رہا ہو
اور اُسپر جعل یا فریب کرنے کا موقع کسی کو ملا ہو تو اُس معاہدہ کو منسوخ کر دینا قاضی کو جائز ہے۔
چنانچہ ہدایہ مین لکھا ہے کہ۔ اکراہ جب صادق آئے گا کہ جب اکراہ کرنے والا جو دھمکی دیتا ہو اُسکو
عمل مین لانے پر قادر ہو خواہ وہ سلطان ہو خواہ اور کوئی شخص ہو جیسے مثلاً چور۔ اسکی وجہ یہ ہے
کہ اکراہ ایک فعل ہے جو ایک شخص دوسرے پر کرتا ہے اور جسکے سبب سے دوسرے کی مرضی بالاے
طاق رکھی رہتی ہے حالانکہ اُس فعل کو کرنے کی قدرت اُسکو تب بھی باقی رہتی ہے اور یہ کیفیت
نہین ہوتی تاوقتیکہ دوسرا شخص جو مجبور کیا گیا ہے ڈرایا نہ جاے اور اُسکو یہ خوف نہ ہو کہ اگر وہ فعل
نہ کرونگا جسکا خواہان یہ شخص (اکراہ کرنے والا) ہے تو جس خرابی کی یہ دھمکی دیتا ہے اُس مین مبتلا
ہو جاؤنگا اور یہ خوف اور اندیشہ نہین ہو سکتا تاوقتیکہ اکراہ کرنے والا یہ قدرت نہ رکھتا ہو
کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہے اُسکو کر دکھاے۔ اور اگر یہ قدرت رکھتا ہے تو عام ہے اس بات سے
کہ سلطان ہو یا اور کوئی شخص ہو۔ یہ قول جو امام اعظم ابو حنیفہ کا لکھا ہے کہ اکراہ کوئی نہین
کر سکتا مگر سلطان اسکی نسبت علماء نے فرمایا ہے کہ یہ اختلاف راے صرف انقلاب زمانہ سے
پیدا ہوا ہے اور کوئی وجہ نہین ہے کیونکہ امام اعظم کے وقت مین سلطان کے سواے کوئی شخص
کوئی اختیار نہ رکھتا تھا مگر بعد اُسکے دنیا کے رسوم مین بہت سے تغیرات ہوے۔ واضح ہو
کہ جسطرح اکراہ کے ثبوت کے لیے یہ ضرور ہے کہ اکراہ کنندہ جس بات کی دھمکی دیتا تھا اُسکے فعل پر
قادر تھا اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ جو شخص مجبور کیا گیا ہے اُسکو یہ خوف ہو کہ جس بات کی دھمکی دی ہے

وہ یقیناً وقوع مین آئیگی اور یہ خوف صرف ایک خیال خام ہو بلکہ شخص مجبور کو ظن غالب ہو کہ جابر جس بات کی دھمکی دیتا ہے اُسکو کر گذرے گا اور جو فعل اُس سے کرانا منظور ہی اُسکو زبردستی کرلیگا

جس شخص سے کوئی معاہدہ جبراً کرالیا گیا ہو اُسکو اختیار ہے کہ بعد ازان اُسکو فسخ کرے اگر کوئی شخص دوسرے پر اسطرح جبر کرے کہ اُسکو زخمی کرے یا مارے یا قید کرے تاکہ وہ اپنی جائداد کو فروخت کر ڈالے یا کوئی جائداد خرید لے یا یہ قبول کرلے کہ مین فلان شخص کا ہزار درہم کا قرضدار ہون یا اپنے مکان کو کرایہ پر دے اور وہ دوسرا شخص یعنے جابر اُس شخص کی جائداد کو بیچ ڈالے یا کوئی مال تجارت خرید لے یا اور کوئی بات کرے تو مجبور کو اختیار ہی کہ بعد ازان اُسی فعل کا پابند رہے جو اُس سے جبراً کرالیا گیا ہی یا اُسکو فسخ کرے اور جو شی بیچ ڈالی گئی ہی اُسکو واپس کرلے یا جو چیز خریدی گئی ہے اُسکو واپس کر دے۔ اسواسطے کہ ایسے معاہدات کے جواز کی ایک شرط ضروری یہ ہی کہ طرفین کی رضامندی سے ہوئے ہون مگر اس صورت مین تو ایسا نہین ہوا کیونکہ جب زد و کوب کرکے جبر کیا جاتا ہی تو ناخوشی پیدا ہوتی ہی اور وہ معاہدہ باطل ہوجاتا ہی الا اینکہ جبر کا ذریعہ خفیف یا کم حقیقت ہو مگر یہ قاعدہ اُس صورت مین نہ جاری ہوگا جبکہ فقط ایک ضرب لگاکر یا صرف ایک روز قید کرکے جبر کیا جائے اسواسطے کہ اتنی مار یا قید سے اکثر خوف نہین پیدا ہوتا پس ایک ضرب یا ایک دن کی قید سے کہ گواہ نہین ثابت ہوتا مگر یہ کہ شخص مجبور کوئی معزز آدمی ہو جسکے لیے اتنی سی قید یا مار بھی باعث توہین و آبروریزی ہو کیونکہ ایسے شخص کے باب مین اکراہ اسی قدر جبر سے ثابت ہوجاتا ہے اور اتنی ہی بات سے اُسکا اختیار یا قابو جاتا رہتا ہے۔

پس جیسا قانون انگلستان مین ہے ویسا ہی شرع محمدی مین بھی اکراہ واقعی قید یا نظربندی یا ہتکڑی پر منحصر نہین ہے بلکہ اکراہ ان سب صورتون پر حاوی ہے جن مین کوئی شخص بے قابو ہوگیا ہو اور خوف و دہشت کے مارے یا اپنی جان یا دوسرے کی جان کے اندیشہ سے بے بس ہوگیا ہو کوئی اشد ضرورت لاحق ہونا یا کسی مصیبت عظیم مین مبتلا ہوجانا یا معاہدین یعنے باہم معاہدہ کرنیوالے اشخاص مین جو تعلق ہوتا ہے اُسکی حقیقت کو بالکل غلط سمجھنا یا تدلیس و تلبیس کرنا یا ایک شخص کا دباؤ

دوسرے شخص پر ہونا۔ یہ سب باتین۔ اکراہ مین داخل ہین۔ شرع محمدیؐ مین کچھ خاص احکام ان اشخاص کے فرائض کے باب مین نہین ہین جو واہب کے معتمد علیہ یا راز دار ہون ایسے مقدمات سے عموماً وہ قواعد متعلق ہین جو انگریزی عدالتون مین جاری ہین۔ ہائی کورٹ بمبئی نے اس باب مین اسقدر مبالغہ کیا ہو کہ ایک ہبہ کو ناجائز قرار دیا ہو جو اُن اصول کے خلاف تھا جو درباب تعلقات اُن اشخاص کے جو واہب کے معتمد علیہ یا راز دار ہون انگلستان کے عدالتون مین جاری ہین حالانکہ اس مقدمہ مین واہب ایک مسلمان عورت تھی کہ ہبہ کرنے کی قابلیت شرعیہ رکھتی تھی۔ اور اُسی اصول کو پریوی کونسل نے بھی بمقدمہ ٹھاکر دین بنام سید علی حسین خان بیان اور نافذ کیا[۱]۔

جواز ہبہ کی ایک شرط یہ بھی ہو کہ شے موہوب واہب کی ملکیت ہو ورنہ ہبہ باطل ہوگا۔ جب کوئی شخص نہایت مقروض ہو یا دوالیہ ہو تو وہ ہبہ کرسکتا ہو۔ مالکیہ اور حنفیہ نے اس مسئلہ کے دو جواب لکھے ہین گو نتیجہ پر دونون کا اتفاق ہو۔ مالکیہ کا یہ قول ہے کہ جس شخص کی یہ حالت ہو اُسکو اپنی جائداد کی نسبت کوئی ایسی کارروائی کرنا شرعاً ممنوع ہو۔ حنفیہ کے نزدیک عدم قابلیت شرعیہ تو نہین ہو مگر قاضی کو اختیار ہو کہ قرضخواہون کے کہنے سے اُس فعل کو ناجائز کر دے یہ موافق اصول قانون انگلستان کے ہو کہ اُس قانون کی رو سے جو ہبہ بر غداوغبت مگر واسطے محروم کرنے قرضخواہون کے کیا گیا ہو وہ باطل اور کالعدم ہو۔ صرف قرضدار ہونا کوئی دلیل عدم جواز ہبہ کی نہین ہوسکتی بلکہ ایسی ہبہ کا قرضخواہون کے مقابل مین خواہ وہ اُسوقت موجود ہون خواہ بعد ازان پیدا ہوے ہون ناجائز ہو جانا اُسپر موقوف ہو کہ وہی جائداد ہبہ کی ہو جو اُس قرضہ کی علت مین لیجاتی[۲]۔

---

[۱] انڈین لا رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ سلسلہ بمبئی ۱۲ ہستہ۔

[۲] اسٹوری صاحب کی کتاب علم فقہ مین جلد ا صفحہ ۳۶۷ ۔ ۲ امنہ مقدمہ رام تو مکرجی بنام بی بی رینت فلٹن صاحب کا لا رپورٹ صفحہ ۱۵۲ مقدمہ چندر مادہ بنام امیر علی وغیرہ جلد ۲۵ لا رپورٹ صفحہ ۱۱۹ مقدمہ اسکارفٹ بنام سولبی عرضی نالش مین لکھا تھا کہ ہبہ نامہ لکھنے کے وقت واہب دوالیہ تھا اور بہت پریشان حال اور چند اشخاص کا قرضدار تھا اس مقدمہ مین تجویز کیا گیا کہ درصورت نہ موجود ہونے دوالیہ پن کے ثبوت کے صرف یہ امر کہ اُسوقت واہب کچھ قرضدار تھا

جو اصول ایسی صورتوں سے متعلق ہو سکتے ہین وہ مقدمات مندرجہ حاشیہ مین شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گیے ہین - عورت کا نکاح ہوجانا اِس سے مانع نہین ہے کہ بقاے نکاح کے زمانہ مین کوئی انتقال وہ اسطرح عمل مین لائے کہ گویا اِسکا نکاح ہوا ہی نہین یا وہ مجرد ہے —

ابطال ہبہ کے لیے کافی نہین ہے بی بی زینت کے مقدمہ کا فیصلہ ایسا اہم ہے کہ اُسکو تفصیلاً نقل کرنا ضرور ہے وہ فیصلہ یہ ہے پیل صاحب چیف جسٹس جو عبارت میکناٹن صاحب کی شرح محمدی صفحہ ۲۳۲ سے منجانب خریدار مدعی نقل کی گئی ہے وہ اِس مقدمہ سے متعلق نہین ہے بلکہ وہ اسصورت سے متعلق ہے جسمین روپیہ کے معاوضہ مین روپیہ ہبہ کیا گیا ہو اور اس صورت مین قبضہ شرط ہے - لیکن اس مقدمہ مین مدعی کا خریدار بہ ماتحتی جمعیت خارج دعوی کرتا ہے اور اِس حیثیت سے اِس ہبہ نامہ کی عبارت اُسکے دعوی کی مانع ہے اور یہ ہبہ نامہ بیشتر کی تاریخ کا لکھا ہوا ہے - یہ ایسا مقدمہ نہین ہے جسمین آسانی نے ہبہ نامہ کے جواز مین قرضخواہون کے فائدے کے لیے بحث کی ہو - اِسمین شک نہین ہے کہ یہ ہبہ نامہ اصلی و واقعی ہے اور تحریر کے وقت کے باب مین چونکہ کوئی شہادت خلاف نہین پیش کی گئی ہے لہذا ہمکو گمان کرنا چاہیے کہ یہ ہبہ نامہ اُسی تاریخ تحریر ہوا تھا جو تاریخ اِسمین لکھی ہے اِس دستاویز کا ثبوت معمولی طور سے ہوا ہے یعنی ایک گواہ کو جسکے دستخط اِسپر ہین بلاکر پوچھ لیا ہے اِس سے زیادہ ثبوت لینے کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن جس قاضی کے پیشتر کے قاضی کے سامنے اسکی رجسٹری ہوئی تھی وہ اِس قیاس کی تصدیق مین بیان کرتا ہے کہ میری راے مین یہ ہے اور میرے محکمہ کا عملدرآمد بھی یہی ہے کہ اُس قاضی کی مہر جسنے اِس ہبہ کی رجسٹری کی ہے تقریباً اِسیوقت ثبت ہوئی تھی جسوقت اُسکا ثبت ہونا بیان کیا گیا ہے - مگر یہ بیان قاضی کا صرف ہمارے قیاس کا موید و مستند ہے - پس جب یہ دستاویز پیشتر کی تاریخ کی ہوئی تو اُسکے بعد کا خریدار اُسپر فریب کا شبہ ضرور کریگا مگر وہ سبب جو جنسے ایک دستاویز عموماً مشکوک ہوجاتی ہے اِس مقدمہ مین نہین ہین - ہمارے روبرو کوئی شہادت اِس امر کی نہین پیش ہوئی ہے کہ ہبہ کرنے کے وقت واہب قرضدار تھا نہ کوئی شہادت اِس بات کی ہے کہ اُسنے یہ ہبہ نامہ اپنے تئین دوالیہ سمجھکر اور قرضخواہون کو فریب دینے کے لیے تحریر کیا تھا - علاوہ برین یہ ہبہ مطلق کا مقدمہ نہین ہے بلکہ ہبہ بالعوض کا مقدمہ ہے - مدعی کا خریدار اُس سے بہتر حیثیت نہین رکھتا ہے جو واہب کی حیثیت ہے پیشتر کی دستاویز یعنی مہرنامہ اور اُسمین قبضہ دینے کا ذکر ہونا جسطرح ایک شہادت خلاف واہب کے ہے اُسی طرح واہب کے خریدار کے بھی خلاف ہے جسکا مرتبہ اُسکے بعد ہے پس شہادت سے صاف ثابت ہے کہ قبضہ دیا گیا تھا - مگر ہبہ مطلق کی صورتون مین بھی کسی کتاب سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ قبضہ علی الاتصال رہنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا محض حماقت ہے کہ شوہر کبھی اُس مکان مین نہ رہے جو اُسنے اپنی زوجہ کو دے ڈالا ہے اگرچہ ہبہ کا جواز قبضہ پر موقوف ہے مگر بیع کا جواز قبضہ پر نہین موقوف ہے بلکہ معاہدہ پر موقوف ہے اور بلکہ عبارت میکناٹن صاحب کی شرح محمدی ۲۱۲ سے نقل کی گئی ہے اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس ہبہ نامہ کے

جو ہبہ اُس شخص نے کیا ہو جو مرض الموت مین مبتلا ہو اُسکے باب مین مختلف فرقون کے مختلف اقوال ہین۔ مالکیہ کے نزدیک ایسا ہبہ ناجائز ہے مگر جامع الشتات مین جو ایک نہایت معتبر کتاب شیعون کی ہے یہ لکھا ہے کہ جو ہبہ اُس شخص نے کیا ہو جو ایسے مرض مہلک مین مبتلا ہو جو باعث اُسکی ہلاکت کا ہوا ہو وہ شرعاً جائز ہے بشرطیکہ واہب کے مرنے کے پیشتر قبضہ دلا دیا گیا ہو اور بشرطیکہ واہب کے ہوش و حواس بخوبی درست ہون یہ اصول استفتائے ذیل مین بیان کیا گیا ہے

سوال

چہ میفرمایند درین مسئلہ کہ ہرگاہ شخصی در مرض الموت ہبہ و بخشش نماید کل مال خود را بہ شخصی در حال صحت عقل آیا این ہبہ معتبر و صحیح است از اصل مال یا از ثلث و آیا در لزوم این ہبہ شرط است تصرف متہب در مال یا نہ بفرض اشتراط آیا تصرف در بعض در حکم تصرف در کل است یا نہ و ہرگاہ واہب موہوب را بہ تصرف متہب بدہد و متہب را در دولائہ طاق واہب در گذاشتہ و کلید آن دولائہ را خود متہب بردارد آیا این تصرف معتبر در شرع میگویند یا نہ و ہرگاہ یورتے را متہب ہبہ نمودہ باشد و رفع موانع از تصرف متہب نمودہ باینمعنی کہ متہب دران یورت آمد و شد کند و واہب مانع او نشود ولیکن واہب بجہت ناخوشی و بیماری دران یورت خوابیدہ باشد آیا این تصرف متہب میگیرند یا نہ فقط

جواب

بلے ہبہ صحیح است و اظہر این است کہ در تمام مال صحیح است و منحصر در ثلث نیست و تصرف و قبضہ در مطلق ہبہ شرط است و بدون آن لزومی ندارد و اگر قبل از قبض بمیرد ہبہ باطل میشود مگر آنکہ متہب صغیر باشد و واہب ولی باشد کہ قبض ولی قبض صغیر است۔ و ضرورت بہ قبض علیحدہ نیست و قبض بعض در

معنے ان قواعد کے موافق کرنے چاہیےن جو بیع سے متعلق ہین اس ہبہ کے بموجب زوجہ کا حق قائم رہ سکتا ہے مگر معاوضہ نہ دینے کی وجہ سے دیگر موہوب لہم کا حق نہین قائم رہیگا۔ چونکہ مدعا علیہ نے کل مکان کے دعوی کی جوابدہی کی ہے مگر صرف اسکے ایک جزو پر اپنا حق ثابت کیا ہے لہذا ڈگری مدعی کے خریدار کو ملنی ضرور ہے مگر اسکا اجرا اُس جزو مکان پر محدود رہنا چاہیے جو زوجہ کو اس ہبہ نامہ مین ہبہ نہین کر دیا گیا ہے۔ تاہم لائق صاحب ڈسٹرکٹ جج کو ہم اجازت دیتے ہین کہ اس بات کی تحریک کرین کہ مدعی کے خریدار کو کل مکان ملنے کا حکم دیا جاے اگر غور کرینگے بعد انکو معلوم ہو کہ شرع محمدی کے اصول کے بموجب وہ ایسے حکم کے مستحق ہین۔

لزوم کل کافی نیست و در منقولات ہمان اخذ باید بخصوص باین نحو کہ در جای مضبوط کند کافیست هر چند در خانہ واہب باشد و ہمچنین در اقباض بورث تخلیہ باو در رفع مانع از تصرفات کافیست ہرگاہ مقصد اقباض بود ہ و خوابیدن خود او در انجا مانع از تخلیہ نمیدانست و ظاہر اینست کہ ہرگاہ بگوید خانہ از تو و تصرف کن بیاد بیرد لکن من ہم چند روز سے در اینجا ہستم چون بجا رم یا اینکہ در عرف و عادت مضائقہ از بودن در ان مکان نمی شدہ و می گفتہ اند کہ بہ تصرف او داده کافیست و شاید این از باب اقباض صندوق باشد یا وجود آنکہ متاع واہب در آن باشد فقط۔

مگر شرایع الاسلام مین یہ اصول اور ہی طور سے لکھا ہے۔ یعنی اُسمین یہ لکھا ہے "کہ جب کسی شخص نے مرض مہلک کی حالت مین ہبہ کیا ہو لکن بعد اُسکے تندرست ہو جاے تو وہ ہبہ جائز ہے" لیکن اگر وہ اُس بیماری سے مرجاے اور اُسکے ورثہ اُس ہبہ سے راضی نہون تو حدیث صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہبہ صرف بقدر ثلث مال کے جائز ہے۔ اِن مختلف اقوال مین توافق کرنا بہت دشوار ہے الا اینکہ یہ سمجھا جاے کہ جامع الشتات مین جو مسئلہ لکھا ہے وہ ورثہ کی نارضامندی سے متعلق نہین ہے گو بادی النظر مین اُسکی عبارت سے ایسا نہین معلوم ہوتا۔ شرایع الاسلام کے موافق شیعہ کا اصول اِس مسئلہ مین حنفیہ کے اصول کے بالکل موافق ہے۔ جب اُن مقدمات کے فیصلون کو خیال جاتا ہے جن مین شیعہ اور سُنی دونونکے باب مین یہ تجویز کیا گیا ہے کہ جو ہبہ مرض الموت کی حالت مین ہوا ہو تا وقتیکہ ورثہ راضی نہون صرف واہب کے مال کے ایک ثلث مین نافذ ہو سکتا ہے تو یہ گمان ہوتا ہے کہ ہندوستان کی عدالتون کو سمجھا کر وہ اصول قبول کرالینا جو جامع الشتات مین لکھا ہے دقت سے خالی نہین ہے اس مسئلہ کی تحقیق و تشریح بخوبی کیجاے تب اُسکا فیصلہ محدود طور سے ہوسکتا ہے۔

پس شرایع الاسلام کے موافق یہ ہے کہ اگر واہب ہبہ کرنیکے بعد و قبضہ دینیکے قبل مرجاے تو وہ ہبہ اُسکی میراث مین شامل ہو جائیگا یہ دونون قول آسان ہین اور بآسانی ثابت ہو سکتے ہین ۔ حنفیہ کے مذہب مین وہ ہبہ جو اس حالت مین

سلہ شرایع الاسلام صفحہ ۲۴۲ - ۱۲ منہ

ہوا ہو جبکہ واہب مرض الموت مین مبتلا ہو ثلث مال مین نافذ ہو سکتا ہے۔ اور لفظ مرض الموت کی توضیح فتاواے عالمگیری مین اِس طرح کی ہے ۔

جب کوئی بیمار عورت اپنا مہر شوہر کو بخشدے تو یہ ہبہ صحیح ہے اگر وہ اُس بیماری سے اچھی ہو جاے اور اگر وہ اُس مرض سے مر بھی جاے تو بھی اگر وہ مرض الموت نہ تھا تو وہ ہبہ بلا رضامندی ورثہ بھی جائز ہوگا۔ اور مرض الموت کی تعریف یہ لکھی ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے کہ جب ایسی بیماری ہو کہ اُس سے ہلاک ہو جانیکا ظن غالب ہو تو وہ مرض الموت ہے خواہ مریض صاحب فراش ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو۔ ابو لیث کا قول ہے کہ جب آدمی استادہ ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو یہی مرض الموت ہے۔ قول مختار یہی ہے۔ ایک بیمار عورت اپنے شوہر کو مہر بحل کر کے مر گئی تو امام زفرنے فرمایا کہ اگر ہبہ کے وقت وہ عند الضرورت کھڑی ہو سکتی تھی اور بغیر کسی سہارے کے اٹھ سکتی تھی تو وہ صحیح سمجھی جاے گی اور وہ ہبہ جائز تصور ہوگا۔ بہت معتبر تعریف مرض الموت کی یہ ہے کہ وہ بیماری جسمین ظن غالب ہو کہ مریض ہلاک ہو جاے گا عام اِس بات سے کہ مریض کاروبار ے ضروری کے لیے گھر سے باہر نکل سکے یا نہ نکل سکے مثلاً اگر وہ فقیہ ہے تو مسجد مین جا سکے یا نہ جا سکے اور اگر تاجر ہے تو اپنی دوکان مین جا سکے یا نہ جا سکے اور اگر عورت ہے تو گھر کے اندر کام کاج کر سکے یا نہ کر سکے مسلول اور مفلوج اور مدقوق اور وہ شخص جسکا ایک ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا فالج گرا ہو جب انکو یہ امراض مزمن لاحق ہو چکے ہوں اور موت کا خوف نہو تو یہ سب لوگ اپنی کل جائداد کو ہبہ کر سکتے ہین لکن جب کسی عورت کو دردزہ ہو تو اُس حالتمین جو افعال اُس سے صادر ہون وہ صرف اُسکے ثلث مال مین نافذ ہونگے مگر جب وہ خلاصی پاے تو اسکے افعال کل جائداد مین نافذ ہونگے۔ اور اگر دردزہ کے عالم مین مہر شوہر کو بخشدے اور نفاس کی حالتمین مر جاے یہ ہبہ بلا جائز ہوگا مگر ردالمحتار مین یہ قاعدہ اسطرح لکھا ہے کہ مرض الموت کا زمانہ ایک سال ہے اور ہبہ اور وقف اور عقود شرعیہ جو اس زمانہ مین ہوے ہون بمنزلہ وصایا کے ہین اور ثلث مال مین نافذ ہونگے ۔

---

[۱] اسی کتاب مین دوسرے مقام پر یہ عبارت لکھی ہے۔ ویبطل ہبۃ مقعد و مفلوج و اشل و مسلول بہ علۃ السل فہو قرحۃ فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ و لم یخف موتہ منہ و ان خیف موتہ فمن ثلثہ لا نہا امراض مزمنۃ

بشرطیکہ واہب کی حیات میں قبضہ ہوگیا ہو۔ اگر موہوب لہ کا قبضہ کرانے کے پیشتر واہب
مرجائے تو وہ وصیت باطل ہوگی کیونکہ مریض کا ہبہ بمنزلہ وصیت ہی جیسا کہ قاضی خان اور
اور علمائے اِس مسئلہ کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ (فتاوائے عالمگیری)۔

لاقاتلة قبل مرض الموت ان لایخرج لحوائج نفسه وعلیه اعتمد فی التجرید بزازیة والمختار انه ما کان الغالب
منه الموت وان لم یکن صاحب فراش قهستانی عن هبة الذخیرة ـ (قوله هبة مقعد الخ) المقعد بالضم
والفتح من لایقدر علی القیام والمفلوج من ذهب نصفه وبطل عن الحس والحرکة والاشل من شلت یده
نهایه ـ (قوله به علة السل) هو اولی مما فی النهایة عن المغرب ان المسلول من سلت خصیتاه لما قال
الاتقانی انه لایناسب هنا لانه بعد تطاول الزمان لایسمی مریضا اصلاً ـ (قوله ان طالت مدته سنة)
هذا علی ما قال اصحابنا وبعضهم قالوا ان عدّه العرف تطاول فتطاول والافلا قهستانی (قوله فلم یخف موته
منه) هذه الجملة وقعت موضحة للجملة الشرطیة حموی عن المفتاح ـ ثم المراد من الخوف الغالب منه
لانفس الخوف کفایة وفسر القهستانی عدم الخوف بان لایزداد ما به وقتا فوقتا لانه اذا تقادم العهد صار
طبعا من طباعه کالعمی والعرج وهذا لان المانع من التصرف مرض الموت وهو ما یکون سببا للموت
غالبا وانما یکون کذلک اذا کان بحیث یزداد حالا فحالا الی ان یکون آخره الموت واما اذا استحکم وصار
بحیث لایزداد ولایخاف منه الموت لایکون سببا للموت کالعمی ونحوه اذ لایخاف منه وهذا لایشتغل بالتداوی (قوله
والاتطل ولم یخف موته) عبارة القهستانی والایکن واحد منها بان لم تطل مدته بان مات قبل سنة او خیف
موته بان یزداد ما به یوما فیوما ـ ومفهومه انه اذا لم تطل ولم یخف موته فهو من الثلث ویخالفه عبارة
الزیلعی ونصها ای ان لم یتطاول یعتبر تصرفه من الثلث اذا کان صاحب فراش ومات منه فی ایامه لانه فی
ابتداءه یخاف منه الموت ولهذا یتداوی فیکون مرض الموت وان صار صاحب فراش بعد التطاول
فهو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته من الثلث وهو الموافق لکلام الشارح وبقی اذا ما طال وخیف موته
ومقتضی عبارة القهستانی انه من الثلث ایضا وهو المفهوم من تقیید المصنف ما یکون من کل المال
بقوله ولم یخف موته (قوله لانها امراض مزمنة) ای طویلة الزمان وهو تعلیل لقوله من کل ماله
فکان ینبغی ذکره قبل قوله والا الخ قال فی المنح وفی الفصول العمادیة واما المقعد والمفلوج قال
فی الکتاب ان لم یکن قد یما فهو بمنزلة المریض اذا کان قد یما فهو بمنزلة الصحیح لان هذه علة
مزمنة ولیست بقاتلة (قوله وعلیه اعتمد فی التجرید) وفی المعراج وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت

علیٰ ہٰذا القیاس وہ بیع جو مرض الموت مین ہوئی ہو ثلث مال مین نافذ ہوتی ہے مریض کا
ہبہ دو حیثیتین رکھتا ہے۔ ایک حیثیت سے وصیت کا حکم رکھتا ہے اور دوسری حیثیت سے
یعنی باعتبار اقباض یا قبضہ دینے کے ہبہ کا حکم رکھتا ہے۔ وصیت مین حق ملکیت بعد
موت حاصل ہوتا ہے۔ مگر ہبہ مین مال موہوب فوراً متہب کا ملک ہو جاتا ہے۔

پھر فتاوائے عالمگیری مین لکھا ہے کہ۔ جب بیمار آدمی ہبہ کرتا ہے تو وہ ہبہ ثلث مال
سے زیادہ مین نہین نافذ ہو سکتا ہے اور ثلث مال سے زائد جو کچھ ہو موہوب لہ کو چاہیے اسکو
واپس کرے۔ اور یہی قاعدہ بیع مین بائع پر بھی صادق آتا ہے۔

یہ تجویز ہوا ہے کہ ہبہ نامہ جو اُسوقت تحریر ہوا ہو جبکہ واہب قریب بمرگ تھا موثر نہین
ہو سکتا مگر بطور وصیت نامہ کے اور اگر کسی وارث کے نام تحریر کیا گیا ہو تو بدون اجازت
دیگر ورثہ کے موثر نہ ہو گا۔

حنفیہ کے مذہب مین مرض الموت کا لفظ نہ صرف اُن امراض سے متعلق ہے جو
فی الواقع موت کا باعث ہوتے ہین بلکہ اُن امراض سے بھی متعلق ہے جنسے موت کا ظن
غالب ہو اور مریض کے دل مین جس سے موت کا خوف پیدا ہو۔

لیکن ہائی کورٹ الہ آباد نے یہ تجویز کیا ہے کہ جب مرض مزمن ہو مگر فوراً مر جانیکا خوف نہو تو بیمار اپنی
تمام جائداد کو ہبہ کر سکتا ہے۔ اور مرض مزمن وہ ہے جو سال بھر سے لاحق ہو مگر فوراً مر جانے کا اندیشہ نہو
پھر بمقدمہ لبشی بی بی بنام بتن بی بی ہائی کورٹ الہ آباد نے تجویز کیا کہ جو ہبہ کسی مسلمان نے

فقال کثرت فیہ اقوال المشائخ واعتمادنا علی ذلک علی قول الفضلی وھو ان لا یقدر ان یذھب
فی حوائجہ نفسہ خارج الدار والمرأۃ لحاجتہا داخل الدار لصعود السطح ونحوہ وھذا الذی جرے
علیہ فی باب طلاق المریض وصححہ الزیلعی اقول الظاھر انہ مقید بغیر الامراض المزمنۃ التی طالت ولم یخف
منہا الموت کالفالج ونحوہ وان صیرتہ ذا فرش ومنعتہ عن الذھاب فی حوائجہ فلا یتجہ ما جرے
علیہ اصحاب المتون والشروح ہنا تامل (قولہ والمختار الخ) کذا اختارہ صاحب الہدایۃ فی کتاب التجنیس
سلہ رد المحتار صفحہ ۶۲۸-۱۲ منہ۔ سدر لینڈ صاحب کا ویکلی رپورٹر صفحہ ۱۷-۲ منہ سلہ یہ تجویز اس اصول

بیماری کی حالت مین کیا ہو وہ شرع محمدی کی رو سے ناجائز نہین ہی بشرطیکہ ہبہ کرنے کے وقت اُسکی بیماری مزمن ہو چکی ہو یعنے سال بھر کی ہو چکی ہو اور اُسکے ہوش و حواس بالکل درست ہون اور اُسکے فوراً مرجانیکا اندیشہ نہ ہو۔ اِس فیصلہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ جب واہب کسی مرض مین بیس روز سے زیادہ مبتلا ہو اور اُسکے ہوش و حواس درست ہون اور اُسکے فوراً مرجانیکا اندیشہ نہ ہو تو ہبہ جائز ہوگا گو وہ ہبہ کرنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مرجاے مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ آیا اسی بیماری سے مرجاے یا اور کسی سبب سے ہلاک ہو جاے۔

بمقدمہ غلام مصطفی بنام حرمت اُسی عدالت نے تجویز کیا ہی کہ جو احکام شرع محمدی اُس ہبہ سے متعلق ہین جو کسی شخص نے مرض مہلک کی حالت مین کیا ہو وہ اُس ہبہ سے متعلق نہین ہین جو بعوض دین مہر کیا گیا ہو اور جو فی الحقیقت ایک قسم کی بیع ہے۔

پس اِس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو شخص ایسے مرض مین مبتلا ہو وہ اپنی کل جائداد کو شرعاً ہبہ نہین کرسکتا تا وقتیکہ ایک سال اُسوقت سے نہ گذر چکا ہو جب اُسکو پہلے پہل وہ مرض لاحق ہوا تھا۔ جب ہبہ اس شخص نے کیا ہو جو ایسی بیماری مین مبتلا ہو تو وہ ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا اگر واہب نے موہوب لہ کا قبضہ کرا دیا ہو۔ شرایع الاسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعون کے مذہب مین بھی یہی ہے۔ مگر جامع الشتات مین اُس اصول کو اور ہی طور سے بیان کیا ہے جیسا سابق مین لکھا گیا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ آیا وکیل اپنے موکل کی طرف سے شرعاً ہبہ کرسکتا ہے سو وکیل و موکل دونون کے اختیار ہبہ کی ایک ہی حد ہی۔ عموماً شوہر اپنی زوجہ کا وکیل نہین ہے۔

فصل سوم

موہوب لہ

ہر شخص کے نام ہبہ ہو سکتا ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت خواہ صغیر ہو خواہ کبیر اور خواہ کسی مذہب و ملت کا ہو بشرطیکہ موہوب لہ ہبہ کے وقت موجود ہو۔ پس اُس لڑکے کے نام ہبہ کرنا جو ابھی پیدا نہ ہوا ہو یا موجود نہ ہو حقیقۃً یا مجازاً جائز نہین ہے۔ مگر جو لڑکا رحم مادر مین ہو اُسکے نام

ہبہ[4] کرنا جائز ہی بشرطیکہ ہبہ سے چھ مہینہ کے اندر پیدا ہو جاے کیونکہ اس صورت مین یہ قیاس کیا جائیگا کہ وہ لڑکا نفس الامر مین موجود تھا گو رحم مادر مین سہی[2] ۔ اگر زید کو کوئی جائداد تاحیات ہبہ کیجاے اور بعد اُسکے ایسے شخص کو جو موجود نہ ہو تو حنفیہ کے مذہب مین زید کا ہبہ بطور ہبہ مطلق کے نافذ ہوگا مگر مذہب شیعہ مین زید تاحیات اُس جائداد پر قابض رہے گا اور اُسکی وفات کے بعد وہ جائداد واہب[3] یا اُسکے ورثہ پر عود کرے گی ۔

مگر جو ہبہ[4] زید اور اُسکی اولاد کو عموماً اور نسلاً بعد نسل کیا گیا ہو یا جو ہبہ ایسے الفاظ سے کیا گیا ہو جنسے خواہ مخواہ یہی معلوم ہوتا ہو کہ یہ جائداد بے قید اور بلا عذر ہبہ کی گئی ہے وہ ہبہ مطلق کے طور پر نافذ ہوگا

موہوب یعنی جو جائداد ہبہ کی ہے

کوئی شے[5] جسپر اختیار یا حق ملکیت عمل مین آسکے یا کوئی چیز جسپر فی الحال یا آیندہ قبض و تصرف ہو سکے یا کوئی چیز جو لفظ مال کے معنی مین آسکے ہبہ ہو سکتی ہے ۔ اشیاء معلق (یعنی جو چیزین نالش یا اور کارروائی سے مل سکتی ہون) اور حقوق غیر مادی بھی اسیطرح ہبہ ہو سکتے ہین جس طرح مال مجسم ہبہ ہو سکتا ہے ۔ چنانچہ کفایہ مین لکھا ہے کہ وہ جب قرضہ کا خیال بلحاظ امید اُسکی ادائی کے کیا جاے تو وہ مال مجسم ہے کیونکہ اُسپر زکات واجب ہے اور لائق تملیک ہے ۔ مگر بلحاظ حاجت موجودہ کے قرضداری ایک وصف ہے اور لائق اسقاط ہے ۔ لہذا قرضہ قرضدار کو ہبہ کرنا جو بمنزلہ اسقاط کے ہے عقلاً اور شرعاً دونون طرح سے جائز ہے مگر قرضہ اور کسی شخص کو ہبہ کردینا جو بمنزلہ تملیک یا انتقال جائداد کے ہے صرف شرعاً جائز ہے

---

[1] مسماۃ لبتی بی بی بنام مسماۃ ہبن بی بی ۔ لارپورٹ ہائی کورٹ ممالک مغربی وشمالی جلد ۶ صفحہ ۱۵۹ ۔ ۱۲ منہ
[2] بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۵۱۷ ۔ ۱۲ منہ [3] اگر واہب کہے کہ مینے تجھکو یہ مکان تیری زندگی تک دیا ہے اور تیرے جانشین کو تو یہ صرف ہبہ عمری ہوگا یعنی صرف موہوب لہ کی زندگی تک نافذ رہیگا ۔ شرایع الاسلام صفحہ ۲۴۱ ۔ اور کوئری صاحب کے شرع اسلام صفحہ ۵۹۴ ۔ ۱۲ منہ [4] کفایہ جو ہدایہ کے ساتھ چھپا ہی مطبوعہ کلکتہ جلد ۳ صفحہ ۶۹۰ ۔ ۱۲ منہ [5] انڈین لارپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ سلسلہ کلکتہ ۱۲ ۔ منہ

لہذا جو استدلال بمقدمہ[1] ملک عبد الغفور نام سماۃ ملکہ کی گئی ہے وہ محض بے اصل ہے بلکہ برخلاف اُسکے کفایہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک حقوق غیر مجسم اور اشیائے معلق کو ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ قاعدہ عرفاً تسلیم کر لیا گیا ہے اور اُسی پر عملدرآمد بھی ہے اور عرف اور رواج وہ چیز ہے جسکو فقہائے اسلام نے مثل خصوصیات علی وجہ الاستحسان کرنے مین بہت قوت بخشی ہے تاکہ احکام شرع ہمیشہ تمدنی ترقی کے موافق رہین اسیوجہ سے ایسے پرامیسری نوٹون کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے جنکا صرف سود وصول کرنیکا حق موہوب لہ کو حاصل ہو اور حقوق مالکانہ بھی ہبہ کرنا جائز ہے جس سے موہوب لہ کو کسی تعلقہ کی آمدنی مین گورنمنٹ سے حصہ پانیکا حق حاصل ہوجاتا ہے۔ اور مثل اُسکے اور اشیاء کو بھی ہبہ کرنا شرعاً جائز ہے اسی طرح سے بادشاہان اسلام کے عہد دولت مین معافیات شاہی کو بھی اکثر بغیر منتقل کردیا کرتے تھے ہبہ کرنا اُس جائداد کا جو اسامیون کے قبضہ مین ہو جائز ہے کیونکہ ایسے ہبہ کے معنی صرف یہ ہین کہ ٹھیکہ داران یا اسامیان قابض سے لگان وصول کرنیکا حق بخشدیا۔ مگر جب جائداد اور شخص کے پاس اجارہ پر ہو تو اُسکا ہبہ اسطور سے نہین ہوسکتا کہ موہوب لہ کو حق قبضہ داری واقعی حاصل ہوجاوے یا وہ

[1] ایکٹ انتقال جائداد کے بموجب لائق نالش حقوق لائق انتقال بھی ہین مگر دفعہ ۱۳۵ کی رو سے قبضہ واجب منتقل الیہ کو وہ قیمت جو اُسنے ادا کی ہو مع مصارف اتفاقی اور شرح سود دیدے تو بری الذمہ کردیا جائیگا یہ حکم ہبہ سے متعلق نہین ہے مگر آیا ہبہ بالعوض سے متعلق ہے یا نہین اس سوال کا جواب دقت سے خالی نہین ہے ہبہ بالعوض جب فی الواقع ہبہ مطلق نہ ہو تو لینا اور معاف شرعی کے اعتبار سے بمنزلہ بیع کے ہے تاہم اکثر عبارات سے ہبہ مطلق کے قواعد اسمین جاری ہوسکتے ہین۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا دفعہ ۱۳۰ اس ہبہ بالعوض سے متعلق ہوسکتی ہے جسمین کچھ معاوضہ کا دینا ثابت کردیا جاوے مگر دفعہ ۱۲۹ مین جو لکھا ہے وہ بھی ذہن مین رہے۔

میکناٹن صاحب کی شرح محمدی مین وصیت ناموں کی بحث مین لکھا ہے کہ لفظ تملیک ایک عمیم المعنی لفظ ہے اور ہبہ سے متعلق ہوسکتا ہے خواہ ہبہ مشروط ہو خواہ غیر مشروط اور بیع اور وصیت سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ مگر لفظ ہبہ کے یہ معنی ہین کہ جائداد کا کسی کے نام فوراً اور بلا معاوضہ منتقل کردینا پس تملیک اور ہبہ مین یہ فرق ہے کہ تملیک عام ہے اور ہبہ خاص ہے اشباہ النظائر مین یہ عبارت لکھی ہے کہ وہ جس امر سے تملیک متحقق ہوتی ہے وہ مبادلہ مال کا ہے پس مہر یعنی وہ معاوضہ جو شوہر زوجہ کو طلاق کے بابت دیتا ہے اور میراث اور ہبہ اور زکات اور وصیت اور وقف اور اشیاء اور حیوانات مباح کو بطور مال غنیمت لے آنا اور مقتول کے ورثہ کو اُسکا خون بہا دینا یہ سب اقسام تملیک ہین ۱۲ منہ ۵۲ مجمع الانہار ۱۲ منہ

جائداد موہوبہ کا خاص قبضہ حاصل کر سکے کیونکہ یہ امر اس معاہدہ کے خلاف ہوگا جو واہب اور اُسکے مستاجر یا ٹھیکہ دار میں ہو چکا ہے - یہی معنے فتاواے عالمگیری کے اس فقرہ کے ہیں کہ اگر جائداد موہوبہ کسی غاصب یا مرتہن یا مستاجر[۱] کے قبضہ میں ہو تو ہبہ ناجائز ہے کیونکہ قبضہ نہیں مل سکتا -

حنفیہ کے مذہب میں کفالت بے قبضہ کے نہیں ہو سکتی -

لہذا جب جائداد مرتہن یا متکفل کے قبضہ میں ہو تو راہن یا کفیل کا صرف حق مرافق بذریعہ ہبہ کے موہوب لہ کو مل سکتا ہے حق متقابضت نہیں مل سکتا جو اُس جائداد کے رہن یا کفالت ہونے کی وجہ سے مرتہن قابض یا متکفل پر منتقل ہو گیا ہو پس جب جائداد غیر منقولہ مستاجر یا اسامی کے قبضہ میں ہو تو واہب صرف لگان وصول کرنیکا حق ہبہ کر سکتا ہے - ہائی کورٹ بمبئی نے بمقدمہ محی الدین بنام منوچہر شاہ یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ جب اراضی مرتہن کے قبضہ میں ہو تو شرع محمدی کے رو سے اُسکا ہبہ نہیں ہو سکتا - مگر یہ رائے ہائی کورٹ بمبئی کی مذہب حنفی کی غلط فہمی پر مبنی ہے کیونکہ اس مذہب میں کفالت کے لیئے قبضہ شرط ہے - البتہ مذہب مالکی میں کفالت کے لیئے قبضہ شرط

---

[۱] فتاوای عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۵۲۱ - ۱۲ منہ [۲] لفظ مستاجر لفظ اجارہ سے مشتق ہے اور شرع کی اصطلاح میں اجارہ کا حصر صرف ٹھیکہ آراضی یا دیگر جائداد پر نہیں ہے بلکہ یہ لفظ اکثر اقسام معاہدہ پر حاوی ہے سواے رہن اور ودیعت کے ۱۲ منہ [۳] اس مقام پر ہدایہ میں یہ عبارت لکھی ہے -

ما اذا کان فی یدہ او فی ید مودعہ لان یدہ کیدہ بخلاف ما اذا کان مرھونا او مغصوبا او مبیعا بیعا فاسدا لانہ فی ید غیرہ او فی ملک غیرہ والصدقۃ فی ھذا مثل الھبۃ - کفایہ میں اس عبارت کی شرح لکھی ہے، بخلاف ما اذا کان مرھونا او مغصوبا الی اخرہ یعنی اذا کان مال الاب مغصوبا او کذا او کذا لم یتم الھبۃ بالمقعل لانہ فی ید غیرہ فی الرھن والغصب و فی ملک غیرہ فی البیع الفاسد فان قیل ینبغی ان لا یتم الھبۃ اذا کان فی ید مودعہ لاشتراط الکمال فی القبض وکون ھذا القبض حکما وھو نقص من القبض حقیقۃ قلنا القبض حکم کاف لاتمام الھبۃ مجمع الانہار شرح ملتقی الابحار میں (ماتن کا نام ابراہیم الحلبی اور شارح کا نام عبدالرحمن معروف بہ شیخ زادہ ہے) لفظ مرتہن اور مستاجر اُس معنی سے کہیں نہیں لکھا ہے - پس ظاہرا یہ قیود صرف ان جائدادوں سے متعلق ہیں جو غاصب کے قبضہ میں ہوں یا جسکی بیع ناجائز ہوئی ہو - مجمع الانہار

نہین ہے۔ مگر اس مسئلہ مین حنفیہ کا جو قول ہے اُس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ راہن فک رہن کا حق کسی کو ہبہ نہین کر سکتا ہے[1]۔

بلکہ برخلاف اِسکے مسلک حنفی کے بموجب قرضدار اپنے قرضہ کو دوسرے پر منتقل کر سکتا ہے چونکہ وہ جائداد اُس قرضہ کی ہے لہذا منتقل الیہ کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ قرضہ ادا کرکے اُسکا فک رہن کر لے مگر جب جائداد راہن کے قبضہ مین نہو جیسا اس ملک مین دستور ہے اور جب صرف اُس جائداد پر کچھ قرضہ کا بار ہوا اور وہ قرضہ اُسکی ضمانت پر دیا گیا ہو تو راہن اُسکو منتقل کرنیکا بخوبی مستحق ہے۔ مقدمہ شہزادی حضرت بیگم[2] بنام حسین علیخان پیکاک صاحب چیف جسٹس اور جیکسن صاحب جسٹس اور ہیکفرسن صاحب جسٹس کے یہ تجویز فرمایا ہے کہ کسی وقف یا عطیہ کے وقوع کے وقت رہن کے موجود ہونے سے وہ وقف یا عطیہ شرع محمدی کی رو سے باطل و ناجائز نہین ہو جاتا۔ قبضہ دینا وقف اور ہبہ دونون مین بدرجہ مساوی شرط ہے لہذا جو اصول عالم ممدوح نے اس فیصلہ مین بیان کیا ہے وہ ان دونون سے متعلق ہو سکتا ہے۔

مگر جو جائداد کسی غاصب کے قبضہ مین ہو غالباً اُسکے ہبہ کی اور ہی صورت ہے کیونکہ اُسمین واہب کے ہبہ کرنیکا حق ناقص ہوتا ہے یعنی صرف اتنا حق ہوتا ہے کہ اُس جائداد کو دلا پانیکی نالش کرے پس غالباً ایسے حق کو ہبہ کرنا جائز نہو گا۔ مگر یہ تجویز ہوا ہے کہ بیع اُس جائداد کی جو بایع کے قبضہ مین نہ ہو جائز ہے۔ ایسی جائداد کو ہبہ کرنا شرعاً جائز ہو خواہ ناجائز ہو مگر اُسکو ہبہ بالعوض کرنا جائز ہو گا کیونکہ ہبہ بالعوض تمام اوصاف شرعی کے اعتبار سے بمنزلہ بیع ہے[3]۔

اب رہا جواز ہبہ اراضی مقبوضہ اسامیان کا سو اس بحث کا تصفیہ بمقدمہ ملک عبدالغفور بنام مسماۃ ملکہ ایسا ہو چکا ہے کہ اب کچھ جائے قیل و قال باقی نہین ہے۔ اِس مقدمہ کے فیصلہ مین چیف جسٹس صاحب نے ابطال ہبہ پر جو دلائل پیش ہوے تھے اُنکے باب مین فرمایا ہے کہ وہ پس اس عدالت مین جو بحث اس ہبہ نامہ پر پیش ہے وہ یہ ہے کہ جب جائداد موہوبہ کا خیال کیا جائے

---

[1] ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۶۰۶ - ۱۲ - منہ [2] انڈین لاء رپورٹ جلد ۱۲ صفحہ ۹۰ سلسلہ الہ آباد ۱۲ منہ [3] مقدمہ محی الدین بنام منوچہر شاہ۔ انڈین لاء رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۶۵۰ - سلسلہ بمبئی ۱۲ - منہ -

اور یہ دیکھا جاے کہ ہبہ نامہ تحریر ہونے کے وقت اس جائداد کا بٹوارہ ہوا تھا تو آیا یہ معاملہ
شرعاً بمقابلہ مدعیان جائز ہے یا نہین - اس مسئلہ پر اس عدالت مین بحث ہوئی ہے اور ہم فریقین
کے عالم بارسٹرون کے بڑے ممنون و مشکور ہین کہ انھون نے اتنی مشقت کر کے سب کتابو نکی
سند اس مسئلہ مین بیان کی - مگر جب اس مقدمہ مین خوب بحث ہو چکی تو ہمکو اطمینان ہو گیا
کہ یہ ہبہ جائز ہے اور عدالت ماتحت کا فیصلہ درست اور قرین انصاف ہے - اس مقدمہ مین
جائداد موہوبہ چند زمینداریان اور زمینداریون کے حصے ہین جو اسامیون کو حسب دستور
دیے گئے تھے اور بہت سی اراضی الگھ راج بھی اسامیون کو دی گئی تھی اور چند حقوق مالکانہ اور
کچھ مکانات واقع پٹنہ و دیگر مقامات بشمول چند سٹرکون اور جھونپڑیون اور باغات وغیرہ کے
یہ سب اشیا اس ہبہ مین داخل ہین اس امر کی نسبت لائق اطمینان شہادت نہین ہے کہ جب ہبہ
ہوا تھا اسوقت یہ مکانات اور باغات وغیرہ کسکے قبضہ مین یا استعمال مین کیونکر تھے
مدعی کی طرف سے جو استدلال ہوئی ہے اسکا محصل و مفاد تین امر ہین —
اول یہ کہ از روے شرع محمدی ہبہ اُس اراضی کا نہین ہو سکتا جو واہب کے قبضہ مین نہو
نہ مال غیر مجسم ہبہ ہو سکتا ہے جیسے لگان اور حقوق مالکانہ وغیرہ -
دوم یہ کہ ایک غیر منقسم حصہ مکان یا زمینداری کا موہوب ہونیکی صلاحیت نہین رکھتا -
سوم یہ کہ دو شخصون کو ہبہ کرنا بے اسکے کہ مال موہوب پیشتر تقسیم اور جدا کر دیا گیا ہو شرعاً ناجائز ہے
مخفی نرہے کہ اس مقدمہ مین شرع محمدی پر اس عدالت کو بہت توجہ دلائی گئی ہے اور
نہایت قدیم کتب فقہ اسلام کا حوالہ دیا گیا ہے مگر صدہا برس گذر گئے جب یہ شرع محمدی بغداد مین
جاری ہوئی تھی اور دیگر بلاد اسلام مین بھی شایع ہوئی تھی اور اُس زمانہ کے قوانین اور طریقہ
تمدن اُن قوانین اور اُس طرز معاشرت سے بالکل مختلف تھا جو بالفعل ہندوستان مین
جاری ہے - اور اگرچہ مسلمانون کے مقدمات مین حتی الامکان احکام شرع جاری کرنیکی کوشش ہم لوگ کرتے ہین
مگر اکثر ان احکام کی حقیقت دریافت کرنا دشوار ہوتا ہے کہ وہ کیا ہین علی الخصوص امام اعظم ابو حنیفہ

اور اُنکے دونون شاگردون مین جو اختلافات ہین اُنمین توفیق کرنا اُس سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہوتا ہے اور انھیں تینون صاحبون کا مذہب ہندوستان مین جاری ہے۔

ہم حتی الامکان ان اصول کو تحقیق کرنیکی کوشش کرتے ہین جن اصول پر شرع محمدی مبنی ہے اور قواعد عدل و انصاف اور ایمان اور نیز قوانین انگریزی اور اس تمدنی حالت اور اُن حالات کا کماحقہ لحاظ کرکے جو بالفعل ہندوستان مین پائے جاتے ہین اُن اصول کو جاری کرینگے۔

اتنی تمہید لکھکر ہم اپنی رائے بیان کرتے ہین کہ ہمارے نزدیک امر اول مین اگرچہ دیر تک بحث ہوئی ہے مگر اُسکا تصفیہ نہایت آسانی سے ہوسکتا ہے بلکہ ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا تصفیہ ہوچکا ہے۔

ہنگام مباحثہ چند کتابون کا حوالہ دیا گیا ہے خصوصاً در المختار کتاب الہبہ صفحہ ۶۳۵ کا جسمین لکھا ہے کہ کوئی ہبہ جائز نہین ہوسکتا تاوقتیکہ موہوب ہبہ کے وقت واہب کے قبضہ مین نہ ہو۔ پس جب اراضی کسی غاصب یا ظالم کے قبضہ مین ہو یا کسی مستاجر یا راہن کے پاس ہو تو ہبہ نہین ہوسکتی۔ اسواسطے کہ اُن صورتون مین واہب کا قبضہ اُن اشیا پر نہین ہے جنکو وہ ہبہ کرنا چاہتا ہے۔

مگر ہمارے نزدیک یہ قاعدہ جو بیشک کتب معتبرہ مین لکھا ہے جہانتک یہ اراضی سے متعلق ہے اُن صورتون مین صادق آتا ہے جن مین واہب کہے کہ حق مقابضت نفس اراضی کا مین ہبہ کرتا ہون نہ صرف اسکا حق غیر مقبوض البتہ قبضہ واقعی کو منتقل نہین کرسکتا مگر وہ شخص جو اسوقت قابض ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اِن کتابون مین اُس قانون کا ذکر ہو جو ہمنے سنا ہے کہ اگلے زمانہ مین بغداد مین بہ باب اراضی مستاجری جاری تھا۔ ہمنے سنا ہے کہ جس چیز کو اس زمانہ مین ٹھیکہ مستاجری کہتے ہین وہ بغداد کے قانون کے موافق نفس اراضی یا اُسکے منافع کا ٹھیکہ تھا اور مالک اراضی جو ایسا ٹھیکہ دیتا تھا وہ شرعاً اپنے حق کو اسطرح منتقل نہ کرسکتا تھا کہ منتقل الیہ کو مستاجر سے لگان وصول کرنیکا حق حاصل ہوجاے (فتاداے عالمگیری کتاب الہبہ صفحہ ۵۲۱ ملاحظہ ہو)۔

البتہ یہ امر مشکوک ہے کہ آیا یہی معنی اُن اقوال کے ہین جنکا حوالہ دیا ہے۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ اگر ایسے قانون کی پابندی اس ملک مین کیجاے تو کسی زمینداری یا اور قسم کی حقیت اراضی کا

ہبہ کے ذریعہ سے منتقل کرنا محال ہوجائے کیونکہ اس ملک مین آراضی ہمیشہ کسی قسم کے پٹہ پر دیجاتی ہی
اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اسامی قابض اور زمیندار کے درمیان چار پانچ قسم کے اسامی ہوتے ہین
جس چیز کو قبضہ کہتے ہین وہ اس ملک مین قبضۂ واقعی یا قبضہ خاص نہین ہوتا بلکہ اُس سے مراد لگان
اور منافع کو وصول کرنا ہے اور اگروہ اراضی جو پٹہ پر دیجاتی ہے ہبہ نہ ہوسکے تو ہزارہا ہیے جو
زمینداریون کے متواتر ہوے ہین باطل ہوجائین۔ اگر شرع محمدی کے اس طرفہ مسئلہ سے ہمکو
اتفاق کرنا منظور ہوتا (حالانکہ یہ ہمکو منظور نہین ہے) توہم جانتے ہین کہ ہندوستان کے مسلمانونکی
بڑی حق تلفی اور ناانصافی ہوتی اگر در باب انتقال جائداد وہ قیدین لگادی جائین جو اس
ملک مین کبھی نہین لگائی گئی ہین شرع محمدی کی یہ تعبیر کرنا چند مقدمات کے بالکل موافق ہے
جنکا فیصلہ صدر دیوانی عدالت نے قاضیون سے استصواب کرکے کیا ہے اور اُن مقدمات
کے بھی موافق ہے جنکا فیصلہ اس عدالت نے کیا ہے (سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۵ و ۱۲ و ۱۵ ۱۱
اور رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی صفحہ ۱۵۷۔ اور ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۸۸ و جلد ۱۲ صفحہ ۴۹۸)
اور یہ بالکل اُس فیصلہ کے خلاف ہی جو پریوی کونسل نے بمقدمہ امیرالنساء بنام عبیدالنساء کیا ہی
(ویکلی رپورٹر جلد ۲۳ صفحہ ۲۰۸) اس فیصلہ مین چند بڑی وسیع زمینداریون کا ہبہ جائز قرار دیا گیا ہی
اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ جیسا عموماً علاقون مین ہوتا ہے ویسا ہی اُن زمینداریون مین بھی ہر قسم کی قبضہ داریان
اور حقوق موجود تھے اور اس ہبہ پر کوئی عذر یا اعتراض اُس قسم کا نہین کیا گیا جیسا ہمارے روبرو
اس مقدمہ مین کیا جاتا ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ ایسا اعتراض کیا گیا ہے اور اس مسئلہ مین
بحث ہوئی ہے۔ علی ہذا القیاس حقوق مالکانہ کے ہبہ کے باب مین بھی کوئی وجہ ہمکو نہین معلوم ہوتی
کہ اس قسم کے حقوق کیون نہ ہبہ کیے جائین اسیطرح سے جسطرح لگان یا اور جائداد غیر مقبوضہ ہبہ کیجاتی ہے
ہم یہ فیصلہ کرچکے ہین کہ حقوق غیر مقبوضہ جسمین لگان وصول کرنے کا حق بھی داخل ہے اس طور سے
منتقل ہوسکتے ہین اور دیگر اشیاء غیر مقبوضہ بھی اس طرح ہبہ ہوسکتے ہین کہ وہ جو فریق اُنکے حقدار ہون
اُن کو گورنمنٹ سے یا کسی شخص ثالث سے روپیہ وصول کرنے کا حق حاصل ہوجائے "

"وہ حق مالکانہ کے معنی یہ ہین کہ گورنمنٹ سے وہ رقم لینے کا حق جو ہر ایک علاقہ مالگذاری مین مالک اراضی کو بطور اُسکے حصہ منافع کے ملنی چاہیے جبکہ جمع سرکاری نہ ادا کرنیکی وجہ سے یا اور کسی علت سے اُسکے علاقہ پر سرکار خود قبضہ کرلیتی ہے یا اور کسی شخص کو دیدیتی ہے جو جمع مشخصہ دینے پر راضی ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک حق مالکانہ اور حق تحصیل لگان مین یا بیرا مسری نوٹون کا سود وصول کرنے مین باعتبار اصول کے کچھ فرق نہین ہے"

اُسکے بعد فیصلہ لکھنے والے جسٹس نے اپیلانٹ کی اس دلیل کو بیان کیا ہے کہ یہ ہبہ مشاع ہونیکی وجہ سے باطل ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "اپیلانٹ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ (۱) کسی جائداد کے جزو غیر منقسم کو ہبہ کرنا شرعاً اس وجہ سے ناجائز ہے کہ واہب کی جانب سے مشاع یعنی ابہام ہوتا ہے اور (۲) کسی جائداد کا دو شخصون کو ہبہ کرنا بغیر اسکے کہ اُنکے حصے پیشتر علیحدہ علیحدہ کردیئے جائین اس وجہ سے ناجائز ہے کہ موہوب لہم کی جانب ابہام ہوتا ہے"

"مگر واضح ہو کہ یہ قاعدہ صرف اُن اشیاء کے ہبہ پر صادق آتا ہے جو تقسیم ہوسکتی ہین۔ ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۲۹۱ مین یہ قاعدہ لکھا ہے کہ "وہ ہبہ اُس چیز کا جائز نہین ہے جو تقسیم ہوسکتی ہو تاوقتیکہ اُسکو تقسیم کرکے علیحدہ علیحدہ نہ کردین" بیلی صاحب کی شرع محمدی طبع دوم صفحہ ۲۰۵ اور فتاوائے عالمگیری کتاب الہبہ صفحہ ۲۱۵ اور میکناٹن صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۲۰۱ ملاحظہ ہو۔ پس یہ قاعدہ صرف اُس جائداد کے ہبہ پر صادق آتا ہے جو تقسیم ہوسکتی ہے۔ مگر حقوق مطلقہ یا حقوق مالکانہ یا دیگر حقوق غیر مقبوضہ قابل تقسیم نہین ہین"

"یہ کہا گیا ہے کہ ایک بڑی وجہ اس قاعدہ کی جو صرف ہبہ سے متعلق ہے بیع سے متعلق نہین ہے یہ ہے کہ ہر شخص کے ورثہ اُن ہبون سے محفوظ رہین جو اُنکے حقوق کو باطل کرنیکے لیئے کیئے گئے ہون۔ چند عبارتون کا حوالہ دیا گیا ہے جنسے ظاہرا یہ قول نکلتا ہے اور غالباً ایک اور وجہ اس قاعدہ کی یہ بھی ہے کہ قرضداروں کے فریب آمیز ہبون سے قرضخواہ محفوظ رہین کیونکہ معیار ہبہ صالح کا مشہور ہے کہ آیا موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ ہوگیا ہے یا نہین"

وہ ہبہ جو باصرار بسیار کہا گیا ہے کہ اس قاعدہ مشاع کے بموجب جو ہبہ مدعا علیہم کو کیا گیا تھا وہ بالکل باطل ہے اسواسطے کہ اراضی کا ہبہ ہوا تھا اور اُس اراضی کو تقسیم نہین کیا تھا اور اگر یہ ہبہ بہ نسبت جائداد زمینداری کے جو ٹیکہ پر دی گئی تھی جائز بھی فرض کر لیا جائے تو بھی بہ نسبت مکانات اور باغات وغیرہ کے یہ ہبہ ناجائز ہے جنکی نسبت یہ نہین ثابت کیا گیا ہے کہ ٹھیکہ یا کرایہ پر دیے گئے تھے لہذا اُنکی تقسیم ہو سکتی تھی۔"

ہمارے نزدیک یہ عذر جائداد متنازع فیہ کے کسی جزو پر نہین چل سکتا کیونکہ ہم بیان کر چکے ہین کہ جائداد زمینداری مین یعنی واہب کے تعلقہ مین جو حق ہبہ کیا گیا ہے وہ حق غیر مقبوض ہے اور جس حقیت کا انتقال اس تعلقہ کے ہبہ کے ذریعہ سے کیا گیا ہے وہ صرف اوس قسم کی حقیت ہے جس سے موہوب لہ صرف لگان اور منافع وصول کرنیکا مستحق ہو گیا ہے۔ ہمکو اُس شہادت سے جو مدعا علیہم نے پیش کی ہے (اور جو اس باب مین ایسی صریح و واضح تھی کہ عدالت ماتحت نے دو گواہون سے زیادہ کا اظہار لینا منظور کیا) معلوم ہوتا ہے کہ کنیز فاطمہ کی زندگی بھر خود کنیز فاطمہ اور ملکہ علیحدہ علیحدہ لگان وصول کرتی رہین اور ہبہ ہونے کے ساتھ ہی ہر دو موہوب لہم کو اسطرح قبضہ دیدیا گیا جسطرح قبضہ دینا ممکن تھا۔

شیعون کی کتاب شرایع الاسلام[١] مین لکھا ہے کہ ہبہ قرضہ کا یا اُس چیز کا جو دوسرے شخص کے ذمہ ہو جائز نہین ہے مگر قرضدار کے نام یا اُس شخص کے نام جسکے ذمہ وہ قرضہ واجب الادا ہو۔ احوط یہی ہے اسواسطے کہ تکمیل ہبہ قبضہ پر موقوف ہے۔ قرضہ اگر قرضدار کو ہبہ کر دیا جائے تو بالکل جائز ہے اور اُسکو اُس بار سے سبکدوش کر دیتا ہے۔ خود اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ اکثر علماء کا قول اس رائے کے خلاف ہے کہ قرضہ صرف قرضدار کو ہبہ ہو سکتا ہے۔ برخلاف اسکے اکثر مشاہیر علمائے شیعہ نے فقہائے حنفی سے اتفاق کیا ہے کہ قول راجح و مستحسن یہی ہے کہ قرضخواہ اپنا قرضہ تیسرے شخص کو شرعاً ہبہ کر سکتا ہے۔ اس قول کا موید عرف یعنی رواج اسقدر ہے (اور عرف کو ایک ترقی پذیر جماعت کے متفق آرا کا مجموع سمجھنا چاہیے) کہ جس قول کو صاحب شرایع نے احوط لکھا ہے۔

[١] شرایع الاسلام صفحہ ۲۴۲-۱۲ امنہ۔

اُسکو اگر غلط نہ سمجھیے تو قول پارینہ اور ساقط الاعتبار تو سمجھ سکتے ہین۔

مذہب حنفی مین قرضدار کو بغیر اُسکے اذن کے قرضہ سے بری کردینا شرعاً جائز ہے لکن اگر قرضدار اُس ابراء کو قبول نہ کرے تو وہ غیر مؤثر ہو جاے گا۔

شرایع الاسلام مین صرف اتنا لکھا ہے کہ ابراء بدون اذن جائز ہے مگر یہ نہین لکھا ہے کہ اگر قرضدار اُسکو نہ قبول کرے تو کیا نتیجہ ہوگا لیکن جامع الشتات[1] مین ایک مسئلہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعون کے مذہب مین بھی وہی نتیجہ ہوگا جو سنیون کے مذہب مین ہوگا۔ یعنی جب قرضخواہ قرضدار کو بری الذمہ کردے تو پھر قرضخواہ قرضدار کو مشغول الذمہ نہین کرسکتا یعنی اُسپر قرضہ کا دعوے نہین کرسکتا مگر قرضدار قرضخواہ سے کسی ایسے فرض کے بجالانے کے باب مین اصرار کرسکتا ہی جسکا بجالانا اُسپر (قرضخواہ پر) موقوف ہو یا اُسکو قرضہ قبول کرنے پر مجبور کرسکتا ہے

اِس باب مین کہ کس چیز کا ہبہ ہوسکتا ہے اور کسکا نہین ہوسکتا ہے فتاوے عالمگیری مین لکھا ہے کہ یہ چاہیے کہ خود وہ شی ہبہ کرنے کے وقت موجود ہو۔ پس اگر کوئی شخص اُس خرما کو ہبہ کرے جو اُسکے نخل خرما سے اِس سال پیدا ہوگا یا اُس بچہ کو ہبہ کرے جو اُسکی لونڈی یا اُسکی بھیڑ کی رحم مین ہو یا اُس دودھ کو ہبہ کرے جو اُسکی چھاتی مین ہو تو ایسا ہبہ شرعاً ناجائز ہے گو یہ اختیار دیدیا جاے کہ بچہ پیدا ہونے یا دودھ دوہنے کے وقت اُسپر قبضہ کرلیا جاے۔ علی ہذالقیاس اس مکھن کا جو دودھ مین ہو اور اُس تیل کا جو تِل مین ہو اور اُس آٹے کا جو گیہون مین ہو ہبہ ناجائز ہے گو ویسا ہی اختیار دے دیا جاے شی موہوب کو یہ بھی چاہیے کہ قیمت یا مالیت شرعی رکھتی ہو اور اُسپر قبضہ کرلیا جاے تاکہ موہوب لہ کا حق اُسمین قائم ہو جاے اور اگر موہوب فی نفسہ قابل الانقسام ہو تو اُسکو تقسیم کر کے کسی دوسری چیز سے علحدہ کردینا چاہیے جسکو ہبہ کرنا منظور نہ ہو اور اُس مین ملا دینا یا شریک کردینا نہ چاہیے لہذا ہبہ کرنا زمین کا جس پر غلہ اُس وقت نہ لگا ہو یا درخت خرما کا جس مین پھل نہ لگا ہو اور اُسکے بالعکس ناجائز ہے اسی طرح سے کسی مکان

[1] جامع الشتات کی رو سے قرضہ شخص ثالث کو ہبہ ہوسکتا ہے ۱۲ منہ۔

یا جہاز کو جسمین کوئی چیز واہب کی رکھی ہو بے اُس چیز کے جو اُسمین رکھی ہے ہبہ کرنا ناجائز ہے۔

آخر الذکر اصول کے باب مین حنفیہ اور شافعیہ اور شیعہ مین بڑا اختلاف ہے۔ حنفیہ کے مذہب مین یہ ہے کہ اگر موہوب فی نفسہ قابل الانقسام ہے یا ایسی شی کا جز ہے جسکا تجزیہ اور تقسیم ممکن ہے تو ہبہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ وہ چیز واہب کی اور جائداد سے جسکو ہبہ کرنا منظور نہین ہے جدا نہ کی جاے۔ مگر جب موہوب ایسی چیز کا جزو ہو جو قابل الانقسام نہ ہو یا ایسی شی کا جز ہو جو جدا نہ ہو سکے بے اسکے کہ کل جائداد مین نقصان عظیم پہونچے تو ہبہ جائز ہے گو تقسیم یا تفرقہ نہ ہوا ہو۔

اس اصول مین شافعیہ اور شیعہ نے حنفیہ سے اختلاف کلی کیا ہے ان دونون فرقون کا قول یہ ہے کہ ایسا ہبہ بہر کیف جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ ایک قسم کی تملیک ہے اور اس حیثیت سے سب چیزون کا ہبہ جائز ہے خواہ وہ کسی شی قابل الانقسام خواہ غیر قابل الانقسام کا جزو ہون مگر شیعہ کہتے ہین کہ موہوب کی حقیقت سے جاہل محض بھی نہ ہونا چاہیے یعنی جو چیز ہبہ کی ہے اُسکو خوب بتا دینا چاہیے تاکہ اُسمین کچھ شک نہ باقی رہے۔ جب شی موہوب غیر معین یا نامعلوم ہو تو ہبہ باطل ہوگا لکن اگر صرف مبہم و مشکوک ہو اور وہ شک و ابہام اور باتون سے رفع ہو سکتا ہو تو ہبہ جائز ہوگا۔ شافعیہ کے نزدیک صرف عدم تعیین سے ہبہ باطل نہین ہوتا کیونکہ جو حصہ غیر معین ہو مگر معلوم ہو اُسمین بھی ملک اسی طرح قائم ہو سکتا ہے جسطرح حصہ معین و محدود مین ہو سکتا ہے۔

فتاوائے عالمگیری کی رو سے ہبہ اس چیز کا جو واہب کے مال یا حقوق سے جدا کر لیگئی ہو یا خالی کر لی گئی ہو جائز ہے۔ اسی طرح سے جزو مشاع کا بھی جائز ہے یعنے اُس چیز کا جو ایسی شی کا جزو ہو جسکا تجزیہ یا تقسیم نہ ہو سکے یا جو چیز اس قسم کی ہو کہ جو فائدہ اُس حالت مین اُس سے ہو جبکہ وہ مجموع غیر منقسم ہو وہ بعد تقسیم نہ حاصل ہو سکے مثلاً چھوٹا سا حمام یا مکان۔ مگر ہبہ شی مشاع کا یعنے اُس چیز کا جو تقسیم ہو سکتی ہو اور تمام فوائد جو قبل تقسیم اُس سے حاصل ہو سکتے ہون بعینہ باقی رہین ناجائز ہے۔ لازم یہ ہے کہ شی موہوب قبضہ دینے کے وقت جدا کر لی جاے نہ ہبہ کرنے کے وقت۔

ہبہ اُس چیز کے جزو مشاع یعنے غیر منفک کا جو قابل الانقسام نہ ہو شریک کے نام یا غیر شخص کے نام جائز ہے۔ ہبہ اس چیز کے جزو مشاع کا جو قابل الانقسام ہو شریک یا غیر شریک کے نام جائز نہین ہے اور اگر اُسپر قبضہ ہوگیا ہو تو حسام الدین سے منقول ہے کہ موہوب لہ کا ملک ثابت کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا مگر دوسرے مقام پر اُنھون نے فرمایا ہے کہ اُسکا عدم جواز ثابت کرنا مفید ہوگا اور یہی فیصلہ ہوا ہے۔ مشاع کے باب مین اس ملک کے عدالتون مین بڑی بحثین ہوئی ہین۔ اور اس مسئلہ مین ایسی دقتین ہین کہ اُسکی کیفیت لکھنا اور جن اصول پر یہ مبنی ہے اُنکی تحقیق کسی قدر احتیاط کے ساتھ کرنا ضرور ہے۔

ہر مال مشترک و غیر منقسم جسمین کئی شخصون کا حق ہو مشاع کہلاتا ہے۔ لفظ مشاع شیوع سے مشتق ہے جسکے معنی آمیختہ ہونا ہے جب چند اشخاص ایک جائداد مشترک و غیر منقسم کے مالک ہون تو اُنمین سے کوئی شخص یہ نہین کہ سکتا کہ میرا حق اس جائداد کے کسی خاص جزو مین ہے جب شرکا مین سے کوئی شریک اپنا حصہ اُس جائداد مین ہبہ کردے تو غالباً جملہ شرکا کو اُس جائداد سے متمتع ہونے مین پریشانی ہوگی۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ مسئلہ مشاع کا مفاد یہ ہے کہ ہبہ کرنا مال مشترک و غیر منقسم کا جو فی نفسہ قابل الانقسام ہو ناجائز ہے اور اس مسئلہ کی اصل حنفیہ مین یہ معلوم ہوتی ہے کہ اکابر علمائے حنفی علی الخصوص امام اعظم ابوحنیفہ کو یہ خوف ہوا کہ تاوقتیکہ قابل الانقسام چیزین نہ تقسیم کردی جائین ایسے اشیاء کے قبض و تصرف مین جھگڑے ہونگے اور دقتین پڑینگی۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے شی غیر محدود کے ہبہ پر یعنے اُس چیز کے ہبہ پر جو مشترک اور غیر منقسم ہو مگر قابل الانقسام ہو نتہی کا اعتراض کیا ہے اور سخت ممانعت کی ہے مگر اس مسئلہ مین اُنمین اور اُنکے دونون شاگردون مین بڑا اختلاف ہے۔ عموماً صاحبین یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال اپنے استاد کے اقوال کے بہ نسبت ایک ترقی پذیر گروہ کے حوائج کے زیادہ تر موافق اور کمتر موہوم و مشکوک معلوم ہوتے ہین ذیل مین جو عبارت فتاوائے عالمگیری سے

نقل کیجاتی ہے اُس سے نہ صرف متقدمین کے اقوال اس مسئلہ مین بخوبی معلوم ہو جائینگے بلکہ
امام اعظم اور اُنکے شاگردون مین جو اختلاف ہوا ہے اُسکی کیفیت بھی خوب عیان ہو جائیگی
مگر جو اصول اُسمین لکھے ہین اُنکو متاخرین کے بیان کے موافق سمجھنا چاہیئے۔
فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ۔ ہبہ شی مشاع کا یعنی اس چیز کا جو دو آدمیون یا
ایک گروہ پر تقسیم ہو سکے صاحبین کے نزدیک جائز ہے مگر امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہے
گو کالعدم نہین ہے یعنے اگر قبضہ سے ملک قائم ہو جائے تو ایسا ہبہ نافذ ہو جایگا۔
صدر الشہید نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص اس چیز کو جو قابل الانقسام ہو دو شخصون کو ہبہ کرے
تو ایسا ہبہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے مگر جب اُنکا قبضہ اُس چیز پر ہو جاے تو
اُنکا حق ملکیت اُسمین ناجائز طور سے قائم ہو جایگا اور یہی فتوی ہے۔ جب جائداد قابل الانقسام
فریقین (یعنی واہب اور متہب) کی مشتبہہ ہو تو اُسکا ہبہ سب کے نزدیک ناجائز ہے اور جب
صرف متہب کی جانب سے مشتبہہ ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک ناجائز ہے مگر اُنکے دونون شاگردون
کے نزدیک ناجائز نہین ہے اور اگر کوئی شخص دو غریب آدمیون کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ ہبہ سب کے
نزدیک جائز ہوگا جیسا صدقہ اور زکات مین ہے۔ اگر موہوب لہم شمول ہون اور اُنمین سے ہر شخص
کو نصف نصف چیز ہبہ کیجاے یا اگر مبہم الفاظ سے ہبہ کیا جاے یعنی واہب یہ کہے کہ مینے دونون کو
یہ شے ہبہ کی۔ یا یہ کہے کہ اس شخص کو اِسکا ثلث اور اس دوسرے شخص کو دو ثلث ہبہ کئے
تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اِن تین صورتون مین ہبہ ناجائز ہوگا مگر امام محمد کے نزدیک اِن
سب صورتون مین ہبہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہبہ اُن دو صورتون مین جائز
ہوگا جنمین دونون شخصون کو بغیر تعیین یا نصف نصف ہبہ کیا ہے۔ لیکن اگر ایک کو دوسرے سے
زیادہ دیا ہے تو ہبہ ناجائز ہوگا جب دو شخص ایک شخص کو کوئی مکان ہبہ کرین تو یہ ہبہ سب کے نزدیک جائز ہوگا
جب ایک شخص دو آدمیون کو دو غلامون کا نصف ہبہ کرے یا دو یا دس تھان مختلف
قسم کے کپڑے کے ہبہ کرے جسمین کچھ مرد کا اور کچھ عورات کا کپڑا ہو تو ایسا ہبہ جائز ہے بشرطیکہ قبضہ ہو جاے

اسی طرح سے مختلف قسم کی مواشی کا ہبہ بھی جائز ہے۔ لیکن اگر کپڑا یا مواشی ایک ہی قسم کے ہون تو ہبہ ناجائز ہوگا تاوقتیکہ پہلے تقسیم نہ کر دی جاوے۔ علی ہذا القیاس کسی دیوار یا راستہ یا حمام کے ایک حصہ کو ہبہ کرنا جائز ہے جبکہ اُسکے ساتھ قبضہ کرنیکا اختیار بھی دیدیا گیا ہو۔ مثلاً جب کوئی مکان مع اپنے جملہ حقوق اور حدود کے ہبہ کیا جاوے جسمین ایسی دیوار یا ایسا راستہ شامل ہو جو مال مشترک درمیان واہب اور دیگر اشخاص کے ہو تو اِن چیزون کی نسبت بھی ہبہ جائز ہوگا۔

اگر نصف مکان بطور ہبہ یا صدقہ کے دیدیا جاوے اور قبضہ بھی کرا دیا جاوے بعد اُسکے واہب اُسکو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا بطور صدقہ کے دیدے تو اصل مین لکھا ہے کہ بیع ناجائز ہوگی اور یہ بھی اُسی کتاب مین لکھا ہے کہ اگر نصف مکان کسی شخص کو ہبہ کر کے اُسکا قبضہ کرا دیا جاوے اور موہوب لہ اُسکو فروخت کروالے تو وہ بیع ناجائز ہوگی اور بعض فتاوے مین اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ مگر بعض کتابون مین یہ بھی لکھا ہے کہ ہبہ ناجائز مین جب قبضہ دیدیا جاوے تو ملک قائم ہو جائیگا اور یہی فتوے دیا گیا ہے گو فصول عمادیہ مین اِسکے خلاف لکھا ہے اور فتوے بہ نسبت لفظ جائز کے قوی تر ہے۔

اگر کوئی شخص ایک مکان ہبہ کرے جسمین کچھ اسباب اُسکا ہو اور موہوب لہ کا قبضہ اُس مکان پر کرا دے یا مع اُس اسباب کے قبضہ کرا دے تو ہبہ باطل ہوگا۔ مگر ایک تدبیر یا حیلۂ شرعی سے ایسا ہبہ جائز ہو سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے وہ اسباب موہوب لہ کو حوالہ کر کے اپنا قبضہ اُٹھا لے بعد اُسکے مکان پر قبضہ کرا دے۔ اور اگر اُسکے بالعکس وہ مکان کو ہبہ نہ کرے اور جو اسباب اُسمین ہو اُسکو ہبہ کرے اور اسباب سے اپنا قبضہ اُٹھا کر موہوب لہ کے حوالہ کرے بعد اُسکے مکان پر اُسکا قبضہ کرا دے تو ہبہ جائز ہوگا۔ اگر وہ مکان اور اسباب دونون اکٹھا ہبہ کرے اور دونون پر موہوب لہ کا قبضہ کرا دے تو بھی ہبہ جائز ہوگا۔ اگر قبضہ دینے کے وقت تفرقہ دیا جاوے یعنے اُن دونون مین سے ایک چیز ہبہ کر کے اُسپر قبضہ کرا دیا جاوے بعد اُسکے دوسری چیز ہبہ کر کے اُسپر قبضہ کرا دیا جاوے اور مکان سے ابتدا کیجاوے تو مکان کا ہبہ ناجائز ہوگا مگر اسباب کا

ہبہ جائز ہوگا اور اگر اسباب سے ابتدا کیجاے تو دونون کا اکٹھا ہبہ جائز ہوگا۔ اگر کوئی شخص اراضی بے غلہ کے ہبہ کرے یا غلہ بے اراضی کے ہبہ کرے یا درخت بغیر میوہ کے یا میوہ بغیر درختون کے ہبہ کرے اور موہوب لہ کا قبضہ کرادے تو کسی صورت مین ہبہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ انمین سے ہر چیز دوسری کے ساتھ ایسی ملحق ہے کہ ایک چیز کے اجزا دوسری چیز کے اجزا سے متصل ہین ایسا ہبہ مانند ہبہ مشاع کے ہے جو قابل الانقسام ہو۔ اگر وہ شخص انمین سے ہر چیز علحدہ علحدہ ہبہ کرے یعنی مثلاً پہلے غلہ بعد اسکے اراضی یا پہلے اراضی بعد اسکے غلہ ہبہ کرے اور دونون پر ساتھی قبضہ کرادے تو دونون کا ہبہ جائز ہوگا لکن اگر قبضہ دینے کے وقت انکو علحدہ علحدہ کرلے تو دونون مین سے کسی چیز کا ہبہ بھی جائز نہ ہوگا چاہے جس چیز سے ابتدا کرے اگر وہ مکان ہبہ کرے مگر اسپر قبضہ نہ کرائے تاوقتیکہ جو اسباب رکھا ہے اسکو بھی ہبہ نہ کرے تب دونون پر اکٹھا قبضہ کرادے تو ہبہ جائز ہوگا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص ایک تھیلہ اور غلہ کے بورے ہبہ کرے اور اسپر قبضہ نہ کرائے تاوقتیکہ جو غلہ انمین ہے اسکو بھی ہبہ نہ کرلے تب دونون پر ساتھی قبضہ کرادے تو کل کا ہبہ جائز ہوگا۔ لکن اگر مکان خالی ہبہ کرے اور جب اسپر قبضہ کرائے تو وہ مشغول ہو یعنی اسمین کچھ رکھا ہو یا کوئی رہتا ہو تو ہبہ ناجائز ہے۔ نہ اسکا یہ کہنا کہ قبضہ کرلو یا مین نے تمہارا قبضہ کرادیا جائز ہوگا جبکہ خود واہب یا اسکے آدمی یا اسباب اس مکان مین ہو ہبہ شاغل کا یعنی اس چیز کا جو دوسری چیز مین رکھی ہو جائز ہے مگر ہبہ مشغول کا یعنی اس چیز کا جسمین دوسری چیز رکھی ہو ناجائز ہے اس قسم کے ہبہ کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ جب شے موہوب مین واہب کا اسباب رکھا ہو تو اسپر قبضہ نہ ہوسکے گا اور قبضہ تکمیل ہبہ کو لازم ہے مگر جب شے موہوب واہب کے مال مین رکھی ہو تو یہ بات نہ ہوگی اسکی مثال یہ ہے کہ ہبہ اس تھیلی کا جسمین واہب کا کھانا رکھا ہو ناجائز ہے مگر ہبہ اس طعام کا جو اسمین رکھا ہو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایک بار برداری کا جانور جسپر کچھ بوجھ لدا ہو کسیکو ہبہ کرے تو وہ ہبہ ناجائز ہوگا لکن اس جانور کو اگر ہبہ کرے اور جانور پر اور اسپر جو بوجھ لدا ہوا ہو اسپر ساتھی قبضہ کرادے تو ہبہ جائز ہوگا

علی ہذا القیاس ہبہ ظرف بے آب کا ناجائز ہے مگر ہبہ آب بے ظرف کا جائز ہے۔ اگر کوئی شخص اراضی کا غلہ یا درخت کا میوہ کسیکو ہبہ کر کے کہے کہ اِس غلہ کو کاٹ لے یا اِس میوہ کو توڑ لے اور موہوب لہ ایسا ہی کرے تو یہ ہبہ علی وجہ الاستحسان جائز ہوگا لیکن اگر اُسکو قبضہ کرنیکی اجازت نہ ہو اور وہ قبضہ کر لے تو مشغول الذمہ رہے گا۔

اگر کوئی شخص ایک مکان مع اثاث البیت کے ہبہ کر کے دونوں پر قبضہ کرا دے اور بعد ازان اثاث البیت مین کوئی حق ثابت ہو جاے تو ہبہ مکان کا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اُن تھیلیون کو ہبہ کرے جنمین کچھ اسباب یا اُس تھیلی کو ہبہ کرے جسمین کچھ کھانا ہو اور موہوب لہ کا قبضہ کرا دے اور بعد ازان اُن تھیلیون مین جو چیزین ہین اُنمین کوئی حق ثابت ہو جاے تو اُن تھیلیون اور اُس تھیلی کا ہبہ کامل اور جائز رہیگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک مکان ہبہ کر کے قبضہ کرا دے بعد ازان اُسکے ایک جزو مین کوئی حق ثابت ہو جاے تو وہ ہبہ ناجائز ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص اراضی مع اُس غلہ کے جو اُسپر لگا ہے ہبہ کرے یا کوئی درخت مع اُسکے میوہ کے ہبہ کرے بعد ازان اُس غلہ یا اُس میوہ مین کوئی حق ثابت ہو جاے تو اس اراضی یا اُس درخت کا ہبہ باطل ہو جائیگا اور اگر کوئی شخص اپنی اراضی مع اُس غلہ کے جو اُسمین لگا ہوا ہے ہبہ کرے اور اُس غلہ کو کاٹ کر حوالہ کرے بعد ازان اُنمین سے کسی مین کوئی حق ثابت ہو جاے تو دوسری چیز کا ہبہ باطل ہو جائیگا —

جب کسی شخص نے وہ جائداد جو مضاربت یعنے مشارکت مین ہو مضارب یعنی اپنے شریک کو دیدی ہو اور اُسکا ایک جزو اُسکے قبضہ مین ہو اور ایک جزو اورون کے ذمہ واجب الادا ہو تو پہلے جزو کا ہبہ جائز ہے اور باقی کا ہبہ صرف اُسوقت جائز ہے جبکہ واہب نے کہدیا ہو کہ قبضہ کر لو اور اگر کوئی جزو اُس جائداد کا از قسم منافع ہو تو ہبہ ناجائز ہوگا۔ جب دو شریکون مین سے ایک نے کہا ہو کہ مین نے تمکو اپنا حصہ منافع دیدیا تو بعض علماء کا قول ہے کہ اگر وہ جائداد خود موجود ہو تو ہبہ ناجائز ہوگا کیونکہ وہ مشاع اُس چیز مین ہے جو قابل الانقسام ہے۔ لیکن اگر اس جائداد کو اُس شریک نے گم کیا ہو تو ہبہ اس وجہ سے جائز ہوگا کہ اسقاط یعنے زوال حق ہو گیا ہے ”

عبارت مذکورۂ بالا فتاولے عالمگیری سے باین غرض نقل کی گئی ہے کہ ناظرین کو صاف معلوم ہو جائے
کہ جس گروہ مین یہ احکام جاری ہوے تھے اُسکی تمدنی حالت کیا تھی اور کن امور سے یہ احکام متعلق ہو سکتے تھے
اِن اصول کی تفسیر بعبیر متاخرین نے بہت مستحسن طور سے کی ہے جیسا آیندہ عرض کیا جائیگا اور
یہ بھی ثابت کیا جائیگا کہ جن باتون مین شرع محمدی بزرگان سلف کے اقوال کے تابع کر دی گئی ہے
اُنمین بھی باطن شرع انسان کی ترقی کے موافق و معاند ہے۔۔ اس اصول کا لحاظ کر کے کہ قبضہ سے
ہبہ ناقص و غیر مکمل جائز ہو جاتا ہے صاحب مجمع الانہار نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۴۳ مین قبضہ
کی تعریف یہ لکھی ہے کہ قبض اکامل جائداد منقولہ کا اُس جائداد کی نوعیت پر موقوف ہے اور
جائداد غیر منقولہ کا بھی اوسکی نوعیت کے موافق ہونا چاہیے جیسا مکان موہوب کی کنجی لے لینا
کہ بمنزلہ اُسپر قبضہ کرنے کے ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا مکان دو آدمیون کو ہبہ کرے تو امام اعظم کے
نزدیک ایسا ہبہ ناجائز ہے اور یہی قول اُنکا تمام اشیاء قابل الانقسام کے ہبہ کے باب مین ہے
مگر صاحبین کے نزدیک ایسا ہبہ جائز ہے[۱] بلکہ واہب اگر حصون کی تصریح کر دے تو بھی امام اعظم
کے نزدیک ہبہ باطل ہوگا۔ لیکن قول مشہور اور مفتے بہ امام اعظم کے اس قول کے بالکل خلاف ہے
۔اگر کوئی شخص نصف مکان ایک آدمی کو اور نصف دوسرے آدمی کو ہبہ کرے اور دونون کا قبضہ
معًا یعنے ساتھ ہی کرا دے تو ایسا ہبہ جائز ہے۔ لیکن اگر ایک آدمی کو پہلے اور دوسرے کو بعد قبضہ دیا جائے
تو ہبہ ناجائز ہوگا اگرچہ امام اعظم کے نزدیک دونون صورتون مین ہبہ باطل ہے ــــ
پس ہبہ بالمشاع یعنے جائداد مشترکہ غیر منقسمہ کا ہبہ کالعدم نہین معلوم ہوتا بلکہ ناجائز معلوم
ہوتا ہے اور یہ نقص قبضہ سے رفع ہو جاتا ہے ــــ
مجمع الانہار صفحہ ۳۴۵ مین لکھا ہے کہ یعقوب پاشا نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص دو
آدمیون کو ایسی چیز ہبہ کرے جو قابل الانقسام ہو تو ایسا ہبہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے
مگر باطل نہین ہے۔ پس اگر موہوب لہم شے موہوب پر قبضہ کر لین تو امام اعظم کے قول کے موافق

[۱] فتاوائے قاضی خان مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۸۲ - ۱۲ منہ

اُنکا حق اُثمین قائم ہوجاے گا اور فتوے بھی یہی ہے۔ یہ قول صدر الشہید کے قول کے بالکل موافق ہے۔ مجمع الانہار کی عبارت ذیل سے ظاہر ہے کہ مال مشترک و غیر منقسم کی کسی جزو مین حق ملکیت جب قائم ہوتا ہے جبکہ اُسپر قبضہ ہوجاے۔

جامع الفصولین اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ فاسد کی تکمیل قبضہ سے ہوجاتی ہے اور یہی فتوے ہے گو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ دوسرا قول صحیح ہے مگر لفظ فتوے لفظ صحیح سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ مصنف (ملتقے الابحار) نے فرمایا ہے کہ مشاع مانع تکمیل ہبہ ہے اور اس قول کی شرح شارح (صاحب مجمع الانہار) نے یہ لکھی ہے کہ۔ اسکا سبب یہ ہے کہ قبضہ ضرور ہے اور یہی جامع الفصولین مین لکھا ہے مگر زیلعی نے فرمایا ہے کہ ایسی چیز کا ہبہ جس مین واہب کا حق موجود ہو ناجائز ہے اور فصول عمادیہ مین لکھا ہے کہ ایسا ہبہ صرف ناقص ہے اور حموی نے شرح اشباہ مین لکھا ہے کہ یہ مسئلہ دو قولون سے پیدا ہوا ہے جنکی وجہ سے مشاع یعنے مال قابل الانقسام کے ہبہ مین اختلاف واقع ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسا ہبہ باطل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ صرف ناقص یا فاسد ہے مگر قول اصح یہی ہے کہ ایسا ہبہ ناقص ہے جیسا بزازیہ مین لکھا ہے۔ اور درالاحکام ۲، ۲۷ مین لکھا ہے کہ ہبہ ناجائز یا ہبہ ناقص مین قبضہ سے حق ملکیت قائم ہوجاتا ہے اور اسی پر فتوے ہے اور یہی فصولین مین لکھا ہے۔

رد المحتار مین اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ لکن فیھا ایضاً فی الدر عن الفصولین الھبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ یفتی اکد من لفظ یصح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع وھل للقریب الرجوع فی الھبۃ الفاسدۃ ثم قال فی الدر ونحوہ وتعقبہ فی الشرح بانہ غیر ظاھر علی القول المفتی بہ من افادتھا الملک بالقبض (جلد ۴ صفحہ ۸۱۰) یعنے دُرر مین فصولین سے لکھا ہے کہ ہبہ فاسد مین قبضہ سے ملک قائم ہوجاتی ہے اور اسی کے موافق فتوے ہے یہی بزازیہ مین بھی لکھا ہے جو اُس بات کے خلاف ہے جسکو

عمادیہ مین صحیح لکھا ہے مگر لفظ فتوی لفظ صحیح سے زیادہ تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ مگر قبضۂ واقعی تکمیل ہبہ کی شرط نہین معلوم ہوتی بلکہ یہ کہیے کہ اُس نقص کو رفع نہین کرتا جو موہوب کے مال مشترک ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ فقہاء کے نزدیک صرف قبضہ کا اذن یا اجازت تکمیل ہبہ کے لیے کافی ہے حماویہ مین جامع الفتاوے سے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اُس غلہ کو ہبہ کرے جو اراضی پر لگا ہو یا اُس خرما کو ہبہ کرے جو درخت خرما مین لگا ہو یا اُس غلاف کو ہبہ کرے جو تلوار پر چڑھا ہو یا کوئی مکان یا چند دینار ہبہ کرے جو اور شخص پر قرض ہون یا کوئی ایسی چیز ہبہ کرے جسکی پیمائش ہو سکتی ہو اور موہوب لہ کو اجازت دے کہ اُس غلہ کو کاٹ لے یا خرما کو توڑ لے یا اُس غلاف کو اتار لیے یا اُس مکان یا دیناروں کو لے لے یا اُس چیز کی پیمائش کر لے اور موہوب لہ ایسا ہی کرے تو اِستحسان یہی ہے کہ ایسا ہبہ جائز ہے۔ پھر لکھا ہے کہ "اگر خود واہب یا اُسکا نائب تقسیم کر دے یا اگر واہب موہوب لہ کو اجازت دے کہ اُسکے شریک کے ساتھ تقسیم کر لے تو اس سے ہبہ کامل ہو جائیگا"[1] اور اس قول کو فتاواے قاضی خان کی اِس عبارت سے اور بھی زیادہ قوت ہو گئی ہے کہ "اگر کسی شخص کو کوئی جائداد ہبہ کیجاے اور وہ دو آدمیون کو اپنی طرف سے قبضہ کرنے کے لیے مقرر کرے تو ایسا کرنا جائز ہے"[2]

عربی کتب فقہ مین جو مثالین لکھی ہین اُنسے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ مسئلہ مشاع فقط چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی اور مکانات پر صادق آتا ہے۔ فقہاء کا منشاء یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ بڑے بڑے تعلقون اور زمینداریون کے خاص خاص حصون مین جاری کیا جاے۔ جس زمانہ مین یہ مسئلہ ابتداً حنفیہ مین جاری ہوا تھا اُس زمانہ کی تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بڑے بڑے تعلقے ممالک اسلامیہ مین نہ تھے جیسے اِس ملک مین ہین۔ عرب کی فتح سے قدیم فارس کی

[1] رد المحتار شامی جلد ۴ صفحہ ۸۲ و صفحہ ۸۰ ۱۲ منہ

[2] فان قسمہ الواہب بنفسہ او نائبہ او امر الموہوب لہ بان یقسم شریکہ کل ذلک تتم بہ الہبۃ۔ وکل موہوب لہ رجلین بالقبض الدار قبضاہا جاز۔ رد المحتار صفحہ ۷۷ ۱۲ منہ

ملکیت اراضی شکست ہوگئی تھی اور ساسانیون کے عہد دولت مین جو دہقان زمیندار تھا وہ اب صرف ایک کسان رہگیا تھا۔ عرب کی حکومت مین اُس ملک (فارس) کی اراضی یا تو نہین تقسیم کردی گئی تھی یا مالکان قدیم کے قبضہ مین اتنی اراضی رکھی گئی تھی کہ وہ باہم اتفاق کرکے اُس نئی سلطنت کو غارت نہ کردین۔ یہ تمدنی حالت اُس زمانہ مین تھی جبکہ مذہب حنفی کا آغاز ہوا تھا اور جب متقدمین علمائے حنفی گذرے۔ اُس زمانہ مین دولت تجارت سے اور بڑے بڑے گلہائے گوسفند سے اور عالی شان حدائق اور باغات سے پیدا ہوتی تھی لہذا مسئلہ مشاع کا مقصود و مآل ظاہرا یہ نہین معلوم ہوتا کہ بڑے بڑے تعلقون کے باب مین جاری کیا جائے جیسے اس زمانہ مین بنگئے ہین۔

پروی کونسل نے بمقدمہ عبید النساء بنام امیر النساء اس بات پر بحث کی ہے کہ آیا مشاع کو عدم جواز ہبہ کی دلیل گردانکر زمینداری کے اُن حصون کے ہبہ پر اعتراض ہوسکتا ہے جن کی مالگذاری علحدہ علحدہ دیجاتی ہو۔ اور یہ لکھا ہے کہ وہ اس ہبہ کے جواز پر ہائی کورٹ مین یہ عذر شرعی کیا گیا تھا کہ یہ ہبہ مشاع ہے یعنی جائداد قابل الانقسام کے جزو غیر منقسم کا ہبہ ہے اور ایسا ہبہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس مسئلہ پر پہلے ہی مرتبہ ہائی کورٹ مین بحث ہوئی تھی اور اِس عدالت مین بھی ہوئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بعض اشیاء موہوبہ کی نسبت اس قسم کا ایک حکم شرع محمدی مین ضرور ہے۔ ہدایہ مین لکھا ہے کہ یہ حکم دو باتون پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ چونکہ ہبہ مین قبض کامل مطلقاً شرط ہے اور شے قابل الانقسام کے جزو غیر محدود پر قبضہ کامل نہین ہوسکتا لہذا اُس شرط کی تعمیل نہین ہوسکتی۔ دوم یہ کہ اس سے واہب پر وہ بار پڑجائے گا جسکا معاہدہ اُسنے نہ کیا تھا یعنی اُسکو تقسیم کرنی پڑیگی (ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۰ کتاب الہبہ ملاحظہ ہو) فقہائے حنفی نے اشیاء مشاع یعنی غیر منقسمہ کی مثالین یہ لکھی ہین جیسے وہ پھل جو درخت سے نہ توڑا گیا ہو یا وہ غلہ جو زمین سے نہ کاٹا گیا ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی غیر منقسم چیزون پر قبضہ علحدہ علحدہ نہین ہوسکتا پس واہب اور موہوب لہ کے مال کے مشتبہ ہوجانے کا خوف ہے لہذا ایسا ہبہ شرعاً جائز نہین رکھا گیا ہے۔

اِس مقدمہ مین موہوب چند حصے ایک زمینداری مین ہین اور اُن حصون کے حقوق کی نوعیت برٹش گورنمنٹ کے قوانین مین معیّن و مشخص کر دی گئی ہے۔ ہائی کورٹ نے پہلے تو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حصے مالگذاری کے اعتبار سے علحدہ علحدہ علاقے ہین اور ہر حصہ کا ایک جداگانہ نمبر صاحب کلکٹر کے رجسٹر مین لکھا ہے اور ہر حصہ اپنی خاص مالگذاری دینے کا ذمہ دار گورنمنٹ کا ہے۔ علاوہ اِسکے مالک اراضی یہ ایک محدود حصہ لگان کا اسامیون سے وصول کرتا ہے اور اسی محدود حصہ کا مستحق ہے اس سے زیادہ کا مستحق نہین ہے۔ پس ہائی کورٹ نے یہ تجویز کیا کہ اِس قسم کی جائداد مین مسئلہ مشاع نہین جاری ہو سکتا ہے۔ جججان پریوی کونسل کے نزدیک یہ راے ہائی کورٹ کی صحیح ہے اُنکے نزدیک مسئلہ مشاع کا اصول اور جن وجوہ پر یہ مسئلہ مبنی ہے وہ اُس قسم خاص کی جائداد پر نہین صادق آتے جیسے یہ محدود حصے زمینداری کے ہین کہ یہ حصے فی نفسہ علحدہ علحدہ علاقے ہین جنکا لگان علحدہ علحدہ ہے۔ لیتھ صاحب نے یہ بحث کی کہ جب خود یہ اراضی غیر منقسم ہے اور حصون کے مالک اِسکے تقسیم کی استدعا کر سکتے ہین تو یہ مال مشاع ہے۔ لکن اگرچہ تقسیم کی استدعا ہو سکتی ہے تاہم جججان موصوفین کے نزدیک یہ حصے زمینداری کے بسبب اُس خاص قانون کے جو اِس باب مین نافذ ہو چکا ہے فی نفسہ اور قبل تقسیم اراضی کے محدود علاقے ہین اور اِس قابل ہین کہ اُنکا لگان محدود و علحدہ علحدہ لیا جاے لہذا یہ مسئلہ مشاع کے اصول اور وجوہ سے خارج ہین۔

جب ہبہ بالمشاع اُس جائداد کا کیا جاے جو قابل الانقسام ہو تو ایسی ہبہ کی جواز کی شرط یہ ہے کہ اُس جائداد کی مقدار معلوم اور معین ہو[۱] اسواسطے کہ اگر کوئی شخص اپنا حصہ ہبہ کرے اور وہ حصہ مجہول المقدار ہو تو ہبہ اِس وجہ سے ناجائز ہو گا کہ اُس حصہ کی مقدار نہ معلوم ہونیکی وجہ سے تنازعات ہونے کا احتمال ہے بمقدمہ جعفر خان[۳] بنام حبشی بیگم صدر کورٹ نے[۲]

[۱] مقدمہ صاحبہ بیگم بنام احسن وغیرہ۔ انڈین لا رپورٹ جلد ۴ صفحہ ۱۱ سلسلہ مندراس ۱۲ سنہ
[۲] فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ ۱۲ سنہ [۳] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۲۔ ۱۲ سنہ —

یہ تجویز کیا کہ ہبہ اُس اراضی کا جو جائداد مشترکہ کا جزء ہو اُسوقت جائز ہے جبکہ اراضی ہو ہو محدود و معین ہو یعنے اُسکی مقدار اور حدود معلوم ہون —

مگر صدر کورٹ کے پرانے فیصلون[1] مین مشاع ہونیکے عذر کو ایسی قوت بخشی ہے کہ شاید شرع محمدی کا منشاء ایسا نہین ہے البتہ ہائی کورٹ کلکتہ اور ہائی کورٹ الہ آباد نے جواب فیصلے کیے ہین اُنمین اِس مسئلہ کو نظر وسیع سے دیکھا ہے اور اُنکی راے اُن اقوال کے موافق ہو متاخرین علماے حنفی نے مانند صاحب مجمع الانہار اور صاحب رد المحتار کے بیان کیے ہین — لکن بمقدمہ جیون بی بی بنام امتیاز بیگم (انڈین لارپورٹ جلد ۲ صفحہ ۹۳ سلسلہ الہ آباد) —

عالم جیون نے اُن حدود سے تجاوز کیا ہے جو متاخرین فقہاے اسلام نے مقرر کر دئے ہین اِس مقدمہ مین ایک مسلم متوفی کی بیٹی نے اُس ہبہ کی فسخ کرا پانیکی نالش کی جو اُسکے باپ نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے بیٹے یعنے مدعا علیہ کے نام کیا تھا اور یہ استدعا کی کہ جائداد متنازع فیہ مین سے اُسکا حصہ شرعی دلا دیا جاے — معلوم ہوا کہ جو جائداد مدعا علیہ کے باپ نے اُسکو ہبہ کی تھی اُسمین منجملہ اور چیزون کے ایک ثلث حصہ بعض دیہات کا بھی داخل تھا جسکی زمینداری مشترک اور غیر منقسم تھی اور اِس ایک ثلث منافع کا مستحق مدعا علیہ کا باپ بعد ادا کرنے مالگذاری سرکار اور مصارف تحصیل و وصول کے تھا مدعیہ نے یہ بحث کی کہ اس حصہ کا ہبہ مشاع ہونیکی وجہ سے ناجائز ہے ہائی کورٹ نے یہ تجویز کیا کہ ملکیت اراضی کی ایک حصہ محدود و معین کے ہبہ پر مشاع کا اعتراض نہین ہو سکتا کیونکہ ملکیت اراضی کا ایک حصہ محدود و معین فی نفسہ ایک علحدہ جائداد ہے — یہ راے ہائی کورٹ کی فقہاے اسلام کے اقوال کے خلاف معلوم ہوتی ہے مگر غالباً شرع محمدی کے اصل منشاء کے خلاف نہین ہے بمقدمہ قاسم حسین بنام شرف النساء (انڈین لارپورٹ جلد ۵ صفحہ ۲۸۵ سلسلہ الہ آباد)

---

[1] مقدمہ میر عبد الکریم بنام مسماۃ فخر النساء بیگم — سلکٹ رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۴۴ — و مقدمہ سید شاہ باسط علی بنام سید شاہ امام الدین سلکٹ رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶ — و مقدمہ مسماۃ خانم بی بی بنام مسماۃ جان بی بی — سلکٹ رپورٹ جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ — ۱۲ منہ —

جسمین ایک واہب نے دو موہوب لہم کو ہبہ کیا تھا ہبہ نامہ کی عبارت یہ تھی۔

"منمقرہ مسماۃ بیجی اس ہبہ نامہ کے ذریعہ سے اعلان کرتی ہون کہ بارھوان حصہ اپنی معافی کا اور ایک مکان مسکون جسمین ایک کمرہ شمال ومشرق رویہ ہے اور جسکے محاذی پانچ گز زمین ہے اور دو دالان مشرق رویہ اور ایک دروازہ اور ایک پاخانہ اور ایک ڈیوڑھی اور ایک زینہ ہے جو میری جائداد موروثی ہے اور جسپر مین ایک تقسیم نامہ کے ذریعہ سے قابض ہون منمقرہ نے قاسم حسین اور کاظم حسین (مدعا علیہما) کو جائداد مذکورۂ بالا کا مع اُسکے حدود اور حقوق خارجی و داخلی خورد و کلان کے مالک مطلق کر دیا۔ اِس جائداد مین کسی دوسرے شخص کا کوئی حق نہین ہے اور یہ کفالت اور ولایت اور ہبہ اور بیع اور رہن وغیرہ سے بری اور سبکدوش ہے۔ اِس جائداد کے انتقال کا کوئی مانع نہین ہے اور آجتک یہ جائداد میرے قبضہ مین بلاشرکت غیر رہی ہے اور مینے سمیان مذکورین کو قبضہ مالکانہ اس جائداد کا دیدیا منمقرہ یا میرے ورثہ کا کوئی حق یا دعوی اس جائداد مین نہین باقی رہا۔ قاسم حسین اور کاظم حسین کو مینے ان شرائط سے اِس جائداد مین اپنا قائم مقام کیا ہے کہ میری حین حیات اس جائداد کی آمدنی میرے اختیار مین رہے گی اور بعد میرے مرنے کے وہ مالکان مطلق اِس جائداد کے ہو جائینگے اور نصف نصف تقسیم کر لینگے اور اِسکی آمدنی کو اپنے مصرف مین لائینگے مگر اُنکو یہ اختیار کبھی نہ ہوگا کہ اس جائداد کو منتقل کرین یا اُسپر کوئی بار عائد کرین اور اگر وہ اس جائداد کو صریحاً یا ضمناً منتقل کرین تو ایسا انتقال اس ہبہ نامہ کی رو سے عدالت مین باطل اور ناجائز ہوگا"

واہبہ کے ایک وارث نے فسخ ہبہ کی نالش کی اور تنسیخ ہبہ نامہ کے دو وجوہ بیان کیے۔ اول یہ کہ یہ وصیت نامہ ہے لہذا دو ثلث جائداد مین نافذ نہین ہو سکتا کہ ورثہ کی اجازت اور رضامندی نہین ہے دوم یہ کہ یہ ہبہ مشاع کی وجہ سے باطل ہے

پہلے عذر کی نسبت عالم ججون نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ۔

"اس ہبہ نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اِسکے ذریعہ سے واہبہ نے اپنے حصہ

معافی کی حقیت کو بنام مدعاعلیہم منتقل کیا ہے اور اُنکو مالکان اراضی معافی قرار دیا ہے مگر واہب نے اپنی حین حیات تک آمدنی اپنے واسطے رکھی تھی۔ خاص خاص حصون کے ہبہ پر شرع محمدی کی رو سے کوئی اعتراض نہین ہو سکتا اور یہ ہبہ اِس وجہ سے بھی باطل نہین ہے کہ واہب نے یہ شرط کر لی تھی کہ اِس علاقہ کی آمدنی سے تاحین حیات وہ خود منتفع ہوگا اور نہ اس وجہ سے باطل ہے کہ جائداد موہوب پر قبضہ نہین ہوا کہ ہبہ مین شرعاً قبضہ شرط ہے اور نہ شرط مذکورہ کے ہونے سے یہ ہبہ فاسد ہو گیا ہے۔ بمقدمہ[۱] نواب امجد علیخان بنام محمدی بیگم پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ اگرچہ انتقال حقیت سے شرع محمدی کی اُس حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے جو قبضہ سے باعتبار اُسکے معنی مفاد شرعی کے متعلق ہے تاہم ایسا کافی نہین ہے تاوقتیکہ انتقال ملکیت کا قصد یا منشا بالفعل یا آئندہ متحقق نہ ہو لکن جب کسی واہب نے جائداد کو اپنی زندگی مین ازروے شرع محمدی منتقل کر دیا ہو اور عین المال کو اپنے اختیار مین نہ رکھا ہو بلکہ صرف یہ شرط کی ہو کہ اپنی حین حیات تک اُسکے منافع سے خود منتفع ہوگا تو اُس صورت مین ہبہ ازروے شرع محمدی کامل ہوگا۔ جیسا کہ پریوی کونسل فرماتے ہین کہ ۔

"ہدایہ مین یہی مسئلہ بعینہ موجود ہے اور اُسکا انکار بھی موجود ہے۔ جو چیز واپس دی گئی وہ بعینہ وہی شے نہین ہے بلکہ اور چیز ہے۔ ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۲۹۴ ملاحظہ ہو جسمین یہ اعتراض لکھا ہے کہ جب مال موہوب مین واہب کی شرکت رہے تو یہ باطل ہو جاتا ہے اور اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ واہب کی شرکت اُس چیز مین ہوئی جو اس مال مین داخل نہین ہے جسکو اُسنے ہبہ کیا ہے یعنی کل شے غیر منقسم کو اپنے استعمال مین لانا کیونکہ اُسنے اُس شے کے عین کو ہبہ کیا تھا اُسکے تصرف یا استعمال کو نہین ہبہ کیا تھا۔ اِس مقدمہ مین مال موہوب چند قطعات نوٹ تھے جنکا سود واہب نے اپنے لیے رکھا تھا" پھر اس باب مین جیسا پریوی کونسل فرماتے ہین کہ

---

[۱] مورس انڈین اپیلس جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۵ - منہ

“اب ملاحظہ کیجئے کہ اگر موہوب لہ کا یہ اقرار کر لینا کہ ان نوٹون کا سود میرے باپ (واہب) کی زندگی
بھر اسی (باپ) کو ملا کرے ایک شرط منافی ہبہ سمجھی جاے یعنے موہوب لہ کے قبض و تصرف کے
منافی تصور کیجاے تو بھی از روے شرع محمدی نفس ہبہ نہ باطل ہوگا بلکہ یہ شرط باطل ہو گی
ہدایہ جلد ۳ کتاب الہبہ صفحہ ۳۰۷ ملاحظہ ہو۔ پس اس علاقہ کی صرف آمدنی واہب کے تصرف
مین آنے سے اسکا ہبہ باطل نہ ہوگا لہذا سب جج کی تجویز اس باب مین غلط ہے۔ گو ہبہ نامہ مین
یہ شرط لکھی ہے کہ یہ جائداد منتقل نہ کیجاے مگر اس سے بھی یہ ہبہ نہین فاسد ہو سکتا۔

اب رہا دوسرا عذر اسکی نسبت عالم ججون نے یہ فرمایا ہے کہ —

“اپیلانٹ نے جو اعتراض اس تجویز پر کیا ہے جو زینہ اور دروازہ اور پاخانہ کے بابت مین
سب جج نے لکھی ہے وہ عذر بھی صحیح ہے۔ مال موہوب کے اس جزو کا ہبہ اسلیئے ناجائز
قرار دیا ہے کہ یہ اشیاء غیر منقسم ہین،،

“اس باب مین ہدایہ کتاب الہبہ مین لکھا ہے کہ۔ ہبہ کسی چیز کے جزو قابل الانقسام کا
جائز نہین ہے تاوقتیکہ جزو مذکور واہب کی جائداد سے جدا نہ کر لیا جاے مگر ہبہ شے غیر قابل الانقسام
کے جزو کا جائز ہے۔ معلوم ہوتا ہی کہ اشیاء مذکورہ اس مکان کے رہنے والون مین
مشترک نہین اور وہ دیگر اعتبارات سے بھی منقسم تھا مگر وہ اشیاء غیر قابل الانقسام ہین اور
واہب نے اپنی تمام حقیت اس جائداد مین موہوب لہم کو بخشدی ہے لہذا یہ ہبہ ناجائز نہین ہے
۔ یہ محض ایک مہمل بات ہے کہ مکان کی نسبت تو ہبہ جائز رکھا جاے مگر اسمین آمد و رفت
کے سب ذرائع مسدود کر دیے جائین،،

دو شخصون کو بالمشارکت کوئی جائداد ہبہ کرنا جائز ہے اگر انکو یہ اجازت دیجاے کہ اسکو
باہم تقسیم کر لین یا یہ کہ انکا قبضہ مال موہوب پر کرا دیا جاے۔ مگر جب ایک موہوب لہ
نابالغ ہو اور دوسرا بالغ ہو تو اس مسئلہ مین شک ہے۔ رد المختار مین لکھا ہے کہ۔
“بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اگر ایک نابالغ اور ایک بالغ کو بالمشارکت ہبہ کیا جاے اور

مال مشاع مین اُنکے حصونکی تعیین وتصریح نہ کردی جاے تو ہبہ ناجائز ہے اور چونکہ نابالغ خود اپنے حصہ پر قبضہ نہین کرسکتا لہذا ہبہ کی تکمیل نہین ہوسکتی۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ ہبہ معہ بالغون کو کیا جاے یا ایک بالغ اور ایک نابالغ کو یا دو نابالغون کو جیسا سابق مین عرض کیا گیا۔

پھر اسی کتاب مین لکھا ہے کہ ۱۱ اگر ہبہ ایک بالغ اور ایک نابالغ کو کیا گیا ہو اور وہ نابالغ اس بالغ کی حراست مین ہو یا دو بیٹون کو ہبہ کیا ہو جن مین سے ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو تو ہبہ جائز نہین ہے۔ جن وجوہ پر یہ اصول بنی ہین وہ بعید از قیاس معلوم ہوتے ہین گو ہائی کورٹ الہ آباد نے بمقدمہ نظام الدین بنام زبیدہ بی بی ظاہرا اُن اصول کو تسلیم کرلیا ہے۔

اس مقدمہ مین ایک شخص قادر بخش نامے نے ایک ربع جائداد کی وصیت اپنی اولاد اکبر ظہیر الدین کے حق مین اس شرط سے کی تھی کہ ایک جزو اس جائداد کا جو دریاے راوی کے شمال مین واقع ہے اور جسمین کچھ اراضی از قسم لکھراج داخل ہے موصی کی وفات کے بعد ظہیر الدین کو ملے اور باقی جو دریاے مذکور کے جنوب مین ہے موصی کے چھوٹے بیٹے امان اللہ کو ملے اور اسکے قبضہ مین اس غرض سے رہے کہ وہ دونون حصون کی مالگذاری وصول کرکے سرکار مین داخل کرے اور کچھ حساب کتاب نہ سمجھاے تاوقتیکہ ظہیر الدین کے یہان کوئی لائق اولاد پیدا ہو کیونکہ ظہیر الدین اُس علاقہ کے انتظام کی لیاقت نہین رکھتا تھا جسکی مالگذاری گورنمنٹ کو دیجاتی تھی۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد ظہیر الدین اور امان اللہ جائداد مذکورہ بالا پر حسب منشاء موصی قابض و متصرف رہے۔ یکم ستمبر ۱۸۶۷ء کو ظہیر الدین نے ایک ہبہ نامہ جسمین اُس جائداد کا جو بذریعۂ وصیت اُسکو ملی تھی اپنے دو بیٹون نظام الدین اور صدرالدین نابالغ کے نام لکھدیا۔ اور اُس ہبہ نامہ مین اُن

ا؎ انڈین لا رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۳۸ ۵ سلسلہ الہ آباد ۱۲ منہ۔

دونون بھائیون کے حصون کی کچھ تصریح نہین کی اور نہ یہ لکھا کہ کس طریقہ سے وہ جائداد
اُنکے پاس رہے یا اُنمین تقسیم کیجاے۔ اسی سال اُس ہبہ نامہ کی رجسٹری ہوئی اور دریاے
راوی کے شمال مین جو اراضی تھی اُسکا داخل خارج بھی ہوگیا۔ ظہیر الدین نے ۱۸۶۹ع مین
انتقال کیا اور چند بیٹیان اور ایک نابالغ بیٹا چھوڑا جو اُسوقت پیدا ہوا تھا جبکہ ہبہ نامہ
نظام الدین اور صمد الدین کے نام تحریر ہو چکا تھا اور ظہیر الدین کا قبضہ اُس جائداد پر
جو دریاے راوی کے جنوب مین تھی کبھی نہ رہا تھا بلکہ وہ جائداد امان اللہ اور اُسکے بیٹے
کے قبضہ مین رہی تھی جو کچھ حساب اُسکے منافع کا ظہیر الدین کو نہین سمجھاتے تھے اور
۱۸۷۱ع تک موہوب لہم کو اُس جائداد پر قبضہ بھی نہ حاصل ہوا تھا۔ درباب اس جائداد کے
جو دریاے راوی کے شمال مین واقع تھی یہ معلوم ہوا کہ موہوب لہم کا قبضہ کرا دیا گیا تھا
جب ظہیر الدین کی ایک بیٹی زبیدہ بی بی نے یہ نالش کی کہ جو حصہ جائداد کا میرے باپ نے
چھوڑا ہے اور جسکی مستحق مین شرعاً ہون وہ مجھکو دلا ملے اور ہبہ نامہ منسوخ کیا جاے تو
عدالت ابتدائی نے یہ تجویز کیا کہ ہبہ نامہ جائز ہے کیونکہ اسمین مال موہوب کے تعین و تصریح
کر دی ہے۔ مگر عدالت اول اپیل نے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے مقدمہ کو واپس کیا کہ اُس
منافع کا تصفیہ کیا جاے جو مدعیہ کو ملنا چاہیے اور یہ تجویز کیا کہ یہ ہبہ نامہ از روے شرع محمدی
ناجائز ہے کیونکہ ہبہ بلا تعیین و تصریح حصص موہوب لہم ہوا ہے اور موہوب لہم کا قبضہ ایک جزو
مال موہوب پر یعنے اُس جزو پر جو دریاے راوی کے جنوب مین واقع ہے واہب کی
وفات کے بعد تک نہین ہوا تھا [illegible]
یہ ہبہ [illegible] سمجھنے کے وجوہ کافی نہین
اور اس عدالت نے یہ بھی تجویز کیا کہ واہب کو مجنون یا سفیہ
پائے گئے گو اُسکے باپ نے اُسکو علاقہ کا انتظام کرنیکی اجازت نہین دی
اس مقدمہ کا اپیل خاص ہائی کورٹ مین ہوا اور وجوہ اپیل یہ تھے کہ یہ ہبہ

از روے شرع محمدی ناجائز ہے اسواسطے کہ موہوب لہم نے صرف ویسا قبضہ اراضی واقع جنوب دریاے راوی پر پایا تھا جیسا قبضہ واہب دے سکا تھا مگر دریاے مذکور کے شمال مین جو اراضی تھی اُسپر قبضہ واقعی پایا تھا اور گو مال غیر منقسم کا ہبہ خلاف شرع ہے تاہم چونکہ موہوب لہم کا قبضہ ہوگیا تھا لہذا یہ ہبہ مطلقاً ناجائز نہین ہے۔

ہائی کورٹ نے اس مقدمہ مین یہ تجویز فرمایا ہے کہ۔

"اس مقدمہ مین مدعیہ نے اپنے باپ ظہیر الدین کی جائداد مین بیٹی کا حصہ پانیکا دعوی کیا ہے اور اُسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ظہیر الدین نے جو کسیقدر سفیہ تھا ایک ہبہ نامہ اپنے بیٹون یعنے اپیلانٹون کے نام ۱۸۶۴ء مین تحریر کیا تھا۔ اس ہبہ نامہ کی تاریخ تحریر کے بعد ظہیر الدین کے یہان ایک اور بیٹا پیدا ہوا تھا۔ پس اس ہبہ نامہ کا اثر یہ ہوا ہے کہ متوفی کا سب سے چھوٹا بیٹا اور چند بیٹیان بغیر کسی وجہ وجیہ اور سبب کافی کے محجوب الارث ہوگئی ہین۔ عدالت ابتدائی نے اس ہبہ نامہ کو جائز قرار دیکر مدعیہ کے دعوی کو خارج کیا۔ عدالت ماتحت اپیل نے اس ہبہ نامہ کو تین وجوہ سے ناجائز قرار دیا۔ اول یہ کہ مال موہوب قابل الانقسام تھا مگر ہر دو موہوب لہم مین تقسیم نہین کیا گیا۔ دوم یہ کہ ایک جز اُس جائداد کا ہبہ نامہ تحریر ہونیکے وقت خود واہب کے قبضہ مین نہ تھا۔ سوم یہ کہ جب ایک جز جائداد موہوبہ کا واہب کے قبضہ مین نہ تھا تو واہب اُسکو موہوب لہم کے نام منتقل نہ کر سکتا تھا۔ دوسرے جز جائداد کی نسبت جسکو فریقین نے تسلیم کر لیا ہے کہ اُسوقت واہب کے قبضہ مین تھا عدالتہاے ماتحت نے اس امر کی تحقیقات کماحقہ نہین کی ہے کہ آیا یہ ہبہ نامہ ظہیر الدین کی وفات کے قبل نافذ ہوچکا تھا۔ اگر یہ ہبہ نامہ اُس جائداد مین جو [illegible] شمالی مین [illegible] فوراً نافذ ہوگیا تھا کہ عدالتہاے ماتحت کی راے کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے اور عمدہ شہادت بھی اسکی تائید مین موجود ہے تو ہم یہ نہین تسلیم کر سکتے کہ یہ ہبہ نامہ اُس جائداد کی نسبت نہین نافذ ہوا تھا جو دریاے مذکور کے جنوب مین واقع تھی۔ جز آخر الذکر اُس

جائداد کا ایک امین کے سپرد تھا جسپر فرض تھا کہ اس جزو کے منافع سے کل مالگذاری جو دونون حصون پر مشخص ہوئی تھی ادا کرے۔ پس جو شخص یا اشخاص حصہ شمالی پر قابض تھے انکو یہ نہین تصور کر سکتے کہ دوسرے حصہ پر جس سے وہ اشخاص یا شخص مالگذاری دیا کرتے تھے قابض نہ سمجھے یا اسکا منافع نہ لیتے تھے۔ بہر تقدیر واہب نے موہوب لہم کو ویسا قبضہ دیا جیسا وہ خود رکھتا تھا اور جیسا قبضہ وہ حصہ جنوبی پر دے سکتا تھا۔ البتہ جج کی دوسری اور تیسری دلیل کی صحت مین تو ہمکو کلام ہے مگر اسکی پہلی دلیل کو ہم غلط نہین کہہ سکتے۔ شرع محمدی کا عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شے قابل الانقسام دو شخصون کو ہبہ کیجاے تو واہب کو چاہیے کہ ہبہ کرنیکے وقت اسکو تقسیم کر دے یا ہبہ کرنیکے بعد فوراً اور موہوب لہم کو قبضہ دینے کے پیشتر تقسیم کر دے تاکہ مشاع کا عذر جاتا رہے اور قبضہ کامل حاصل ہو سکے۔ مگر اپیلانٹون کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ اگرچہ جائداد غیر منقسم کا ہبہ خلاف شرع ہے تاہم اگر موہوب لہم کا قبضہ ہو گیا ہو تو ایسا ہبہ مطلقاً ناجائز نہین ہوگا۔ اس بحث کا موئید صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا قول ہے اور اسکے مخالف امام اعظم کا قول ہے لکن در المختار اور فتاواے عالمگیری کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی خاص صورت مین جیسا یہ مقدمہ ہے جسمین ایک موہوب بالغ اور دوسرا نابالغ ہے مال غیر منقسم کا ہبہ صرف فاسد ہی نہین ہے بلکہ مطلقاً باطل ہے۔ اس قاعدہ کے وجوہ بھی بیان کر دیے ہین اور لکھا ہے کہ ایک خاص تدبیر یا حیلہ شرعی سے اس قاعدہ کو ٹال سکتے ہین مگر وہ حیلہ شرعی سمجھ مین نہین آتا اور نہ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اس مقدمہ مین ہبہ نامہ کا کاتب یا مکتوب الیہ اس حیلہ شرعی کو عمل مین لایا تھا۔

پس ان معتبر کتابون سے تو وہی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جو عدالت ماتحت اپیل نے لکھی ہے اور وہی رائے شرع محمدی کی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس بات مین غور کرنا ہمپر فرض ہو جاتا کہ آیا اس مقدمہ مین شرع محمدی جاری کرنا واجب ہے یا اسکا فیصلہ اصول عدل و انصاف و ایمان کے موافق کرنا چاہیے۔ خیر ہم اسمین بحث نہین

کرتے بلکہ صرف اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتے ہین کہ چونکہ یہ ہبہ نامہ از روے شرع محمدی ناجائز ثابت ہوا ہے لہذا ایسے مخصوص حالات مین عدل و انصاف اور ایمان کا مقتضی بھی یہ نہین ہے کہ یہ ہبہ نامہ جائز رکھا جاوے۔ اُسکو تحریر ہوے ابھی بارہ برس بھی نہین ہوے ہین اور اگر ظہیر الدین زندہ ہوتا تو اُسکے ورثہ اِسکو یہ کہکر کہ اِسکی پابندی ہمپر فرض نہین ہے منسوخ کرسکتے تھے۔ پس اب بھی وہ اسکے جواز مین کلام کرنیکے یقیناً اور بخوبی مجاز ہین ؎

(د) اس فیصلہ کے آخر مین جو استدلال کیا ہے اُسکو سمجھنا ذرا مشکل ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جن وجوہ پر مسئلۂ مشاع حنفیہ کے نزدیک مبنی ہے اُن مین جہجان ہائی کورٹ نے کچھ مسامحہ فرمایا ہے۔ اِسمین کچھ شک نہین ہے کہ مشاع کا اصول اس وجہ سے پیدا ہے کہ فقہاے حنفی کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ جائداد مشترکہ غیر منقسمہ کے قبضہ مین وقت پڑے گی یہ گمان کیا گیا ہے کہ مثلاً جب کوئی چیز زید کو کہ بالغ ہے ہبہ کیجاے اور عمرو کو بھی ہبہ کیجاے جو نابالغ ہے اور زید کی ولایت مین ہے تو عمرو کا قبضہ ایسا مشتبہ رہے گا کہ بڑے بڑے جھگڑے پیدا ہونگے۔ علے ہذا القیاس جب ایک پسر بالغ اور ایک پسر نابالغ کو بالمشارکت ہبہ کیا جاے تو اُنکا باپ بطور ولی شرعی کے پسر نابالغ کے حصہ پر قابض رہے گا اور پسر بالغ اپنے حصہ پر خود قابض ہوگا۔ پس ظن غالب ہے کہ ہر دو موہوب لہم کے قبضہ مشترک سے نہ صرف اُن دونون مین کھبیڑا ہوگا بلکہ اُن مین اور واہب مین وقت پیدا ہوگی۔ اور یہ دقت اور یہ کھبیڑا اُس صورت مین اور زیادہ ہو جاے گا جبکہ باپ کے کچھ قرضخواہ ہون اور وہ یہ کہین کہ یہ ہبہ ہمکو فریب دینے کے لیے کیا ہے۔ پس اس اصول کو اس نظر سے دیکھئے تو ظن غالب ہوتا ہے کہ یہ اصول کچھ تو اسلیے مقرر کیا گیا تھا کہ قرضخواہ محفوظ رہین اور کچھ اس غرض سے کہ واہب یا اُسکے قائم مقام اُس معاملہ کے کامل ہونے مین کچھ قیل و قال نہ کرسکین۔ موہوب لہ کو جو کچھ ہبہ مین ملتا ہے تبرعاً یا رعایتاً ملتا ہے اور جب محض رعایتاً ملا تو اسکا حق بالغ موہوب مین

کامل نہین ہو سکتا تاوقتیکہ واہب اپنی نیت اور ارادہ وہ جائداد موہوب لہ کو بخشدینے کا بخوبی ظاہر نہ کردے۔ یہ ارادہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ واہب موہوب لہ کا قبضہ موہوب پر کرا دیتا ہے یا اُسکو قبضہ کی اجازت دیتا ہے یا اُسکو اپنی دیگر جائداد سے یا اپنے شرکاء کی جائداد سے اس طرح جدا کر دیتا ہے کہ کوئی بکھیڑے کی گنجایش نہ باقی رہے جبتک یہ نہ کیا جاے قبض کامل نہین ہو سکتا اور ہبہ محض ایک فعل ناقص ہوتا ہے۔ اگر موہوب لہ نابالغ ہو تو اُسکے ولی کا قبضہ ضرور کرا دیا جاے۔ اور اگر کوئی قرض خواہ نہ ہو جسکا قرضہ مال موہوب پر عائد ہو سکے اور اگر ہبہ مین قبضہ ہو گیا ہو اور باقی رہا ہو تو ہبہ جائز ہوگا۔ اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ اُس ملک مین ملکیت اراضی کی ہبہ کی نسبت داخل خارج کا قاعدہ اور اور احکام قانونی جن سے انتقال جائداد ثابت ہوتا ہے محض بے[۱] نامی معاملات کا اندیشہ دفع کرنے کے لیے کافی ہین۔"

فقہاے حنفی نے شیوع کے اصول سے بچنے کی جو تدبیر لکھی ہے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ وہ خود اُس قاعدہ کی سختی کو ناپسند کرتے ہین۔ جیسا رد المحتار مین لکھا ہے کہ "اگر ہبہ ایک بالغ اور ایک نابالغ کے نام ہو اور وہ نابالغ اُس بالغ کی پرورش یا حراست مین ہو یا دو بیٹون کے نام ہو جن مین سے ایک بالغ اور ایک نابالغ ہو تو ایسا ہبہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ نابالغ کی طرف سے اسکا ولی قبضہ کر سکتا ہے۔ تاہم ایک حیلہ شرعی سے بالغ اور نابالغ دونون کے نام بالمشارکت ہبہ ہو سکتا ہے۔ وہ حیلہ شرعی یہ ہے کہ کل مال موہوب بالغ کے سپرد کر کے دونون کو ہبہ کر دیا جاے۔ اسصورت مین بالغ موہوب نابالغ کا امین ہوگا اور چونکہ اُسکا قبضہ بطور امین کے ہو چکا ہے لہذا شیوع کا اعتراض نابالغ کے حصہ کے ہبہ پر نہ وارد ہوگا۔" اگر کوئی شخص دس درہم دو محتاجون کو بطور صدقہ کے دے یعنے خدا کی راہ مین دے تو ایسا ہبہ شیوع کی علت سے فاسد نہ ہوگا۔"

---

[۱] شاید اس سے اسم فرضی مراد ہے ۱۲- مترجم

دو دولتمند آدمیون کو صدقہ دینا ہبہ ہے لہذا ایسے مال موہوب مین شیوع عارض ہوگا اور ایسا ہبہ نافذ نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ مال تقسیم نہ کر دیا جاے۔ شیوع کے عذر سے ہبہ صرف فاسد ہوجاتا ہے باطل نہین ہوتا۔ ہبہ باطل اور ہبہ فاسد یا غیر مکمل مین بڑا فرق ہے۔ بزازیہ مین لکھا ہے کہ ہبہ فاسد قبضہ سے جائز ہوجاتا ہے اور اسی قول کے موافق فیصل خصومات کیا جاتا ہے نہ اُس قول کے موافق جو عمادیہ مین لکھا ہے۔ پس جب کوئی چیز دو شخصون کو ہبہ کیجاے تو دونون کے قابض ہوجانے سے اُسکا عدم جواز رفع ہوجاتا ہے۔ اور ہبہ مشاع مین اگر موہوب لہم مال موہوب کو ہبہ ہونیکے بعد باہم تقسیم کرلین تو ہبہ جائز ہوگا۔

بزازیہ کے موافق نصف مکان کا ہبہ جو بعلت شیوع فاسد ہوتا اِسطرح جائز ہوسکتا ہے کہ پہلے واہب اس مکان کو ایک قیمت معینہ پر فروخت کرے بعد اسکے قرضدار کو وہ قرضہ یعنے قیمت معاف کر دے۔

شیوع یا اشتباہ سے ہبہ فاسد اسوقت ہوجاتا ہے جبکہ ہبہ کرنیکے وقت مال موہوب مشاع یا مشتبہ ہو اور اگر بعد ازان مشتبہ ہوجاے تو ہبہ فاسد نہ ہوگا اور اشتباہ بھی ایسا ہو جو شرعاً معتبر ہے۔

اگر کوئی شخص دو درہم رکھتا ہو اور کسی شخص سے کہے کہ مینے تجھکو ان مین سے ایک درہم ہبہ کیا تو اُس صورت مین اگر وہ دونون درہم ہموزن ہون اور دونون خالص ہون تو ہبہ درست نہ ہوگا لیکن اگر وہ دونون یکسان نہ ہون تو ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ آخر الذکر صورت مین شیوع کا عذر تقسیم سے نہین رفع ہوسکتا اسی طرح اگر وہ دو درہمون کا ایک ثلث ہبہ کرے تو بھی ہبہ جائز ہوگا۔

جب موہوب لہ کو اختیار دیا جاے کہ دو چیزون مین سے ایک کو پسند کرلے تو اگر اُسوقت پسند کیا ہو جبکہ وہ اپنے منشاء کو صاف صاف بیان کر سکتا ہو تو ہبہ درست ہوگا

سلہ رد المحتار۔ فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۲۵ ۱۲۵۔ منہ

شلہ

مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ان دو تھانون مین سے ایک تھان تم لے لو اور دوسرا تھان اپنے بیٹے کے لیے رہنے دو تو اس صورت مین، اگر موہوب لہٗ انمین سے ایک تھان پسند کرلے قبل اسکے کہ وہ یا واہب اُس مجلس سے جسمین یہ عقد ہبہ ہوا تھا چلا جاے تو ہبہ جائز ہوگا۔

اگر کوئی شخص دوسرے شخص کا دو چیزون کا قرضدار ہو اور اُن مین سے ایک چیز نقد ہو اور دوسری چیز گلہ گوسفند ہو اور قرضخواہ قرضدار سے کہے کہ مینے تجھکو ان دونون مالون مین سے ایک مال ہبہ کیا تو ایسا ہبہ جائز ہوگا۔

دو نامحدود ہونیکے عذر پر جب بہت زور دیا جاتا ہے تو اکثر موہوب لہٗ یا موہوب لہم کو اِس امر سے مانع ہوتا ہے کہ اس اختیار کو جو انکو مال موہوب پر قبضہ کرنے کا حاصل ہے عمل مین لاکر اُس ہبہ کو جو ابتدا مین ناجائز تھا جائز کردین۔ اس دقت کو رفع کرنیکے لیے فقہاے عرب نے تحلیل کا مسئلہ نکالا ہے جسکے معنی حقیقی حلال بنا دینے کے ہین مگر جب ہبہ پر اِس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے تو اُسکے معنی یہ ہوتے ہین کہ واہب کا مال موہوب کو موہوب لہٗ پر حلال کرکے ہبہ کو جائز کردینا۔ امثلۂ ذیل سے یہ مسئلہ تحلیل ہبہ کا بخوبی سمجھ مین آجائیگا۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ میرے مال مین سے تمنے کھایا ہے تمھارے لیے حلال ہے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہے لکن اگر کوئی علامت تنازع یا فساد کی پائی جاے تو اُسکو ایسا نہ کرنا چاہیے۔ ملتقات مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جس کسی نے میرے مال مین سے کھایا ہے اسکے لیے حلال ہے تو فتوی یہی ہے کہ اُسکو حلال ہی جیسا سراجیہ مین لکھا ہے۔

ایک حدیث مین ابن مقاتل سے منقول ہے کہ ہر شخص کو خواہ امیر ہو خواہ غریب کسی درخت کا میوہ کھانا جائز ہے جبکہ اُسکے مالک نے کہدیا ہو کہ میرے درخت کا میوہ

سلہ فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۱۳۱ ۱۲۵ منہ

سب لوگون کو حلال ہے۔ فتاوی عتابیہ مین یہی لکھا ہے۔
اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جتنے حقوق تمھارے مجھپر ہین اُن سب کو بحل کردو اور وہ بحل کردے اور سائل کو بری الذمہ کردے تو اِس صورت مین اگر صاحب حق اپنے حقوق سے واقف تھا تو سائل شرعًا اور ایمانًا بری الذمہ ہوجائیگا۔ لکن اگر صاحب حق اپنے حقوق سے ناواقف تھا تو سائل صرف شرعًا بری الذمہ ہوجائیگا مگر امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ایمانًا بھی بری الذمہ ہوجائیگا اور یہی فتوی ہے جیسا ملاحدہ مین لکھا ہے
اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز دے جسکو یہ دوسرا شخص اپنے اسباب مین آمیختہ کردے اور یقین کلی رکھتا ہو کہ اُس چیز مین اور اپنے اسباب مین کچھ تمیز نہ کر سکے گا اور وہ اُس شخص سے جسنے وہ چیز دی ہے کہے کہ یہ شے مجھپر حلال کردے اور وہ حلال کردے تو وہ چیز اُسپر حلال ہوجائیگی۔ لکن بعد ازان جب وہ اُس چیز کو پہچان جاے تو اُسکو مستر دکردے کفایہ مین یہی لکھا ہے۔
اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ تیرا جی چاہے یا جو کچھ تجھے ملجاے میرے مال مین سے لے لے تیرے لیے حلال ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تحلیل صرف درہم و دینار پر محدود ہے۔ پس اُس شخص کو زمین یا درخت یا بادام یا گاے یا بکری لینا حلال نہ ہوگا ظہیریہ مین اور خلاصہ مین یہی لکھا ہے۔
اگر کوئی شخص کہے کہ مینے اپنے مال مین سے کھانا دوسرے شخص پر حلال کردیا ہے اور اُس دوسرے شخص کو یہ بات نہ معلوم ہو تو اُس صورت مین اگر وہ شخص اُس مال مین سے کچھ کھا جاے تو حلال نہین ہے اور محیط سرخسی اور تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ اُس شخص کو اُس مال مین سے کھانا جائز نہین ہے تاوقتیکہ اُسکے مالک کی اجازت نہ معلوم ہوجاے۔
ایک شخص دوسرے کا قرضدار ہے اور یہ قرضدار قرضہ کی مقدار سے واقف نہین ہے اور یہ قرضدار قرض خواہ سے کہے کہ تیرا جو قرضہ مجھپر ہے مجھکو معاف کردے

اور وہ یہ جواب دے کہ مین نے تجھکو دنیا و آخرت دونون مین معاف کیا تو نصیر
ایک فقیہ ہین اُنکا قول یہ ہے کہ قرضدار صرف اُس قدر قرضہ سے بری ہو جائیگا
جسقدر قرض خواہ کو یقین ہے کہ اُسپر میرا اتنا قرضہ ہے مگر محمد ابن سلمہ سے منقول ہے
کہ وہ شخص کل قرضہ سے بری ہو جائیگا اور فقیہ ابو لیث اور دیگر فقہا نے فرمایا ہے
کہ ابن سلمہ کا جو قول ہے وہ قاضی کا فیصلہ ہے اور نصیر کا قول آخرت سے تعلق
رکھتا ہے۔ ذخیرہ مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ جو کچھ تو نے میرے مال مین سے کھایا ہے یا لیا ہے
یا دیا ہے وہ سب تجھپر حلال ہے تو اس صورت مین جو کچھ اُسنے کھایا ہے وہ تو حلال ہے
مگر جو کچھ لیا دیا ہے وہ حلال نہین ہے۔ سراج الوہاج مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص ایک بیمار یا جانور کو یہ کہکر چھوڑ دے کہ جو شخص اسکو گرفتار کر کے
اپنے مصرف مین لاے یہ جانور اسی کا ہو جائیگا اور فرض کیجیے کہ کوئی شخص اُسکو
پکڑ کر اپنے استعمال مین لاے تو وہ جانور شرعاً اُسکا مال ہو جایگا۔ ابو القاسم کا یہی فتویٰ ہے
اگر کوئی پالو چڑیا (طیراً مملوکاً) چھوڑ دی جاے تو اُسکا حال بھی اُس
بیمار جانور کا سا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی جائداد کو غصب کر لے اور اُس مال کا مالک حقیقی کہدے کہ مینے اپنے تمام
حقوق تجھپر حلال کیئے تو علماے بلخ کا قول یہ ہے کہ اس صورت مین وہ غاصب تمام نقصانات
سے بری الذمہ ہو جایگا مگر اُس مال مخصوص کو واپس کرنے سے بری نہ ہوگا کنایہ مین یہی لکھا ہے
مگر رسول اللہ صلعم سے ایک حدیث مین منقول ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے شخص کے مال کا ذمہ دار
ہو اور اُسکا مالک کہے کہ مینے تجھپر یہ مال حلال کر دیا تو یہ ہبہ ہو جاے گا لکن اگر وہ کہے کہ تحل لك
یعنی یہ مال تیرے لیے حلال ہے تو یہ ابرا ہو گا ہبہ نہ ہوگا۔ ذخیرہ مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "ہمہ قرضداران خود را بحل کردم" تو یہ ابرا قرضداروں کا

ہو جائیگا مگر مستاجر کا ابرا نہ ہوگا۔ خلاصہ مین یہی لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنے وکیل سے کہے کہ میرے مال سے ایک درہم سے سو درہم تک کھانا تجھپر حلال ہے تو اُس وکیل کو سو یا پچاس درہم یکبارگی لے لینا حلال نہین ہے بلکہ صرف اُسقدر لینا حلال ہے جسقدر اُسکے وجہی گذارہ کے لیے درکار ہو۔ ملتقے مین یہی لکھا ہے۔

فصل چہارم

مال مشاع کا ہبہ مذہب شیعہ کے موافق۔

شیعون کے نزدیک مال مشاع یعنی جائداد مشترکہ غیر منقسمہ کے ایک حصہ کا ہبہ شرعاً جائز ہے چنانچہ شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ وہ اُس مال پر اسیطرح قبضہ کیا جاے جسطرح بیع مین ہوتا ہے یعنی واہب اُسکو صرف حوالہ کردے یا خالی کردے۔ قبضہ کی حقیقت مال موہوب کی نوعیت پر موقوف ہے جیسا سابق مین شرع حنفی کی بحث مین لکھا گیا۔ اور یہی قول علامہ حلی رح نے تحریر الاحکام مین لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ہبہ کی سب صورتون مین جنمین جائداد غیر منقولہ ہبہ کی گئی ہو صرف قبضہ ظاہری دیدینا جسمین قبضہ کے علامات موجود ہون کافی ہے۔ مگر جائداد منقولہ کے ہبہ مین جہانتک موہوب کی نوعیت متعلق ہے وہانتک قبض بالید شرط معلوم ہوتا ہے

پس مذہب شیعہ کے موافق اسمین کلام نہین ہے کہ اگر کوئی چیز دو آدمیون کو بالمشارکت ہبہ کیجاے تو انمین سے ہر ایک موہوب لہ اُسکے ایک جزر کا مالک ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر اُنمین سے ایک شخص ہبہ کو قبول کرکے قبضہ کرلے اور دوسرا شخص نہ قبول کرے تو قبول کرنے والے کے نام ہبہ صحیح ہوگا۔

جیسا مذہب حنفی مین قبول جواز ہبہ کی شرط ہے اسی طرح شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ عقد ہبہ مین ایجاب وقبول ساتھ قبضہ کے ہونا شرط ہے۔

ایجاب کے یہ معنی ہین کہ واہب اپنی یہ نیت یا خواہش ظاہر کرے کہ حق ملکیت اپنے مال کا بطور ہبہ کے موہوب لہ کی طرف منتقل کرتا ہے مگر یہ معاہدہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ واہب

بالغ و رشید اور صحیح العقل اور اپنے مال پر قابض و متصرف نہ ہو یعنے اتنا شعور رکھتا ہو کہ اس فعل کی حقیقت کو سمجھ سکے اور کوئی نقص شرعی بھی اُسمین نہ ہو۔

جب قرضخواہ قرضدار کو قرضہ معاف کر دے تو یہ بمنزلہ ہبہ کے ہوگا اور سنی اور شیعہ دونون کے نزدیک جائز ہے مگر چونکہ قرضہ پر یا شے غیر مقبوض پر قبض بالید حاصل کرنا دشوار ہے لہذا بعض علماے شیعہ نے ضمن سے صاحب شرایع بھی ہین لکھا ہے کہ قرضخواہ قرضہ وصول کرنیکا حق تیسرے شخص کو نہین ہبہ کرسکتا۔ مگر بعض علماے شیعہ کا قول مثل شیخ ابو جعفر طوسی کے اسکے خلاف ہے اور اسمین کچھ شبہہ نہین ہے کہ علماے شیعہ کے اقوال کا تتبع کرنے سے اور صدہا برس شیعون مین جو عملدرآمد رہا ہے کہ شے غیر مقبوض کا ہبہ ہمیشہ جائز سمجھا گیا ہے اُسپر نظر کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرضہ یا وہ حق جو دوسرے کے ذمہ ہو قرضخواہ یا صاحب ذمہ تیسرے شخص کو منتقل بطور ہبہ کے بحل کرسکتا ہے۔ چنانچہ بمقدمہ نواب امجد علی خان بنام محمدی بیگم وغیرہ پر امیسری نوٹ ہبہ ہوئے تھے اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نوٹونکا ہبہ بمنزلہ اسکے تھا کہ اُس سود کے وصول کرنیکے حق کو ہبہ کیا جسکی ضمانت مین وہ نوٹ سرکار نے دیے تھے اِس مقدمہ مین یہ بحث نہین پیش کی گئی کہ یہ ہبہ اِسوجہ سے ناجائز ہے کہ سود وصول کرنیکا حق ہبہ کیا گیا ہے حالانکہ فریقین شیعہ مذہب تھے۔ بلکہ اس ہبہ پر صرف یہ اعتراض کیا گیا کہ اِن نوٹون کا سود واہب اپنے حین حیات اپنے تصرف مین لاتا رہا اور ایسا تصرف شرعًا ہبہ کو باطل کر دیتا ہے۔ پس یہ کہ سکتے ہین کہ شے غیر مقبوض یا حق غیر مقبوض کو ہبہ کرنا شیعون کے مذہب مین جائز ہے۔ شیعون مین جو لوگ احکام شرع مین توسیع کے قائل ہین اُنکے نزدیک ابرا کا جواز موہوب لہ کے قبول کر لینے پر موقوف نہین ہے مگر بعض اکابر علماے شیعہ نے مثل شیخ ابو جعفر طوسی رح کے حنفیہ سے اتفاق کرکے فرمایا ہے کہ قرض خواہ یا اُن کا اُن ابرا کے جواز کے لیے ضرور ہے۔ اور یہی قول اصول انصاف کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابرا کے معنی صرف یہ ہین کہ قرض خواہ یا دائن اپنا یہ ارادہ ظاہر کرے

کہ قرضدار یا مدیون پر قبضہ کا دعوے نہ کرے گا۔ لکن اگر قرض خواہ یہ ارادہ ظاہر کرے کہ قبضہ کا دعوے نہ کرے گا اور اس ابرا کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ قبضہ کا مطالبہ نکر سکے تو اس سے یہ نہین لازم آتا کہ قرضدار قرض خواہ سے اصرار نہ کر سکے کہ قرضہ کا ادا ہونا قبول کرے۔ دین کی تعریف ایک عالم انگریز[۱] نے یہ لکھی ہے کہ دین وہ تعلق ہے جو دو آدمیون مین ہوتا ہے جنمین سے ایک شخص دوسرے کے افعال پر متصرف ہونیکا ایک خاص حق رکھتا ہے اور اسکو کسی خاص امر کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم کرتا ہے۔ یہی تعریف اُس معاملہ پر صادق آتی ہے جسکو فقہائے[۲] عرب کی اصطلاح مین عقد کہتے ہین۔ عقد کے معنی فقہاے اسلام کی اصطلاح مین یہ ہین کہ وہ تعلق جس سے ایک شخص کو دوسرے پر کوئی حق حاصل ہو جاتا ہے اور اُس شخص پر اس دوسرے شخص کا بھی کوئی حق اکثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی خیال سے فقہاے حنفی نے یہ قرار دیا ہے کہ قرضدار کو قرضہ ہبہ کرنا یا معاف کر دینا ہبۂ کامل ہے بے اِسکے کہ قرضدار اُس ہبہ کو قبول کرے۔ البتہ اگر وہ اُسکو نہ قبول کرے تو ہبہ منسوخ ہو جائیگا۔ مگر یہ قول صرف اصل قرضدار پر صادق آتا ہے اسواسطے کہ ضامن کو قرضہ ہبہ کرنا ہبۂ کامل نہین ہے بے اِسکے کہ وہ اُسکو قبول کرے اور اگر وہ نہ قبول کرے تو منسوخ ہو جائیگا۔ اگر قرض خواہ اصل قرضدار کو قرضہ ہبہ یا معاف کر دے اور وہ اُسکو قبول کر لے تو قرضدار اور ضامن دونون بری الذمہ ہو جائینگے لکن اگر قرضدار اُسکو نہ منظور کرے تو بری الذمہ نہوگا۔ پس یہ سمجھنا چاہیے کہ شرایع الاسلام مین جو یہ قول لکھا ہے کہ ابراء کے لیے قبول شرط نہین ہے اُسکی تفصیل اُن مسائل سے معلوم ہوتی ہے جو جامع الشتات مین لکھے ہین اور جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ابراء نہ قبول کیا جاے تو غیر موثر اور باطل ہوگا۔ فقط

---

[۱] پالک صاحب کی کتاب صفحہ ۱۲۳ سنہ ۷۲۔ [۲] فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۳۵ — ۳۶ — ۱۲۵ سنہ —

دوسرا باب

ہبہ سے متعلق رسوم شرعیہ

فصل اول

شرع محمدی مین ہبہ کسی خاص رسم شرعی کا تابع نہین ہے نہ کوئی خاص شہرت یا اعلان اُسمین درکار ہے۔ ہبہ زبانی اور تحریری دونون طرح سے ہوسکتا ہے مگر جب جائداد غیر منقولہ کا ہبہ تحریرًا کیا جاے تو ایکٹ رجسٹری اور ایکٹ اسٹامپ کے احکام کی تعمیل کرنا ضرور ہے۔

ہبہ کرنیکے لیے کچھ خاص الفاظ استعمال کرنا ضرور نہین ہے (یعنے ہبہ کا کوئی خاص صیغہ نہین ہے) بلکہ اگر ایجاب وقبول[1] زبانی نہ ہوا ہو اور کردار یا افعال سے ہبہ کا ارادہ مفہوم ہو تو وہی کافی ہے۔ اگر ہبہ تحریری یا زبانی کیا گیا ہو تو کوئی لفظ جس سے واہب کا ارادہ شے موہوب کو بخش دینے کا معلوم ہو اُس شے کی ملکیت کے انتقال کو کافی ہے۔ مشکوک صورتون مین صرف اُن قرائن پر عمل کرنا چاہیے جو ہبہ کے ارادہ پر دلالت کرتی ہون۔ خلاصہ یہ کہ اگر واہب کے کلام سے اُسکا یہ ارادہ پایا جائے کہ حق ملکیت شے موہوب کا اُسنے منتقل کیا ہے تو بس یہی ہبہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ واہب کا ارادہ صرف منافع ہبہ کرنے کا تھا عین ہبہ کرنے کا نہ تھا تو یہ عاریت[2] ہوگی۔

[1] ھو الایجاب وفی خزانۃ الفتاوی اذا دفع لابنہ مالاً فتصرف فیہ الابن یکون للاب الا اذا دلت دلالۃ التملیک۔ قلت فقد افاد ان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع لفقیر شیئاً وقبضہ ولم یتلفظ واحد منھما بشیٔ وکذا یقع فی الھدیۃ ونحوھا۔ ردالمحتار جلد ۴ صفحہ ۷۷-۱۲۰۰ منہ

[2] والاصل فی ھذہ المسائل انہ اذا اتی بلفظ ینبئ عن تملیک الرقبہ یکون ھبۃً واذا کان منبئاً عن تملیک المنفع یکون عاریۃ واذا احتمل عمل وذالک ینوی فی ذالک کذا فی المستصفی شرح النافع۔ فتاوی عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۲۱-۱۲ منہ

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو چند دینار دیکر کہے کہ اسکے کپڑے بناکر میرے سامنے پہنکر آ اور زوجہ اُن دیناروں کو کسی تجارت مین صرف کر ڈالے تو خود وہ دینار اور جو منافع اُس سے پیدا ہو زوجہ کا مال ہو جائیگا۔ بچون کے لیے جو کپڑے بنائے جائین وہ انھین کا مال ہو جاتے ہین مگر گماشتون یا نوکرون کے لیے جو پوشاک بنائی جائے وہ اُنکا مال نہین ہو جاتی۔

ہبہ کے فعل کے جواز کے شرائط یہ ہین۔

(۱) ایجاب کسی زبان مین جس سے واہب کا مطلب سمجھ مین آجائے یا وہ ایجاب جو کردار یا افعال سے مفہوم ہو۔

(۲) قبول صریحی یا ضمنی۔

(۳) موہوب لہ کا قبضہ شے موہوب پر۔[۱]

ہدایہ مین ان اصول کو اِس طرح بیان کیا ہے

"ہبہ ایجاب و قبول اور اقباض سے جائز ہوتا ہے ایجاب و قبول اسلیے ضرور ہے کہ ہبہ ایک معاہدہ ہے اور ایجاب و قبول سب معاہدات مین ضرور ہے اور اقباض اسلیے ضرور ہے کہ مال موہوب مین حق ملکیت قائم ہو جاے اسواسطے کہ ہمارے علماء کے نزدیک حق ملکیت شے موہوب مین صرف معاہدۂ بلا اقباض سے نہین قائم ہوتا۔ امام مالک نے فرمایا ہے کہ مال موہوب مین مِلک قبل اقباض قائم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ہبہ بیع کے مشابہ ہے اور صدقہ کے باب مین بھی یہی اختلاف ہے۔ ہمارے علماء کی دو دلیلین اِس مسئلہ پر ہین۔ اوّل یہ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک حدیث مین فرمایا ہے

---

[۱] فتاولے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۳۲۳ ۱۲ منہ ٭ موہوب لہ کا قبضہ اسوقت شرط ہے جبکہ شے موہوب پیشتر سے اُسکے قبضہ مین نہو۔ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور یہ کہے کہ مین نے تجھکو یہ چیز بخشدی یا دی موہوب لہ اُسپر قبضہ کر لے اور ایک کلمہ بھی نہ کہے تو ہبہ جائز ہوگا۔ ردالمحتار جلد ۴ صفحہ ۷۸۱ ۱۲ منہ

کہ ہبہ بغیر اقباض جائز نہین ہے - اس سے آنحضرت صلعم کی یہ مراد تھی کہ ملک نہین قائم ہوسکتا تا وقتیکہ اقباض نہو - دوم[2] یہ کہ ہبہ ایک فعل اختیاری ہے پس اگر ہبہ مین ملک قبل اقباض قائم ہوجائے تو یہ لازم آئے گا کہ اقباض فاعل مختار پر فرض ہے قبل اسکے کہ اُسنے برضا و رغبت خود اُسکا اقرار یا عہد کیا ہو - مگر وصایا کا اور ہی حال ہے اِسواسطے کہ مال وصیتی مین ملک موصی کی وفات پر قائم ہوتا ہے - اور اسوقت موصی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر کسی بات کو فرض نہین کرسکتا یعنے اپنے تئین کسی بات کا پابند نہین کرسکتا ۱۱ -

بمقدمۂ[1] نند اسنگھ بنام میر جعفر شاہ یہ تجویز ہوا تھا کہ ہبہ ایجاب و قبول پر موقوف ہے مگر ہبہ کی تکمیل اقباض پر موقوف ہے - اخیر زمانہ مین جو فیصلے ہوئے ہین اُنمین اس امر سے کسی قدر چشم پوشی کی ہے کہ شرع محمدی مین اقباض کو جواز ہبہ مین کیا دخل ہے - بعض اوقات تو یہ گمان کیا گیا ہے کہ جواز ہبہ مین جو اقباض شرط ہے تو اُسکے معنے یہ ہین کہ قبضہ واقعی یا انتقال[2] قبضہ کردیا جاوے - پس یہ تحقیق کرنا ضرور ہوا کہ لفظ اقباض کے ٹھیک معنے شرح محمدی مین کیا ہین - یہ تسلیم کرلینا ضرور ہے کہ تاوقتیکہ اقباض صریحی یا ضمنی موہوب لہ کا بعد ہبہ کے قیاس نہ کرلیا جاوے ہبہ غیر موثر ہوگا - مگر اس مسئلہ مین جو علماء کے اقوال لکھے ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ واقعی ضرور نہین ہے یعنی اگر قبضہ کی نوعیت بدل گئی ہو تو مال موہوب کے صرف واہب کے قبضہ مین رہنے سے جواز ہبہ مین فرق نہین آسکتا - جائز ہے[3] کہ واہب بطور امین یا متولی کے مال موہوب پر قابض رہے ایسا قبضہ جواز ہبہ پر موثر نہ ہوگا - اسی طرح سے اگر مال موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین امانتاً ہو تو اس صورت مین

---

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۵ - ۱۲ امنہ - [2] ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۸۸ - ۱۲ امنہ - [3] ہدایہ ترجمہ انگریزی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ - ۱۲ امنہ -

ہبہ کامل ہوگا گو اقباض نہ ہوا ہو کیونکہ جب مال موہوب موہوب لہٗ کے قبضہ
مین ہوا تو اقباض کی کیا ضرورت باقی رہی - مگر جب آمن اپنی امانت کو امین کے
ہاتھ فروخت کرڈالے تو اِس صورت مین قبضہ اصلی کافی نہوگا اسواسطے بیع وشرا مین
جو اقباض ہوتا ہے اُس سے ذمہ داری پیدا ہوتی ہے پس وہ اُس اقباض کے قائم
مقام نہین ہوسکتا جو امانت مین ہوتا ہے ۔۔ مگر برخلاف اسکے جو اقباض ہبہ مین ہوتا ہے
چونکہ اُس سے ذمہ داری نہین پیدا ہوتی لہذا وہ اُس اقباض کے قائم مقام
ہوسکتا ہے جو امانت مین ہوتا ہے ؎

جن صورتون مین ہبہ نابالغون کو کیا گیا ہو اُنمین شرع کا مدار واہب کے
ارادہ پر ہے - جب باپ یا اور کسی ولی کا ارادہ ہبہ کرنیکا پایا جاے تو تبدیل یا انتقال
قبضہ کی کچھ ضرورت نہین ہے کیونکہ بعد ہبہ کے واہب کا مال موہوب پر قابض
رہنا یہ سمجھا جائیگا کہ نابالغ موہوب لہ کی طرف سے قابض رہا - یہ اصول مقدمہ
عبید النسار[1] خاتون بنام امیر النسار خاتون نہایت واضح طور سے مقرر کردیا گیا ہے
اِس مقدمہ کے فیصلہ مین پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ جب باپ یا اور کسی
ولی کا واقعی ارادہ ہبہ کرنیکا ہو تو شرع محمدی کے رو سے تبدیل قبضہ کی ضرورت
نہین ہے بلکہ یہ قیاس کیا جائیگا کہ بعد ہبہ جو واہب قابض رہا تو نابالغ موہوب لہ
کیطرف سے قابض رہا -

قاضی خان کا قول یہ ہے کہ موہوب لہ اگر بالغ ہے تو اُسکا شے موہوب پر قبضہ
کرنیکے قابل ہونا یعنے اُس شے پر حق ملکیت کو عمل مین لانیکے قابل ہونا جواز ہبہ کو کافی ہے
پس جب ہبہ کیا جاے اور موہوب لہم سے کہدیا جائے کہ مال موہوب یہ

[1] مقدمہ امیر النسار خاتون بنام عبید النسار خاتون - انڈین لاء رپورٹ جلد ۱۲ انڈین اپیلس
صفحہ - ۱۲۸ - سنہ -

قبضہ کرکے آپس مین تقسیم کرلو تو ایسا ہبہ جائز تصور کیا جائیگا۔ بعض صورتون مین قبضہ کرنے کا اختیار بمنزلۂ قبضہ کرادینے کے ہوتا ہے۔ اِسکے معنے یہ ہین کہ جب واہب موہوب لہٗ کو یہ اختیار دیدیتا ہے کہ شے موہوب پر حق ملکیت کو عمل مین لائے تو بمنزلۂ اقباض یعنے قبضہ کرادینے کے ہوجاتا ہے۔ مثلاً اگر زید اپنا گھوڑا جو اُسکے اصطبل مین بندھا ہوا ہے بکر کو ہبہ کرے اور بکر کو اُس اصطبل کی کُنجی دے دے اور اُسکو قبضہ کرنے کی اجازت دیدے تو ایسا اقباض شرعاً کافی ہے۔

مگر قبضہ موہوب لہٗ کا چاہیے کہ واہب کی اجازت سے ہوا ہو۔ جیسا ہدایہ مین لکھا ہے کہ۔ دو اگر موہوب لہٗ اُس محفل مین جسمین ہبہ کیا گیا ہو بغیر اجازت واہب قبضہ کرلے تو ہبہ جائز ہوگا علی وجہ الاستحسان۔ لکن اگر اُسکے برخلاف اُس محفل کے برخاست ہونیکے بعد موہوب لہٗ نے بلا اجازت واہب قبضہ کرلیا ہو تو ناجائز ہے تاوقتیکہ واہب سے قبضہ کرنیکی اجازت نہ لیلے۔ قیاس کا مقتضی تو یہی ہے کہ اِن دونون صورتون مین قبضہ ناجائز ہے اسواسطے کہ یہ اقباض کا فعل نسبت اُس شے کے ہے جو ابتک واہب کا مال ہے اور چونکہ اقباض کے وقت تک اُسکا ملک اُس شے مین باقی رہتا ہے لہذا قبضہ کرلینا بغیر اُسکے اذن کے ناجائز ہے۔ اِس صورت مین جو حکم شرع مین توسیع کی گئی ہے تو اِس وجہ سے کی گئی ہے کہ ہبہ مین اقباض ایسا ہے جیسا بیع مین قبول اس دلیل سے کہ ہبہ مین ملک کا قائم ہونا اقباض پر موقوف ہے اور بیع مین قبول پر۔

لہ فی ہبۃ المشاع رجل وھب نصیبہ مما یقسم کالدار والارض والمکیل والموزون من غیر شریکہ لا یجوز عند الکل وان وھب من شریکہ لا یجوز عندنا وقال ابن ابی لیلیٰ رح یجوز ولو وھب دارا من رجلین لا یجوز فی قول ابی حنیفۃ رح وکذلک کل ما یقسم وقال صاحباہ رح جاز ولو رھن دارہ من رجلین جاز عند الکل کذا لو آجر دارا من رجلین ولو وھب نصف دارہ من رجل ووھب النصف الآخر من رجل آخر وسلم الدار الیہما معاً جاز وان تقدم تسلیمہ الی احدھما لا یجوز وقال ابوحنیفۃ رح لا یجوز فی الوجہین۔ فتاوی قاضی خان صفحہ ۸۲۰ تمت

علاوہ برایں چونکہ ہبہ سے مقصود ملک قائم کرنا ہے لہذا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ واہب کا ایجاب موہوب لہ کے اقباض پر ضمناً دلالت کرتا ہے۔ مگر جب اس جلسہ کے برخاست ہونیکے بعد جسمین ہبہ کیا گیا ہے قبضہ کیا جاسے تو اور صورت ہوجائیگی۔ اس صورت مین ہمارے علماء نے شئے موہوب مین موہوب لہ کا ملک قائم ہونا نہین تسلیم کیا ہے لکن جب اقباض سے متصل قبول واقع ہو تو جیسے جواز قبول کا اس جلسئہ خاص کے ساتھ مخصوص ہے ویسے ہی اس چیز کا جواز بھی ہے جو اس سے ملحق ہے۔ اور اس صورت مین بھی حکم شرع اور ہے جبکہ واہب اس جلسئہ خاص مین موہوب لہ کو قبضہ کی ممانعت کردے کہ اس صورت مین موہوب لہ کا اقباض اس جلسہ مین ناجائز ہوجائیگا کیونکہ ممانعت صریحی کے مقابلہ مین محض نیت یا ارادہ جو قرائن سے مفہوم ہو حجت[۱] نہین ہوسکتا۔

فی الواقع ہبہ شرعاً ناتمام اور غیر موثر ہے تاوقتیکہ موہوب لہ کا قبضہ شے موہوب پر نہو جاسے۔ اور اس حیثیت سے غیر شخص اور واہب کی اولاد بشرطیکہ بالغ ہو برابر ہے مگر موہوب لہ کا قبضہ واہب کی اجازت سے ہونا چاہئیے گو اسکی اجازت کا صریحی ہونا ضرور نہین ہے۔ بلکہ اگر واہب کی اجازت یعنی رضامندی قبضہ سے اُسکے افعال سے ثابت ہوجاسے تو اتنا ہی کافی ہے۔ اگر ہبہ ہونیکے بعد فوراً قبضہ کرلیا جاسے تو اس ہبہ کے جواز مین کچھ کلام نہین ہوسکتا لکن اگر ہبہ کرنیکے بعد واہب موہوب لہ کو قبضہ سے مانع ہو اور اگر اُسپر بھی موہوب لہ قبضہ کرلے تو یہ ناجائز ہے۔ جب کوئی شے دو آدمیونکو یکے بعد دیگرے ہبہ کیجاسے اور ہبہ کے بعد دوسرا آدمی قبضہ کرلے تو دوسرے کا ہبہ جائز ہوگا۔

جو مقدمات ازروے شرع محمدی انتقال جائداد سے پیدا ہوتے ہین اُنمین قبضہ کی بحث کو اسقدر دخل ہے کہ اس لفظ (قبضہ) کے معنی تحقیق کرنا یہ ضرور ہے۔

[۱] ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۲ - ۱۲ سنہ

قبضہ اردو لفظ ہے اور اسکا مرادف عربی مین قبض ہے۔ بمقدمہ آمنہ بی بی بنام خدیجہ بی بی ہائی کورٹ بمبئی مین قبضہ کی بحث پیش ہوئی۔[1]

اس مقدمہ مین شوہر نے اپنا مکان اور اُسکے متعلق کچھ کرایہ کی کوٹھریان وغیرہ اپنی زوجہ کو ہبہ کی تھین۔ اور اُسکو کنجیان حوالہ کر کے (تاکہ قبضہ کرا دینا بخوبی ثابت ہو جاوے) خود چند روز کے لیے اُس مکان سے چلا گیا مگر بعد ازان پھر آیا اور اُسی مکان مین اپنی زوجہ کے ساتھ مرتے دم تک رہا۔ شوہر نے اپنی حیات مین اُن کوٹھریون کا کرایہ غالباً زوجہ کی طرف سے وصول کیا تھا۔ شوہر کے ورثہ نے اُسکی زن بیوہ پر تنسیخ ہبہ کا دعوے دائر کیا اور وجہ یہ لکھی کہ قبضہ نہ ہوا تھا۔ اس مقدمہ کے فیصلہ مین ہاٹس صاحب چیف جسٹس فرماتے ہین کہ۔

دو جن افعال پر ہبہ کا جواز شرع محمدی مین موقوف ہے وہ ایجاب و قبول اور اقباض ہین۔ مگر جس طریقہ سے قبضہ کرانا چاہیے اُسمین بہت کچھ تغیر کرنا لازم ہے تاکہ اُن تعلقات مخصوصہ کے مناسب ہو جائے جو از روے شرع محمدی شوہر و زوجہ مین ہوتے ہین۔ پس واضح ہو کہ از روے شرع محمدی شوہر اور زوجہ کی جائداد علحدہ علحدہ ہوتی ہے اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہین ہوتا مگر شوہر و زوجہ دونونکو اختیار ہے بلکہ شرع مین دونون کو ترغیب دی گئی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی جائداد ہبہ کرے تاکہ دونون مین باہمی محبت زیادہ ہو جاوے۔ اس اصول کی تاکید شرع محمدی مین ہے کہ ایسے ہبہ کو واپس کر لینا جائز نہین ہے گو اور بہت سی صورتون مین ہبہ کو واپس کر لینا جائز ہے۔ زوجہ اپنے شوہر کو وہ مکان ہبہ کر سکتی ہے جسمین وہ دونون رہتے ہین اگرچہ اُسمین زوجہ کی ذاتی جائداد رکھی ہو اور اگرچہ بعد ہبہ کے بھی وہ دونون اسی مکان مین رہا کیے ہون پس اس اصول سے

---

[1] رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ و ۱۲۱۔ منہ

بموجب مین کوئی وجہ نہین دیکھتا کہ شوہر بھی کیون اِسکا مجاز نہین ہے کہ اپنی زوجہ کو وہ مکان ہبہ کرے جسمین وہ دونون رہتے تھے اور جسمین بعد ہبہ کے بھی وہ دونون رہا کیے ہون بشرطیکہ شوہر ہبہ کرنے کا اختیار رکھتا ہو اور نیک نیتی سے ہبہ کیا ہو قرضخواہون یا اور لوگون کے ساتھ فریب کرنے کی نیت سے ہبہ نہ کیا ہو پس اب صرف اقباض یعنی قبضہ کرانیکی وقت باقی رہی کہ یہ ایک شرط ضروری ہبہ کی ہے۔ اگر کوئی شوہر جو ہبہ کرنیکا پورا اختیار رکھتا ہو ایک ہبہ نامہ تحریر کرے اور اُس ہبہ نامہ کے شرائط کے بموجب مکان یا اور کسی جائداد پر قبضہ بقرائن کرادے یعنی کنجیان وغیرہ موہوب لہ کے حوالہ کردے بلکہ اپنی نیک نیتی ثابت کرنیکے لیے یہ بھی کرے کہ اُس مکان کو گواہونکے سامنے خالی کرکے چلا جائے اور جو کچھ اُس مکان مین ہو وہ سب اپنی زوجہ کے قبض و تصرف مین بلا شرکت غیر چھوڑ جاے تو مین نہین سمجھتا کہ اُس سے زیادہ وہ اور کیا فعل کرسکتا تھا کہ اُس ہبہ کا نفاذ ہو جاے اور پھر اُسکے دیگر حقوق زوجیت کی تعمیل مین فرق نہ آئے۔ اُسوقت زوجہ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ مال موہوب کو لیکر اپنے قبضہ مین رکھے اور اُسی مکان مین رہا کرے اور از روے شرع محمدی شوہر کو زوجہ کے ساتھ رہنا فرض ہے پس اگر ایسا صاف صاف اظہار واہب کی نیت کا جیسا اس ہبہ مین ہوا ہے اور اُسکے ساتھ ایسا بدیہی فعل اُسکا جو گواہون کے سامنے ہوا ہے اُس قبضہ پر دال نہ سمجھا جاے جو از روے شرع محمدی ہبہ مین شرط ہے تو یہ بمنزلہ اُسکے ہوگا کہ ہبہ مین ایک نئی قید لگائی جائے جو میرے علم و یقین مین کسی کتاب مین نہین لکھی ہے۔ شوہر کو ایک عام اختیار زوجہ کو ہبہ کرنے کا حاصل ہے لیکن اگر یہ ہبہ ناجائز تصور کیا جاے تو یہ بمنزلہ اُسکے ہوگا کہ یہ قرار دیا جائے کہ شوہر کسی حالت مین وہ مکان اپنی زوجہ کو نہین ہبہ کرسکتا جسمین وہ دونون اُس وقت رہتے ہون اور شوہر کے مرتے دم تک رہا کیے ہون ؎

اگر ایسی کوئی قید ہبہ میں از روے شرع نہیں ہے تو شوہر کی جائداد کے ہبہ کرنیکا اور کوئی شرعی طریقہ ضرور ہونا چاہیے۔ جب ایک مرتبہ قبضہ کرا دیا گیا ہو تو اُسکا دوام قبض کامل کی شرط نہیں معلوم ہوتا اور نہ اُسکا عدم دوام ہبہ کو باطل کر دیتا ہے۔ مقدمہ جعفر خان بنام حبشی بی بی۔ رپورٹ صدر عدالت دیوانی بنگالہ جلد ا صفحہ ۱۷۔ جسکا حوالہ مارلی صاحب کے خلاصہ نظائر باب ہبہ صفحہ ۵۵ میں دیا ہے ملاحظہ ہو۔

"شرع محمدی میں جو اقباض معتبر ہے وہ اُس اقباض کے مشابہ معلوم ہوتا ہے جو اگلے زمانہ میں انگلستان میں ہوا کرتا تھا اور جسکی حقیقت یہ ہے کہ زمین کے ایک تھوڑے پر یا دروازہ کی کنڈی یا کھٹکے پر براے نام قبضہ کرا دیتے تھے۔ چنانچہ کوک صاحب لکھتے ہیں کہ "اگر ہبہ نامہ اُس اراضی کے قبضہ کے نام سے دیدیا جائے یا اگر واہب موہوب لہ سے کہے کہ اُس اراضی کو لیکر اِس ہبہ نامہ کے موافق اپنے تصرف میں لاؤ یا اِس اراضی میں داخل ہو خدا تجھے مبارک کرے۔ تو یہ الفاظ اقباض یعنے قبضہ کرانے پر ضرور دلالت کرتے ہیں"۔

"مدعا علیہ نے دو عبارتیں تحفہ جلد ۳ صفحہ ۵۹ و ۳۵۳ سے یہ ثابت کرنیکے لیے نقل کی ہیں کہ مکان کی کنجیاں دیدینا اور لے لینا بیع و شرا میں اقباض کافی ہے اور اس اعتبار سے ہبہ کو بھی مثل بیع و شرا کے سمجھنا چاہیے۔ جائداد غیر منقولہ پر مشتری کا قبضہ کرا دینا اُن الفاظ پر موقوف ہے جو بائع نے استعمال کیے ہوں اور جنسے یہ معنے نکلتے ہوں کہ وہ مکان خالی کر دیا گیا ہے اور اُس مکان کی کنجیاں دیدینے پر موقوف ہے۔ تحفہ جلد ۳ صفحہ ۵۹۔ اور جو چیز ہبہ کی گئی ہے وہ موہوب لہ کا مال نہیں ہو جاتی تاوقتیکہ اُسکا قبضہ نہ کرا دیا جائے۔ اور یہی حال اُن اشیا کا بھی ہے۔ جو فروخت کیجائیں اور واہب کا یہ کہدینا کہ میں نے قبضہ کرا دیا ہے قبضہ واقعی کے لیے کافی ہے"۔ تحفہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۳۔

"اِس مقدمہ مین ہبہ نامہ دیدیا گیا تھا اور اُسکے ساتھ ان مکانات اور اسباب کی کنجیان بھی دیدی گئی تھین جو اُس ہبہ نامہ مین درج تھا اور جسمین وہ مکان بھی داخل تھا جسمین شوہر اور زوجہ اُس وقت رہتے تھے۔ کون سے الفاظ قوی تر اُن کلمات سے ہین جو اس ہبہ نامہ مین لکھے ہین اور جنسے واہب کا قصد اتمام و تکمیل ہبہ کا ثابت ہوتا ہے وہ کلمات یہ ہین "منمقر نے اپنا قبضہ اُٹھا کر مکانات وغیرہ پر مسمات مذکورہ کا قبضہ کرا دیا جسکو یہ جائداد ہبہ کی گئی ہے اور تمام شرائط کی تکمیل مین نے اور موہوب لہا نے کر دی یعنے ایجاب و قبول اور قبضہ بھی ہو گیا اور مکانات کو خالی بھی کر دیا۔ آیندہ مجھکو کوئی دعوے اِس جائداد پر نہین رہا نہ میرے کسی وارث کو کوئی دعوے اِن اشیاء مین سے کسی شے پر ہو سکتا ہے""

"میری رائے مین شوہر و زوجہ کا باہمی تعلق اور شوہر کا یہ حق کہ اپنی زوجہ کے ساتھ رہا کرے اور اسکی جائداد کا انتظام کرے یہ دونون باتین اُس نتیجہ کی سطل ہین جو اُن اشخاص کے باب مین جنمین ایسا تعلق نہ ہو اِس امر سے نکل سکتا تھا کہ ہبہ کرنے کے بعد مدت تک واہب اس مکان مین رہا کیا اور اُس سے متعلق جو دوکانین وغیرہ تھین اُنکا کرایہ وصول کرتا رہا۔ یہ امر بھی لائق غور ہے کہ شوہر نے بعض کرایہ دارون سے کہدیا تھا کہ مین اپنی زوجہ کی طرف سے کرایہ لیتا ہون جسکو مین نے یہ سب ہبہ کر دیا ہے۔"

"یہ مقدمہ اُس قسم کا نہین ہے جسمین فریقخواہون نے ہبہ کی نسبت دعوے کیا ہو کہ ہماری حق تلفی کے لیے کیا گیا ہے بلکہ اِس مقدمہ مین ورثہ نے بتردید اُس ہبہ کے دعوے کیا ہے جو اُس شخص نے کیا تھا جسکے ذریعہ سے وہ مدعی ہوئے ہین"۔

بمقدمہ[۱] جعفر خان بنام حبشی بی بی یہ تجویز ہوا تھا کہ جب ایک مرتبہ قبضہ کرا دیا گیا ہو تو دوام قبضہ کچھ ضرور نہیں ہے —

بمقدمہ[۲] شیخ ابراہیم بنام شیخ سلیمان ہائی کورٹ بمبئی مین با جلاس مسٹر جسٹس ویسٹ صاحب و مسٹر جسٹس نانا بھائی ہری داس اس بات پر بحث ہوئی تھی کہ آیا جائداد غیر منقولہ کے ہبہ کی تکمیل قبضہ سے کرنے کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ اُس جائداد کے عین پر قبضہ واقعی ہو جاوے یا باضابطہ طور سے دخل ہو جائے مسٹر جسٹس ویسٹ صاحب نے قبضہ کے باب مین اصول شرع محمدی نہایت واضح طور سے تحریر فرمایا ہے کہ —

دو اس مقدمہ مین عدالتہاے ماتحت کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب اراضی اسامیون کے قبضہ مین ہو تو اُنسے یہ کہدینا کہ تم موہوب لہٗ کی اسامی ہونا قبول کرو صرف یہی قبضہ ہے جو واہب اُس اراضی پر تکمیل ہبہ کے لیے کرا سکتا ہے — بموجب فیصلہ مقدمہ کھجور النساء بنام روشن جہان ایسا قبضہ کافی ہوگا۔ اِس مکان کے قبضہ کی نسبت یہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ جب وہ شخص جسکو کوئی مکان دینا منظور ہو اُس مکان مین موجود ہو تو جو شخص اُسپر پہلے قابض تھا صرف اُسکے کہنے سے اس دوسرے شخص کا قبضہ ہو جائیگا۔ وہ شخص مکان کے ایک حصہ مین رہتا ہے اور جب فریقین کی رضامندی سے اُسکا رہنا قبضہ واقعی ہو گیا تو کل مکان پر حاوی ہو گیا جو متصل اُس جزو کے ہے جسپر قبضہ جائز طور سے کیا گیا ہے نا جائز طور سے نہین کیا گیا ہے۔ جب دو شخص ایک مکان مین موجود ہون تو اُن مین سے ایک کا ارادہ ایک کو قابض اور دوسرے کو خارج کر سکتا ہے بے اِسکے کہ ایک اُسمین سے نکل جائے یا دوسرا باقاعدہ طور سے اُسمین داخل ہو اور نہ

---

[۱] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۲-۱۳ ۱۲ منہ [۲] انڈین لا رپورٹ جلد ۹ صفحہ ۱۴۶ سلسلہ بمبئی ۱۲ منہ

جہانتک ممکن ہو اس مالک کے مقصد کی تعمیل کرنا چاہیے جسکا ارادہ منتقل کرنے کا کماحقہ ظاہر ہو گیا ہو"[1]

جب موہوب لہ پیشتر ہی سے قابض ہو تو تجدید قبضہ کی ضرورت نہین ہے پس انتقال باضابطہ کی ضرورت اُسوقت نہین ہے جبکہ ہبہ مین یا ضامن یا متولی کے نام کیا گیا ہو جو پیشتر ہی سے مال موہوب پر قابض ہو۔[2] بمقدمہ ولایت حسین بنام پیرن[3] ہائی کورٹ کلکتہ نے یہ تجویز کیا ہے کہ جب مال موہوب موہوب لہ کے قبضہ بحیثیت ناظم یا داروغہ یا مختار واہب کے ہو تو ایسا قبضہ موہوب لہ کا اسلیے کافی نہین ہے کہ جواز ہبہ کے واسطے مال موہوب پر قبضہ واقعی کرا دینے کی ضرورت نہ باقی رہے۔ اُس مقدمہ مین ہبہ مرض الموت کے عالم مین کیا گیا تھا۔ پس عرض کیا جاتا ہے کہ عالم جون نے جو اصول قرار دیا ہے وہ شرع محمدی سے باہر ہے۔

---

[1] ہنود کے ایک مقدمہ مین یعنی بمقدمہ کالی داس ملک بنام کنہیالال پنڈت (انڈین لا رپورٹ جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۱ سلسلہ کلکتہ) پریوی کونسل نے اُس اصول کا ذکر کیا ہے جسکو مسلمانون کے ہبہ کے مقدمات مین بخوبی یاد رکھنا چاہیے۔ پہلے اِس بحث کا تصفیہ کرکے کہ جب ہبہ کے شرائط غیر محدود ہون تو موہوب لہ کو کیا حق پہونچتا ہے مجالس پریوی کونسل نے فرمایا ہے کہ۔ "ہمارے نزدیک ہبہ کے نامحدود شرائط کو ہبہ کے مقصد سے محدود کر دینا چاہیے اور رام سندری کا مقصد یہ تھا کہ رتن منی صرف اپنی زندگی بھر یہ جائداد رکھے"

درباب جواز یا عدم جواز ہبہ بوجہ نہونے قبضہ کے حکام پریوی کونسل نے یہ عبارت لکھی ہے کہ۔ "جب واہب کسی ہبہ کی تائید کرے اور دوسرا شخص اُسمین حجت کرے اور واہب اور موہوب لہ دونون کے مخالف دعوے کرے تو ہبہ صرف اِس وجہ سے ناجائز نہ ہو جائیگا کہ واہب نے قبضہ نہین کرایا ہے اور جب موہوب لہ یا مشتری ہبہ یا بیع کے شرائط کے بموجب قبضہ کا مستحق ہو تو اُسکی کوئی وجہ نہین ہے کہ ایسا ہبہ یا بیع جائداد منقولہ کی ہو یا غیر منقولہ کی (بشرطیکہ وہ ہبہ یا بیع اُس قسم کی نہ ہو کہ اُسکا نافذ کرنا مصالح عامہ کے خلاف ہو) اس طرح کیون نہ نافذ کیجائے کہ موہوب لہ یا مشتری کو قبضہ پانے کا حق حاصل ہو جائے"۔ ۱۲ منہ

[2] ہدایہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ - رد المحتار جلد ۴ صفحہ ۷۸۳ - ۱۲ منہ [3] لا رپورٹ جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ سلسلہ کلکتہ ۱۲ منہ

فصل دوم

فصل دوم

ہبہ نابالغون کو

جب باپ اپنی نابالغ اولاد کو ہبہ کرے تو قبول کی ضرورت نہین ہے بلکہ اُس ہبہ کی تکمیل صرف معاہدہ سے ہو جاتی ہے اور اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ مال موہوب باپ کے قبضہ مین ہے یا کسی امین پاس ہے۔ اگر باپ کوئی چیز اپنی پسر نابالغ کو ہبہ کرے تو اُس ہبہ کی وجہ سے پسر نابالغ مال موہوب کا مالک ہو جائیگا بشرطیکہ ہبہ کرنے کے وقت شے موہوب باپ کے قبضہ مین ہو یا اُس شخص کے قبضہ مین ہو جو باپ کی طرف سے ولی کی حیثیت رکھتا ہو اسواسطے کہ باپ کا قبضہ بمنزلہ اُس نابالغ کے قبضہ کے ہے جو ہبہ مین موہوب لہا اور متولی کا قبضہ بمنزلہ باپ کے قبضہ کے ہے۔ یہی حکم شرع اس ہبہ مین بھی جاری ہوگا جو مان نے اپنی نابالغ اولاد کو کیا ہو جسکو وہ پرورش کرتی ہو اور جسکا باپ مر گیا ہو اور جسکا کوئی ولی نہ مقرر ہوا ہو۔ اور یہی حکم اُس ہبہ مین بھی جاری ہوگا جو اور کسی شخص نے جو کسی نابالغ کو پرورش کرتا ہو ایسے ہی حالات مین کیا ہو۔ واضح ہو کہ صدقہ مین بھی قبضہ کا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہبہ مین ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی غریب کو کوئی چیز بطور صدقہ کے دے اور اُس وقت اُس محتاج کے قبضہ مین ہو تو اُس صورت مین وہ محتاج اُس چیز کا مالک ہو جائیگا اور تجدید قبضہ کی ضرورت نہ ہوگی اور اسی طرح سے اگر کوئی باپ اپنی نابالغ اولاد کو کوئی چیز بطور خیرات کے دے اور وہ چیز خود اُسکے قبضہ مین یا اُسکے متولی کے قبضہ مین ہو تو وہ نابالغ اُسکا مالک ہو جائیگا۔ برخلاف اِسکے کہ جب وہ چیز جو اسطرح ہبہ کی گئی ہو رہن رکھی جاوے یا غصب کر لی جاوے یا بذریعہ بیع ناجائز کے بیچ ڈالی جائے۔ ما

(۱) اگر کوئی غیر آدمی کسی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کرے تو اُس نابالغ کے باپ کا قبضہ کرا دینے سے اس ہبہ کی تکمیل ہو جائیگی۔ اسواسطے کہ جب وہ اس نابالغ کے

نیک و بد اور نفع و نقصان سب کا ذمہ دار ہوا تو اُس ہبہ کا مالک اور ذمہ دار تو بدرجہ اولے ہوا کہ اُسمین سراسر نابالغ کا فائدہ ہی متصور ہے ۔۔

اگر کوئی شخص ایک یتیم کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اُسکی طرف سے اُسکا ولی اُس چیز پر قبضہ کرلے اور وہ ولی خواہ اُسکے باپ کا مقرر کیا ہوا وصی ہو خواہ اُسکا دادا ہو خواہ دادا کا مقرر کیا ہوا وصی ہو تو وہ ہبہ جائز ہوگا اسواسطے کہ یہ سب اشخاص اُس یتیم پر ایک قسم کی حکومت رکھتے ہین اور اُسکے باپ کی جگہ ہین ۔۔

اگر کوئی بن باپ کا بچہ اپنی مان کی حراست مین ہو اور وہ اُس چیز پر قبضہ کرلے جو اُس بچہ کو ہبہ کیگئی ہو تو وہ ہبہ جائز ہوگا اسواسطے کہ مان اُسکی جان اور مال کی حافظ و نگہبان ہے اور جب اُس چیز پر قبضہ مان کا ہوا جو اُس بچہ کو ہبہ کیگئی ہے تو گویا خود اُس بچہ کی جان کی حفاظت کا سامان ہوا کیونکہ بچہ کی گذر بے جائداد کے کیونکر ہو سکتی ہے ،، یہی قاعدہ اُس غیر آدمی کے قبضہ مین بھی جاری ہوگا جسکے سپرد کوئی یتیم ہو یعنے جب کوئی چیز اُس یتیم کو ہبہ کیجاے جو کسی غیر آدمی کی ولایت مین ہو اور وہ غیر آدمی شے موہوب پر قبضہ کرلے تو شرعاً کافی ہوگا ۔۔

اگر کوئی نابالغ جو ذی شعور یا رشید ہو اُس چیز پر خود قبضہ کرلے جو اُسکو ہبہ کیگئی ہے تو شرعاً جائز ہے اسواسطے کہ ایسے فعل مین اسکا فائدہ ہے اور اس فعل کے کرنے کی قابلیت بھی وہ رکھتا ہے کیونکہ اُسکی قابلیت عقل و شعور پر موقوف ہے اور وہ عقل و شعور رکھتا ہے ۔

اگر زوجہ نابالغ ہو تو شوہر اُسکی طرف سے اُس چیز پر قبضہ کرسکتا ہے جو زوجہ کو ہبہ کی گئی ہے بشرطیکہ وہ اپنے باپ کے گھر سے شوہر کے گھر جا چکی ہو ۔ اور اگر زوجہ کا باپ زندہ ہو تو بھی اُسکا شوہر شرعاً ایسا کرسکتا ہے اسواسطے کہ باپ نے جب اپنی بیٹی کو رخصت کرکے اُسکی سسرال بھیجدیا تو گویا اُسکے معاملات سے دست کش ہوکر اُسکے شوہر کے سپرد کردیا ۔ مگر جب لڑکی اپنے باپ کے گھر سے نہ گئی ہو تو ایسا نہ ہوگا اسواسطے

کہ اس صورت مین یہ سمجھا جائیگا کہ باپ اُسکے معاملات سے دست کش نہین ہوا ہے ۔ جب مان یا اور کوئی شخص اُس لڑکی کا ولی ہو تب بھی اور صورت ہوگی اسواسطے کہ وہ اُسکی طرف سے شے موہوب پر قبضہ کرنے کے مستحق نہین ہین الا اُس صورت مین جبکہ اسکا باپ مرگیا ہو یا اور کہین چلا گیا ہو اور اُسکا مقام سکونت نہ معلوم ہو کیونکہ انکو ایک ضرورت سے اختیار دیا گیا ہے خود انکی حکومت کچھ نہین ہے اور جب باپ موجود ہو تو وہ ضرورت کہان باقی رہی ۔ اگر کوئی مکان کسی نابالغ کو ہبہ کیا جاے اور اُسمین اُسکے باپ کا اسباب رکھا ہو تو یہ ہبہ جائز ہے ۔ اور یہی اصول اور کسی ولی کے ہبہ پر بھی صادق آتا ہے ۔ اگر باپ اپنی نابالغ اولاد کو کوئی مکان ہبہ کرے درانحالیکہ خود اُسمین رہتا ہو تو ایسا ہبہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور فتوی انھین کے قول کے موافق ہے ۔

جو چیزین دولھن کو جہیز مین دیجاتی ہین اور دولہا کے گھر چلی جاتی ہین وہ دولھن کا مال رہتا ہے الا اینکہ اُسکا باپ کہے کہ مین نے یہ چیزین عاریتاً دی تھین اور اُسکا بار ثبوت اُسی پر رہیگا اور باپ کی حیثیت کے باب مین رواج کا لحاظ کیا جائے گا ۔

اگر مان اپنی نابالغ اولاد کو اپنا مہر جو اُسکے شوہر پر ہو ہبہ کرے تو جائز ہے بشرطیکہ مان اُس اولاد کو مہر وصول کرنے کا اختیار دیدے یعنے دین مہر لینے کی اجازت اُسکو دیدے ۔ چونکہ ہبہ کرنا مال موہوب کے لے لینے کی اجازت پر دلالت کرتا ہے لہذا اِس شرط کو ایک لزوم مالا یلزم سمجھنا چاہیے ۔

اصول مصرحہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی غیر شخص کسی نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کرے تو قبول اور قبضہ کا حق منجانب اُس نابالغ کے اولاً اُسکے باپ کو حاصل ہے

---

[۱] فتاوائے عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۵۲۶ ۱۲ منہ

اگر باپ مر گیا ہو یا اتنے فاصلہ پر ہو کہ اسکا آنا ممکن نہ ہو تو اُس صورت مین باپ کا وصی اُسکا قائم مقام ہوگا۔ اگر باپ کا کوئی وصی نہ ہو تو دادا ہوگا اور اُسکے عدم موجودگی مین اُسکا وصی ہوگا۔ علاوہ اِن لوگون کے جنکو اولیائے حقیقی سمجھنا چاہیے کوئی شخص مال موہوب پر قبضہ نہین کر سکتا الا اینکہ وہ شخص ولی مجازی اُس نابالغ کا ہو یعنے وہ نابالغ اُس مرد یا عورت کی حراست مین ہو اور وہ اُسکو پرورش کر رہا ہو یا کر رہی ہو۔

اگر کسی لڑکے کو اُسکا چچا پرورش کر رہا ہو اور اُسکے باپ کا ایک وصی بھی موجود ہو تو چچا کا قبضہ کافی نہوگا تاوقتیکہ یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ وصی نابالغ کیطرف سے مال موہوب پر قبضہ کرنے پر راضی نہ ہوا

ماں کا قبضہ اسوقت جائز اور موثر ہے جبکہ اولاد اُسکی حراست مین ہو اور باپ یا دادا نہ ہو۔

اگر لڑکا کسی غیر آدمی کی حراست مین ہو اور وہ اسکو پرورش کر رہا ہو تو ماں یا بھائی یا چچا کا قبضہ ناجائز ہوگا اور اُسی غیر آدمی کا قبضہ کافی ہوگا مگر بمقدمہ بانو بی بی بنام فخر الدین حسین صدر کورٹ کلکتہ نے اِس سے بھی ترقی کر کے ایک ہبہ نامہ کو جائز قرار دیا ہے جو ایک عورت نے ایک نابالغ لڑکے کے نام لکھدیا تھا جسکو اُسنے اپنا متبنی بنایا تھا اور کچھ جائداد اُسکو ہبہ کی تھی مگر ہبہ کے وقت اور واہب کی زندگی بھر موہوب لہ کا قبضہ اُسپر نہین ہوا۔ بلکہ وہ عورت اس لڑکے کی طرف سے خود اُس جائداد پر قابض رہی۔ پس صدر کورٹ کلکتہ نے ایسے ہبہ کو جائز اور کامل قرار دیا حالانکہ اُس لڑکے کا باپ زندہ تھا۔

اگر کسی نابالغ لڑکی کی شادی ہوگئی ہو اور وہ اپنے شوہر کے پاس رہتی ہو

۱؎ سلکٹ رپورٹ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ – ۱۲ اسنہ

اور اُسکو کوئی چیز ہبہ کیجائے جسپر اسکا باپ یا شوہر قبضہ کرلے تو وہ ہبہ صحیح ہے۔ مگر قبل اِسکے کہ نابالغ زوجہ اپنے شوہر کے گھر بھیجی جائے اور بعد اُسکے کہ وہ سن بلوغ کو پہونچے اُسکا شوہر قبضہ کرنے کا مستحق نہین ہے۔ نابالغ زوجہ کی ولایت اُسکے شوہر سے اُسوقت متعلق ہوتی ہے جبکہ وہ اُسکے گھر آجاتی ہے[1]۔ جبتک وہ شوہر کے گھر نہ بھیجدی جاے شوہر یہ حق نہین رکھتا کہ جو چیز اُسکو ہبہ کیگئی ہو اُسپر اُسکی طرف سے قبضہ کرلے البتہ جب وہ اُسکے گھر آجاتی ہے تب وہ اُسکا ولی ہوجاتا ہے[2]۔

اگر باپ زندہ یا موجود ہو مگر لڑکے کی پرورش اُسکا چچا یا دادا کررہا ہو یا مان کررہی ہو تو اُنکا قبضہ کافی ہوگا۔

اگر نابالغ رشید ہو تو مال موہوب پر قبضہ کرسکتا ہے اور قاضی کو چاہیے کہ اُس مال کا ایک کیوریٹر یعنے ناظر مقرر کردے تاکہ کچھ جھگڑا نہ ہونے پائے۔ جب موہوب لہ مجنون ہو تو قبضہ کا حق اُسکے ولی سے متعلق ہوگا۔

اگر لطیق (لاوارث بچہ) کو کوئی چیز ہبہ کیجاے تو اُس شخص کا قبضہ جو اُسکو پرورش کررہا ہے یا حاکم کا قبضہ کافی ہے۔

نابالغ جو سن رشد کو پہونچ چکا ہو انکار اور قبول دونون کا حق رکھتا ہے۔

جب کوئی ضرورت لاحق ہو (اور یہ ثابت ہوسکے کہ واہب کا منشاء یہ تھا کہ والدین ایسا کرین) تو والدین کو جائز ہے کہ اُس ہبہ کو استعمال مین لائین جو اُنکے لڑکے کو کیا گیا ہو مگر اُسکو صرف نہ کرڈالین۔

جو چیزین لڑکے کو ختنہ کی تقریب مین دیجاتی ہین اگر اُسکے مناسب حال ہون

---

[1] نابالغ زوجہ کی ولایت اُسکے شوہر سے متعلق نہین ہے جیسا بمقدمہ خدیجہ بی بی لا رپورٹ بنگالہ جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ فیصلہ ہوچکا ہے۔ مگر اُسکی حراست ناجائز نہین ہے جیسا بمقدمہ مریم بی بی لا رپورٹ بنگالہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۰ فیصلہ ہوچکا ہے

[2] ۱۲ منہ دفعہ ۱۴ ایکٹ ۹ سنہ ۱۸۷۵ع ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

تو اُسکے نام ہبہ ہو جاتی ہین۔ اگر اُسکے مناسب حال نہ ہون تو اُسکے والدین کا مال ہو جاتا ہے یعنے باپ کے عزیزون نے جو چیزین دی ہین وہ باپ کا مال ہو جاتی ہین اور مان کے عزیزون نے جو چیزین دی ہین وہ مان کا مال ہو جاتی ہین۔ لکن اگر بخشش کرنے والا اسوقت صاف صاف کہدے کہ یہ اِس لڑکے کو بطور نذر کے دیا جاتا ہے تو وہ اُسی کا مال ہو جائیگا۔

جو چڑھاوا دولھن کو چڑھایا جاتا ہے اُسمین بھی یہی قاعدہ جاری ہوگا یعنے اگر دولہا کے عزیزون نے کچھ چیزین دی ہین تو وہ دولہا کا مال ہوگا تاوقتیکہ وہ صاف صاف یہ نہ کہدین کہ یہ دولھن کو دیا جاتا ہے۔

کوئی شخص اپنی اولاد کی جائداد کو معاوضہ لیکر بھی نہین ہبہ کر سکتا۔ یہ ایک نتیجۂ ضروری اُس اصول کا ہے جو اولیاء کو نابالغ کا مال بیع کرنے سے مانع ہے الا حالات مخصوصہ مین۔

جو لڑکا سن تمیز کو پہونچ گیا ہو یعنے رشید ہو مگر بالغ نہ ہو وہ ہبہ قبول کر سکتا ہے گو اُسکے ولی نے اُسکو نامنظور کیا ہو۔

فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نابالغ اولاد کو ایک مکان ہبہ کرے اور بعد ازان اُس مکان کو فروخت کر کے اُسکی قیمت کا ایک اور مکان خریدے تو یہ مکان اُس نابالغ کا مال ہوگا۔ رد المحتار کے موافق بھی قول مختار یہی ہے گو بعض علماء نے اِسمین اختلاف کیا ہے۔ جب اِس مسئلہ کو نظر تعمق سے دیکھیے تو یہ اصول اِس سے نکلتا ہے کہ جب باپ نے اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کی ہو تو وہ چیز اُس لڑکے کا مال ہو جاتا ہے گو وہ باپ ہی کے قبضہ مین رہے پس اگر باپ کوئی ایسا فعل اُس جائداد کے ساتھ کرے جو اُس نابالغ کے حق کے منافی ہو تو اُس سے اُس جائداد کے ہبہ کی حقیقت نہ بدل جائے گی اور نہ اُس نابالغ کا حق زائل

ہو جائیگا۔

مگر ممکن ہے کہ وہ ہبہ فریب سے کیا گیا ہو اور اُسکے نافذ کرنے کا قصد کبھی نہ ہوا ہو لکن یہ جھگڑا باپ اور اُسکی اولاد مین کبھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ والدین جب کوئی چیز اپنی اولاد کو ہبہ کرین تو وہ ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا اِسمین حنفیہ اور شیعہ دونون کو اتفاق ہے جیسا آیندہ عرض کیا جائیگا۔ یہ جھگڑا صرف باپ کے قرضخواہ کر سکتے ہین جنکا قرضہ ہبہ کرنے کے وقت موجود ہو اور وہ قرضہ اُسی جائداد پر عائد ہوتا ہو جو ہبہ ہوئی ہے اور وہ قرضخواہ یہ دعوے کرین کہ ہبہ کے بعد اِس جائداد سے ایسی کارروائی کیگئی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہبہ جعلی تھا اور اُنکی حق تلفی کے لیے ایک جھوٹ موٹ کا ہبہ نامہ لکھ لیا گیا ہے۔

فصل سوم

ہبہ مع الشرائط

ہبہ مشروط اور ہبہ مع الشرائط مین بڑا فرق ہے۔ ہبہ مشروط مانند اون عقود کے ہے جنکا نفاذ بعض امور اتفاقی کے وقوع پر موقوف رکھا جاے سب فرقونکے نزدیک باطل ہے۔ اور ہبہ مع الشرائط کے باب مین حنفیہ اور شیعہ مین کچھ اختلاف ہے۔ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ جب ہبہ کی تکمیل مین کوئی نقص ہو جائیگا ہبہ باطل ہو جائیگا۔ اور اگر واہب کا ارادہ موہوب لہ کو کل مال موہوب ہبہ کرنے کا عیان ہو جاے تو اُسکے بعد جو شروط اُسکے حق کو ناقص یا محدود کرنیکے لیے کیے گئے ہون وہ باطل اور کالعدم ہونگے۔ پس حنفیہ کے نزدیک وہ ہبہ تو جائز ہوگا مگر وہ شروط باطل ہونگے۔

مگر شیعون کے نزدیک یہ ہے کہ اگر شرط ہبہ کی معین ہو تو وہ ہبہ اور وہ شرط دونون جائز ہونگے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ مین تمکو وہ قرضہ ہبہ کرتا ہون

جو زید کے ذمہ واجب الادا ہے اس شرط سے کہ تم اُسکا سود بکر کو دے دینا تو حنفیہ کے مذہب مین یہ شرط باطل ہے مگر ہبہ صحیح ہے اور مذہب شیعہ مین یہ ہے کہ اگر ہبہ اُس شرط پر موقوف ہے تو کُل ہبہ فاسد ہے۔ جو ہبہ امور اتفاقی کے وقوع پر موقوف ہو وہ فریقین کے نزدیک باطل ہے۔ مثلاً قرضہ کو ساقط کرنے کے لیے کوئی شخص یہ کلام کرے کہ وہ جب کل ہوگا اور تم اتفاقاً مر جاؤگے تو میرا قرضہ جو تمپر ہے وہ ساقط ہو جائیگا، تو یہ باطل اور کالعدم ہے۔ یا یہ کہے کہ اگر تم اس بیماری سے مر جاؤگے تو یہ مکان تمھارا ہے اس صورت مین بھی ہبہ قطعاً باطل ہے۔ مگر ایسی شرط کرنا جائز ہے جس سے ہبہ کا فوراً نافذ ہو جانا سمجھا جائے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر میرا کچھ روپیہ تمپر قرض ہے تو مین نے تمکو معاف کیا یا جب مین مر جاؤنگا تو میرا قرضہ تمپر معاف ہو جائیگا[۱]۔

اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ یہ مکان تمھارا ہے۔ اگر تم میرے پیشتر مر جاؤ تو یہ میرا ہے اور اگر مین تمھارے پیشتر مر جاؤن تو یہ تمھارا ہے، تو امام اعظم ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے اور یہ شرائط باطل ہین۔ اگر کوئی شخص کہے کہ وہ[۲] مین نے یہ رقبہ تمھارے لیے بنایا ہے، تو یہ عاریت ہے یعنے موہوب لہٗ پاس وہ چیز عاریت رہیگی اور اُسکے بیع وغیرہ کا اختیار اُسکو نہ ہوگا بلکہ واہب کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اُس چیز کو واپس کرلے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ وہ مین نے یہ رقبہ تیرے لیے بنایا ہے اور یہ تیرا ہے، تو یہ ہبہ ہوگا۔ مذہب شیعہ[۲] مین یہ ہے کہ جو کلمات حق ملکیت کے ہبہ پر دلالت کرین وہ ہبہ کے لیے کافی ہین۔

حنفیہ کے نزدیک حین حیاتی عطیہ جسکو عمرہ کہتے ہین ہبہ کا حکم رکھتا ہے اور جو شرط اُسمین لگادی ہے وہ باطل ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز زید کو اُسکی زندگی تک ہبہ کیجائے

---

۱ فتاوائے قاضی خان جلد ۴ صفحہ ۲۲۹ - ۱۲ منہ ۲ جامع الشتات ۱۲ منہ

اور باقی ماندہ بکر کو ہبہ کیجائے تو زید کا ہبہ ہبۂ مطلق ہوگا یعنے اُسکا مِلک موہوب مین مطلقاً قائم ہوجائیگا۔

صرف کسی چیز کے منافع کو بخش دینا شرعاً عاریت[1] ہے اور موہوب لہ یا عاریت لینے والے کو واجب ہے کہ اُس چیز کو واپس کردے۔

شیعون کو مذہب مین محدود عطیات کو ہبہ کرنا جائز ہے اور اُنکی کتب فقہ مین ایک خاص باب اِس مضمون مین ہے اور اسکا نام کتاب الحبس والسکنہ ہے۔

حبس کے معنے لغوی اسباب کا باندھنا ہے اور اسکے اصطلاحی معنی وہ عطیات ہین جو ایک وقت معین پر محدود ہون۔

حبس وہ فعل ہے جس سے مالک کسی چیز کو تصرف مین لاتا یا اُس سے منتفع ہوتا دوسرے شخص کو مفت یعنے بلا معاوضہ بخش دیتا ہے مگر اپنا حق ملکیت اُسمین باقی رکھتا ہے۔ فریقین کی باہمی رضامندی خواہ صریحی ہو خواہ ضمنی اور تبدیل قبضہ اِس معاہدہ کے جواز کو کافی ہے۔

چندروزہ یا محدود عطیات کے مختلف نام اُس مقصد کے موافق ہین جس مقصد سے وہ وقوع مین آئے ہین۔

کسی چیز کو اپنی زندگی بھر اپنے تصرف مین لانا یا اُس سے منتفع ہونا عمرہ کہلاتا ہے۔

کسی مکان کو اپنے تصرف مین لانا بدون اِسکے کہ اُسمین حق ملکیت پیدا ہوجاے

---

[1] فتاواے قاضی خان صفحہ ۲۲۰ مین لکھا ہے کہ کسی چیز کے منافع کو بخشدینا عاریت ہے عاریت لینے والا اس چیز کو اپنے استعمال مین لاسکتا ہے مگر اُسکو ضائع نہین کرسکتا مگر جو چیزین استعمال کرتے کرتے صرف ہوجاتی ہین اُن سے ہبہ سمجھا جاتا ہے سواے روپیہ کے ۱۲ منہ

شکنہ کہلاتا ہے۔

کسی چیز کو ایک میعاد معین تک اپنے تصرف مین لانا یا اُس سے منتفع ہونا رقبہ کہلاتا ہے۔ اِس لفظ کے معنے لغوی غلامی ہین اور یہ لفظ اُس شرط پر صادق آتا ہے جو ہبۂ کامل کو ناقص کر دیتی ہے اور ہبہ مطلق کو ایک عطیۂ محدود بنا دیتی ہے۔

ایسا معاہدہ کرنے کے لیے کوئی خاص صیغہ نہین ہے۔ مگر یہ معاہدہ ایسے الفاظ سے ہو سکتا ہے کہ "دمین نے فلان زمین سے متمتع ہونے کی اجازت فلان شخص کو اُسکی حیات تک یا فلان میعاد تک دی"۔ یا اور الفاظ سے بھی ہو سکتا ہے جنسے مالک کا ارادہ ظاہر ہو جاے۔ اس معاہدہ کا نفاذ قبضہ کرانے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ جس معاہدہ کے ذریعہ سے کسی شخص کو کسی مکان مین رہنے یا اُسکو اپنے تصرف مین لانے یا اُس سے منتفع ہونیکا حق عطا کیا گیا ہو وہ معاہدہ معطی کی وفات پر ختم ہو جاتا ہے۔

جب کوئی عطیہ ان الفاظ سے دیا جاے کہ "جب تم مرجاؤ گے تو یہ چیز مجھکو واپس ملیگی"، تو اُسکی واپسی عطیہ دار کی وفات کے بعد عمل مین آئیگی۔

جس عطیہ مین معطی نے عطیہ دار اور اُسکے جانشین کو کسی جائداد سے منتفع ہونے یا تصرف مین لانے کا حق بخشا ہو وہ صرف مادام الحیات سمجھا جائیگا اور عطیہ دار کے مرنے کے بعد وہ جائداد معطی کو اسطرح واپس ملیگی گویا کہ جانشین کا لفظ اُسنے نہین کہا تھا۔

جب منافع ایک میعاد معیّن تک دیا جاے تو اُس معاہدہ کی تعمیل بمجرد قبضہ کرا دینے کے واجب ہو جاتی ہے اور مالک اُس عطیہ کو تا انقضاے میعاد معیّن واپس نہین کر سکتا۔ جو عطیہ معطی کی حیات پر محدود ہو وہ عطیہ دار کے

مرنے کے بعد تمام نہین ہوجاتا بلکہ وہ حق عطیہ دار کے ورثہ پر منتقل ہوجاتا ہے جو معطی کی وفات تک اس سے منتفع ہوتے ہین —

جب کسی چیز کا منافع بلا تعین میعاد دیا گیا ہو تو معطی کو اختیار ہے کہ جب چاہے اُس عطیہ کو منسوخ کردے —

عطیہ محدود یا عطیہ کسی جائداد کے منافع کا اُس جائداد کے عین کے فروخت کرنے سے ختم نہین ہوجاتا بلکہ عطیہ دار اِسکا مستحق ہوتا ہے کہ تا انقضاے میعاد معین اُس جائداد پر قابض رہے اور اُسکے منافع سے منتفع ہو —

حق سکونت جو عام الفاظ مین عطا کیا گیا ہو عطیہ دار کو مع عیال و اطفال اُس مکان مین رہنے کا مجاز کر دیتا ہے مگر وہ اُس حق کو دوسرے شخص پر منتقل نہین کرسکتا تاوقتیکہ کوئی خاص شرط اِس مضمون کی نہ ہوگئی ہو —

عطیہ دار کسی مکان کو جو اُسکے رہنے کے لیے دیا گیا ہو بغیر اجازت خاص معطی کے کرایہ پر نہین دے سکتا —

سب عطیات جو خاص خاص اشخاص کے نام بلا تعیین مدت ہون مالک یا معطی کے مرنے پر ختم ہوجاتے ہین اور اُسکے ترکہ مین شامل ہوجاتے ہین اسی طرح سب عطیات جنکی میعادین معین ہون بعد انقضاے مدت معینہ ختم ہوکر معطی یا اُسکے ورثہ کو واپس ملتی ہین —

جب کوئی چیز زید کو اور اُسکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ عطا کیجائے تو عطیہ دار کو حق مطلق حاصل ہوجاتا ہے اور وہ عطیہ دائمی ہوجاتا ہے جیساکہ اُن

۱ے جس چیز کا وقف جائز ہے اُسکا عمرہ بھی جائز ہے یعنے مادام الحیات اُسکو بخش دینا اور یہ عطیہ اُس شے کے بیع سے باطل نہین ہوجاتا اسواسطے کہ مشتری کو واجب ہے کہ جو شروط اُس عطیہ دار سے قرار پائی ہون اُنکی تعمیل کرے — شرائع الاسلام صفحہ ۲۴۶-۲ — ۱۲ منہ

الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ فی الواقع جب کسی شخص کو اور اسکی اولاد کو کوئی چیز دواماً عطا کیجاے تو عطیہ دار کو اسمین ایسا حق حاصل ہو جاتا ہے جسکے انتقال وغیرہ پر کوئی قید نہیں ہوتی ہے۔

بمقدمہ ناصر حسین بنام صغرے بیگم معلوم ہوا کہ مدعی کے باپ ذوالفقار حسین نے ۲۳۔ نومبر ۱۸۶۸ع کو اپنے ایک مکان کا ہبہ نامہ اپنے چچازاد بھائیون علی محمد و مظفر حسین اور ابو مظفر مدعاعلیہ کے نام لکھدیا تھا اور ۱۴۔ دسمبر ۱۸۷۲ع کو ایک اور رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعہ سے اُسی مکان کا حق ملکیت ناصر حسین مدعی کو عطا کیا تھا۔ علی محمد کا حق جو بموجب دستاویز مرقومہ ۲۳۔ نومبر ۱۸۶۸ع منجملہ تین منتقل الیہم کے ایک منتقل الیہ تھا بعلت اجراے ڈگری صغری بیگم مدعاعلیہا کے قرق کیا گیا مدعی نے بصیغۂ اجراے ڈگری عذرداری کی مگر جب اُسکے عذرات نامنظور ہوئے تو اُسنے اُس مکان کی نسبت استقرار حق کی نالش دائر کی اور استدعا کی کہ یہ اعلان فرمایا جاے کہ علی محمد کی وفات کے بعد اُسکا سارا حق اس مکان مین جاتا رہا۔ پس اس مقدمہ مین تنقیح طلب یہ امر تھا کہ آیا حسب شرائط دستاویز مرقومہ ۲۳۔ نومبر ۱۸۶۸ع حق ملکیت اس مکان کا منتقل الیہم پر منتقل ہو گیا تھا یا نہین۔ اُس دستاویز کی عبارت ضروری درج ذیل ہے۔

دو مین نے یہ مکان اپنے بھائیون علی محمد اور مظفر حسین اور ابو المظفر کو برضا و رغبت خود اور بلا اجبار و اکراہ دیا کہ وہ اور اُنکی اولاد نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ اسمین رہا کرین مجھے اور میرے ورثہ کو کوئی دعوے اِس مکان پر نہین ہے اور نہ آیندہ ہو گا لیکن اگر برادران مذکورین اِس مکان کو بیع یا رہن کرنا چاہین تو مجھے اور میرے ورثہ کو اُسپر دعوے رہے گا۔ جبتک بیع یا رہن نہ عمل مین آئے مجھے اور میرے ورثہ کو اِس مکان سے کچھ تعلق اور سروکار نہین ہے۔

عدالت ابتدائی نے اس مقدمہ مین یہ تجویز کیا کہ علی محمد کا حق جو منجملہ موہوب لہم کے ایک موہوب لہ ہے لائق توریث اور قابل الانتقال ہے اور دعوے خارج کر دیا ـ مدعی نے ہائی کورٹ مین اپیل کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ چونکہ اس مقدمہ مین فریقین شیعہ مذہب ہین لہٰذا جن کتب فقہ پر عدالت ماتحت نے بھروسا کیا ہے اور جو اہل سنت کی کتابین ہین اُنکے پابند فریقین نہین ہو سکتے ـ ہائی کورٹ الہ آباد نے عدالت ابتدائی کے فیصلہ کو بحال رکھا اور یہ تجویز لکھی کہ ـ

د د ہمارے نزدیک سب جج کی راے اس مقدمہ مین صحیح ہے کہ مکان متنازع فیہ مدعا علیہم نے صرف رہن کے لیے نہین لیا تھا بلکہ مطلقاً لے لیا تھا ـ ہبہ نامہ مین جو الفاظ ہبہ مطلق پر دلالت کرتے ہین وہ بہت صاف ہین (اُن الفاظ کو نقل کر کے عالم ججون نے فرمایا ہے) ایسی دستاویز کے معنی بخوبی عیان ہین ـ اس مکان کے ہبہ سے مقصود وہ مآل سکونت تھی مگر خود یہ مکان موہوب لہم کو وہ نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ،، ہبہ کیا گیا ہے اور اسکے بعد جو لکھا ہے وہ صرف بطور سفارش کے لکھا ہے اور شرعاً یہ قوت نہین رکھتا کہ نفس مکان کے ہبہ کو محدود کر دے ـ ایسی دستاویز کے یہی معنے سب قوانین کے موافق لیے جاتے ہین خواہ یورپ کے قوانین ہون خواہ ہندوستان کے ہون ـ یہ معنے قانون انگلستان کے بالکل موافق ہین اور سب جج نے ثابت کر دیا ہے کہ شرع محمدی کے بھی موافق ہین ،،

د د اپیلانٹ کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ اس مقدمہ مین فریقین شیعہ مذہب ہین اور جن کتابون کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سنیون کی کتابین ہین ـ اِسمین شک نہین ہے کہ اِس مقدمہ مین فریقین شیعہ ہین اور اگر مذہب امامیہ مین کوئی حکم سنیون کی شرع کے خلاف ہوتا جسکا حوالہ سب جج نے دیا ہے تو اُس حکم کو نافذ کرنا ہمپر فرض ہو جاتا ـ مگر بیلی صاحب کی شرع امامیہ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ ۱۸۶۹ع مین ہمنے مسائل شیعہ مین

بخوبی غور کیا تو ہمکو خوب ثابت ہو گیا کہ اس مسئلہ مین فریقین مین کچھ اختلاف نہین ہے فی الواقع سنیون کی شرع تو اس باب مین بہت صریح و واضح ہے مگر امامیہ کی شرع ساکت و صامت ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امامیہ کی شرع کا منشاء یہ ہے کہ جب امامیہ کی کتابون مین اس قسم کی ہبہ کا کہین ذکر نہین لکھا ہے کہ ایسا ہبہ موہوب لہٗ کے حیات پر محدود ہے تو اس صورت مین شیعون کے مقدمات مین سنیون کی شرع جاری کرنی چاہیے[۱]۔"

"تاہم بیلی صاحب کی شرع امامیہ صفحہ ۲۲۶-۲۲۷ مین ایک عبارت ایسی لکھی ہے کہ اگر شیعون کا قول یہی ہے جیسا اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے تو اُسمین غور کرنا لازم ہے۔ وہ عبارت یہ ہے کہ "اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے یہ مکان تجھکو تا حیات دیا اور تیرے جانشین کو دیا تو یہ صرف عمرہ ہو گا یعنے اسی کی حیات تک رہیگا اور قول اصح یہی ہے کہ اُسکے جانشین پر منتقل نہ ہو گا گویا کہ اُسنے جانشین کا لفظ کہا ہی نہ تھا۔" اگر شرع امامیہ یہی ہے تو اُسکا سمجھنا مشکل ہے اور اُس سے بھی زیادہ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ حقیت ایسی محدود ہو گئی کہ ہبہ کے صیغہ سے اُس لفظ کو نکال ڈالنے کی ضرورت ہوئی جو اُسکے اثر کو جانشین تک صاف پہونچا دیتا ہے۔ مصنف نے یہ نہین لکھا ہے کہ قول اصح یا قول مختار انھون نے کسکے قول کو کہا ہے۔ یہ ایک بالکل خود رایانہ اور بے دلیل تفسیر ہبہ کی ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اگر "تیرے جانشین" کا لفظ بھی اس ہبہ کا جزر رکھا جائے تو ہبہ نہ باقی رہیگا۔ مگر اس مقدمہ مین مکان ایسے وسیع الفاظ سے موہوب لہٗ کو ہبہ کیا گیا ہے کہ اگر اُن الفاظ کے کچھ معنے شرع مین ہین تو اُن سے صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان مطلقاً ہبہ کیا گیا۔"

[۱] اسمین کچھ شک نہین ہے کہ یہ راے ہائی کورٹ کی شرع امامیہ کی غلط فہمی پر مبنی ہے ۱۲ منہ

فصل چہارم

فصل چہارم

ہبہ مشروط

اگر کوئی شخص کسی کو ایک قطعۂ اراضی اس شرط پر ہبہ کرے کہ موہوب لہٗ اُس اراضی کی پیداوار واہب کو اُسکی بسر اوقات کے لیے دیا کرے گا تو ابو القاسم کے قول کے موافق یہ ہے کہ اگر اُس اراضی مین کچھ پیداوار ہوتی ہو تو ہبہ صحیح ہے مگر شرط باطل ہے۔ لیکن اگر وہ اراضی افتادہ یا غیر قابل الزراعت ہو تو ہبہ فاسد ہے۔ شیعون کے مذہب مین ہبہ اور شرط دونون صحیح ہین۔ بموجب اُس فیصلہ کے جو پریوی کونسل نے بمقدمہ[1] نواب امجد علی خان بنام محمدی بیگم کیا ہے جب کسی شے کا عین ہبہ کیا جاے اور اسکا منافع واہب اپنی حیات مین اپنے تصرف مین لائے تو ایسا ہبہ جائز تصور کیا جائیگا۔ اس فیصلہ مین حکام پریوی کونسل نے فرمایا ہے کہ وہ غور طلب یہ امر ہے کہ جب کوئی واہب اپنی زندگی مین کوئی جائداد از روے شرع محمدی کسی کے نام منتقل کرے اور عین المال پر اپنا ملک کلاً و جزاً نہ باقی رکھے بلکہ صرف یہ شرط کرلے کہ جبتک خود زندہ رہیگا اُسکا منافع پانے کا مستحق ہوگا تو آیا ایسا ہبہ از روے شرع محمدی غیر مکمل ہے ہدایہ مین بعینہ یہی مسئلہ لکھا ہے اور اُسکا استفسار کیا ہے۔ جو چیز واہب کو واپس دیجائیگی وہ بعینہ مال موہوب نہین ہے بلکہ اور ہی چیز ہے۔ ہدایہ کتاب الہبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ ملاحظہ ہو جسمین پہلے یہ اعتراض لکھا ہے کہ شے موہوب مین واہب کی مشارکت سے ہبہ فاسد ہو جاتا ہے اور اُسکا جواب یہ لکھا ہے کہ وہ واہب کا تصرف اُس چیز مین ہوا ہے جسکو اُسنے ہبہ نہین کیا ہے یعنے اُسکا تصرف اُس چیز کے منافع مین ہوا ہے اور اُسنے اُس چیز کا عین ہبہ کیا تھا اُسکا منافع نہین ہبہ کیا تھا۔''

---

[1] مورش انڈین اپیلس جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۵-۱۲ اسنہ

پھر ملاحظہ کیجیے کہ اگر یہ اقرار کہ باپ اُن نوٹون کا منافع اپنی زندگی بھر اپنے تصرف مین لائیگا ایک شرط منافی ہبہ تصور کیجاے یعنے موہوب لہٗ کے انتفاع اور تصرف کے بالکل مضر سمجھی جاے تو اس صورت مین ہبہ شرعًا نہ فاسد ہو جائیگا بلکہ وہ شرط باطل ہوگی۔ ہدایہ کتاب الھبہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۰۔ مگر چونکہ یہ اقرار جو باپ بیٹے مین ہوا ہے ایک معاوضہ جائز پر مبنی ہے لہذا بیٹے کا اقرار صحیح و جائز ہے جسکا نفاذ اُسپر ہندوستان کی عدالتون مین بطور اُس اقرار کے ہو سکتا تھا جس سے ایک معاہدہ پیدا ہوا ہے یعنے وہ اقرار صالح اس امر کا ہے کہ مابین میعاد شروط منافع وہاب کو دیا جائیگا۔ لہذا فریقین کی اِس بحث سے ہدایہ کے کسی حکم مین کوئی خلل نہین پڑتا اور یہ ہبہ مکمل ہے ۱۱

بادی النظر مین یہ فیصلہ فقیہ حنفی ابو القاسم کے قول کے خلاف معلوم ہوتا ہے مگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی مین اکثر شروط ہبہ کا بطلان عربی الفاظ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب ہبہ مطلق کرنے کا ارادہ صاف ظاہر ہو تو جو شرط مانع تکمیل ہبہ ہو وہ باطل سمجھی جاتی ہے پس اِس لحاظ سے حکام پروی کونسل کا فیصلہ بمقدمہ مذکورۂ بالا شرع حنفی کے موافق معلوم ہوتا ہے کہ منافع کا واہب کی حیات تک اُسی کے تصرف مین آنا مال موہوب مین موہوب لہ کا ملک پیدا ہونے سے مانع نہین ہے۔

ہبہ اُس چیز کا جو گم ہوگئی ہو اُسکے ملجانے کے بعد فاسد ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ وہ مین نے تجھکو وہ موتی دیڈالا جو گم ہو گیا ہے اُسکو ڈھونڈ کر لے لے ۱۱ تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہبہ فاسد ہے کیونکہ صرف ایک شئے موہوم کو ہبہ کیا ہے۔ مگر امام زفر ایسے ہبہ کو جائز سمجھے ہین۔

اگر کوئی چیز ہبہ کیجائے اور موہوب لہٗ کو اُسکے لینے نہ لینے کا اختیار دیا جائے

اور وہ اُس اختیار کو اسی جلسہ مین فوراً عمل مین لائے تو ایسا ہبہ جائز ہے۔

اگر واہب کوئی چیز ہبہ کرے مگر اُسکے دینے نہ دینے کا اختیار اپنے لیے رکھے تو ہبہ صحیح ہے مگر وہ اختیار باطل ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کوئی شخص ایک مکان اپنے پسر نابالغ کو صدقہ دے اور خود اُسمین بلا کرایہ رہا کرے تو ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر اُس مکان مین اور کوئی شخص بلا کرایہ رہتا ہے تو چونکہ باپ اپنے بیٹے کی طرف سے اُسپر قابض سمجھا جاتا ہے لہذا اس صورت مین بھی ہبہ صحیح ہوگا۔[1]

ہبہ شرط ناجائز کی وجہ سے باطل نہین ہو جاتا۔ لہذا جب شوہر اور زوجہ مین اپنے اپنے حقوق کی نسبت کوئی قول و قرار ہو گیا ہو تو ایسے قول و قرار کا معاوضہ ہبہ کا حکم رکھتا ہے اور کسی شرط ناجائز کی وجہ سے باطل نہین ہو جاتا۔ مگر فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے کہ دو بیع اور رہن اور اجارہ شروط ناجائز سے باطل ہو جاتا ہے۔[1]

جب کوئی شخص ایک مکان خریدے اور اُسپر قبضہ کرکے اُسکو ہبہ کردے اور اُسکے ہبہ کرنے کے بعد کوئی اور شخص حق شفعہ کا دعوے کرکے نصف مکان پر قابض ہو جائے تو باقی ماندہ مکان کا ہبہ باطل ہو جائیگا۔

ہبہ کا اقرار اُسپر دلالت کرتا ہے کہ تمام شرائط ضروری ہبہ کے تعمیل کیے گئے ہین۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے کوئی جائداد زید کو ہبہ کی ہے تو یہ اقرار قبضہ کے لیے بھی کافی ہوگا۔

اگر کوئی شخص اپنے شریک تجارت سے کہے کہ میرے حصہ کی جائداد میری بیٹی کو دیدو مگر بیٹی کو اُسپر قبضہ کرنے کی اجازت نہ دی ہو تو ہبہ کامل نہ ہوگا اور باپ کا حق اُس جائداد مین بعینہٖ باقی رہیگا۔

---

[1] فتاوائے قاضی خان صفحہ ۲۳۶ ۔ ۱۲ منہ

باب تیسرا
تنسیخ ہبہ
فصل اوّل

واہب کے اختیار تنسیخ ہبہ کے باب مین فرق اسلام مین اختلاف عظیم ہے شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک (بجز اُس ہبہ کے جو والدین نے اپنی اولاد کو کیا ہو) اور کوئی ہبہ منسوخ نہین ہوسکتا خواہ قبضہ تبدیل ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو۔ البتہ جو ہبہ جبراً یا نافہمی سے ہوا ہو وہ اِسمین داخل نہین ہے مگر والدین اُس ہبہ کو منسوخ کرسکتے ہین جو اُنھون نے اپنی اولاد کو کیا ہو۔ لکن حق تنسیخ ہبہ جو مان باپ کو حاصل ہے مطلق نہین ہے۔ جب ہبہ صدقہ کے قبیل سے ہو (یعنے راہ خدا مین بہ نیت ثواب کوئی چیز دی گئی ہو) تو ایسا ہبہ منسوخ نہین ہوسکتا۔

والدین اُس ہبہ کو جو اُنھون نے اپنی اولاد کو کیا ہو حالات ذیل مین بھی نہین منسوخ کرسکتے۔

(۱) جب شے موہوب اپنی ہئیت اصلی پر نہ باقی رہی ہو یا کلاً یا جزءاً غائب ہوگئی ہو یا بیع یا مبادلہ کرلی گئی ہو۔ نرخ بازار کے تغیر و تبدل سے جو کمی و بیشی قیمت مین ہوجائے وہ اِسمین داخل نہین ہے۔

(۲) جب واہب نے عقد کرلیا ہو اور وہ عقد بمعاوضہ شے موہوب ہوا ہو۔

(۳) جب موہوب لہٗ مرگیا ہو اور وہ جائداد اُسکے ورثہ کو وراثتاً ملی ہو۔

مذہب شیعہ مین یہ ہے کہ "اگر شے موہوب پر قبضہ ہوگیا ہو اور وہ شے والدین کو ہبہ کی گئی ہو تو علماء کا اتفاق ہے کہ ایسا ہبہ نہین منسوخ ہوسکتا نہ ہبہ اُس ہنگام مین منسوخ ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہٗ واہب کے اقرباء نسبی مین سے ہو گو اِسمین کچھ اختلاف ہے مگر وہ معتبر نہین سمجھا گیا ہے [۱۱۱] لکن اگر ہبہ کسی غیر شخص کو کیا گیا ہو تو جبتک

شئے موہوب کا عین موجود رہے منسوخ ہو سکتا ہے مگر جب اُسکا عین فنا ہو جائے تو ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔ اسی طرح سے وہ ہبہ بھی نہین منسوخ ہو سکتا جسکے معاوضہ مین کچھ لیا گیا ہو گو وہ معاوضہ کیسا ہی خفیف یا کم قیمت ہو۔ شئے موہوب کا موہوب لہ کے استعمال مین آنا واہب کو تنسیخ ہبہ سے مانع نہین ہے تاوقتیکہ موہوب لہٗ کے استعمال مین اُس شئے کی حقیقت بالکل نہ بدل گئی ہو۔ محقق ابو القاسم حلی نے شرائع الاسلام مین فرمایا ہے کہ جب زوجہ نے کوئی چیز اپنے شوہر کو ہبہ کردی ہو تو اُس ہبہ کو منسوخ کرنا مکروہ ہے اور جب شوہر نے کوئی شئے اپنی زوجہ کو ہبہ کی ہو تو اسکو بھی منسوخ کرنا مکروہ ہے۔ مشاہیر فقہائے شیعہ نے جنمین محقق بھی داخل ہین اس سے بھی ترقی کر کے فرمایا ہے کہ باہمی ہبہ کے باب مین شوہر اور زوجہ مین وہی نسبت ہے جو اقربائے نسبی مین ہے یعنے جب شوہر زوجہ کو یا زوجہ شوہر کو کوئی چیز ہبہ کرے تو وہ ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا۔ ان علمائے شیعہ سے فقہائے حنفی نے بھی اس مسئلہ مین اتفاق کیا ہے کہ زوجیت مانع تنسیخ ہبہ ہے جیسا آیندہ بیان کیا جائیگا۔

حنفیہ کے نزدیک ہبہ کو منسوخ کرنا مکروہ ہے مگر حرام نہین ہے۔ چنانچہ فتاوائے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "ہبہ کو منسوخ کرنا جملہ حالات مین مکروہ ہے مگر جائز ہے"۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک ہبہ قبل اقباض منسوخ ہو سکتا ہے مگر اقباض کے بعد بعض قسم کا ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا اور بعض قسم کا ہبہ قاضی کے حکم سے یا موہوب لہٗ کی رضامندی سے منسوخ ہو سکتا ہے۔

جب محارم شرعیہ[۱] یا محرمات شرعیہ مین سے کسی عزیز کو ہبہ کیا گیا ہو اور قبضہ بھی

[۱] یعنے وہ مرد اور وہ عورتین جو ایک دوسرے پر حرام ہین یعنے جنمین مناکحت شرعاً حرام ہے ۱۲ اشرف حسین

گرا دیا گیا ہو تو واہب اسکو نہین منسوخ کرسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ ہبہ اُس وقت نہین منسوخ ہوسکتا جبکہ واہب اور موہوب لہٗ مین ایسی قرابت نسبی ہو کہ باہم منا کحت حرام ہو چچازاد بھائی یا بہن کو جو ہبہ کیا ہو وہ منسوخ ہوسکتا ہے اسواسطے کہ وہ ایک دوسرے پر حرام نہین ہین۔ اسیطرح سے خوشدامن کو جو ہبہ کیا ہو وہ بھی منسوخ ہوسکتا ہے اسواسطے کہ خوشدامن محرمات شرعیہ مین سے تو ہے مگر اقرباء نسبی مین سے نہین ہے۔

یہ عرض ہوچکا ہے کہ سوائے اُس ہبہ کے جو محارم یا محرمات شرعیہ مین سے کسی کو کیا گیا ہو اور سب ہبے منسوخ ہوسکتے ہین۔ قبل اقباض واہب خود ہبہ کو کلًا یا جزءًا منسوخ کرسکتا ہے اور بعد اقباض وہ صرف موہوب لہٗ کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے ہبہ منسوخ کرسکتا ہے۔

سب علماء کا اتفاق ہے کہ قاضی کے حکم سے اصل ہبہ منسوخ ہوجاتا ہے مگر اسمین اختلاف ہے کہ باہمی رضامندی سے ہبہ مطلقاً منسوخ ہوجاتا ہے یا نہین۔ نظائر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مطلقاً منسوخ ہوجاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کوئی چیز دوسرے کو ہبہ کرے اور دوسرا تیسرے کو ہبہ کرے اور پھر اُس ہبہ کو منسوخ کردے تو اختیار تنسیخ ہبہ واہب اول کو ہوگا۔ لکن ایسا اُس صورت مین نہ ہوگا جبکہ دوسرا موہوب لہٗ اُسی چیز کو اپنے واہب کو بطور ہبہ کے واپس کردے۔ اسواسطے کہ چونکہ دوسری منسوخی تنسیخ کامل ہے لہٰذا یہ لازم آتا ہے کہ جو چیز واپس دی گئی ہے اُسنے ملک سابق پر عود کیا ہے اور واہب پھر اُسکا مالک ہوجاتا ہے بے اِسکے کہ اُسپر از سر نو قبضہ کرنیکی ضرورت ہو۔ ہبہ منسوخ ہونے کے بعد مال موہوب بصیغۂ امانت موہوب لہٗ پاس رہتا ہے پس اگر وہ ضائع ہوجاوے تو موہوب لہٗ اُسکا ذمہ دار نہین ہے لکن جب ہبہ قاضی کے حکم سے یا فریقین کی مرضی سے نہ منسوخ ہوا ہو اور موہوب لہٗ

مال موہوب واہب کو پھیر دے اور وہ اُسکو قبول کرلے تو وہ دوبارہ اُسکا مالک نہین ہوسکتا جبتک کہ اُسپر قبضہ نہ کرلے۔ اور جب واہب مال موہوب پر قبضہ کرلے تو یہ ہبہ جو موہوب لہ نے اُسکو کیا ہے ہبۂ اول کی تنسیخ بحکم قاضی یا برضامندی طرفین سمجھی جائیگی اور پھر موہوب لہ کو اُسکے منسوخ کرنے کا اختیار نہین ہے۔

امام ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ جبتک قاضی تنسیخ ہبہ کا حکم نہ صادر کرے موہوب لہ مال موہوب کو اپنے استعمال مین لا سکتا ہے اور اُسکو فروخت وغیرہ کرسکتا ہے مگر جب قاضی حکم تنسیخ صادر کرچکا ہو تو پھر اُسکا استعمال یا فروخت وغیرہ ناجائز ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔

اگر قاضی کا حکم صادر ہونے کے بعد اور واہب کے دوبارا قبضہ کرنے کے پیشتر مال موہوب موہوب لہٗ کے پاس ضائع ہوجائے تو موہوب لہٗ اُسکے ضائع ہونے کا ذمہ دار نہ ہوگا الا اینکہ اُس سے قبضہ کرا دینے کی درخواست کی گئی ہو اور اُسنے انکار کیا ہو اگر ہبہ منسوخ ہونے کے بعد بلا قاضی کا حکم صادر ہونے کے پیشتر موہوب لہٗ شے موہوب واہب کو دیدے اور وہ اُسپر قبضہ کرلے تو وہ منسوخی قاضی کے حکم سے سمجھی جائیگی۔

اگر واہب اختیار تنسیخ سے صاف صاف دست بردار ہوجائے تو بھی وہ اختیار بعینہ باقی رہتا ہے اور زائل نہین ہوجاتا۔ لکن اگر موہوب لہ سے کچھ معاوضہ لیکر واہب حق تنسیخ سے باز آئے تو یہ جائز ہے اور یہ ایک قسم کا مبادلہ ہوجائیگا جس سے حق تنسیخ جاتا رہیگا۔

تنسیخ ہبہ بالفاظ مناسب ہونی چاہیے۔ جیسے ”مین نے اس ہبہ کو منسوخ کیا“ یا ”اُسکو اپنے مال مین دوبارا شامل کرلیا“ یا ”مین نے اُسکو منسوخ اور فسخ کیا“ اگر واہب ایسا کوئی فقرہ نہ کہے اور شے موہوب کو بیع کرنے یا رہن رکھنے کا معاہدہ کرے تو ایسا فعل بمنزلہ منسوخی نہ ہوگا۔ اور اگر منسوخی مشروط ہو

تو غیر موثر ہے مثلاً اگر واہب کہے کہ "جب ایسا ہوگا تب مین اس ہبہ کو منسوخ کرونگا یا یہ ہبہ منسوخ ہو جائے گا" یا "فلان تاریخ منسوخ ہوگا" تو ایسی تنسیخ ناجائز ہوگی اسواسطے کہ منسوخی کسی شرط پر موقوف[1] نہین ہو سکتی نہ زمانہ آیندہ پر محول ہو سکتی ہے۔

حالات ذیل مین ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔

(۱) جب شے موہوب ہبہ یا بیع یا اور کسی انتقال کے ذریعہ سے جس سے حق ملکیت منتقل ہو جاتا ہے موہوب لہٗ کی ملک سے نکل گئی ہو۔

(۲) جب موہوب لہٗ مر گیا ہو اور شے موہوب اُسکے ورثہ کو وراثتاً ملی ہو۔

(۳) جب واہب مر گیا ہو تو اُسکے ورثہ کو ہبہ منسوخ کرنے کا اختیار نہین ہے یعنے تنسیخ ہبہ کا اختیار ایک ذاتی حق واہب کا ہے۔

(۴) جب شے موہوب ضایع یا گم ہو گئی ہو۔

(۵) جب ہبہ بالعوض ہو یعنے بمعاوضہ ہوا ہو۔

(۶) جب شے موہوب کی ماہیت موہوب لہ کے پاس بدل گئی ہو۔

(۷) جب مال موہوب مین کچھ افزونی یا اضافہ ہوا ہو اور وہ افزونی یا اضافہ اِس قسم کا ہو کہ اُس سے غیر منفک ہو یعنے جدا نہ ہو سکے۔ ہبہ کے قابل منسوخی نہونے مین اِس سے کچھ فرق نہین پڑتا کہ وہ اضافہ موہوب لہٗ کے کسی فعل کی وجہ سے ہوا ہے یا بغیر ایسے فعل کے ہوا ہے اور وہ افزونی خود اُس شے سے حادث ہوئی ہے (جیسے میوہ درخت سے) یا اُس شے مین افزونی ہو گئی ہے (جیسے وہ افزونی جو نمو سے ہو) بہر کیف۔ اُس افزونی کو چاہیے کہ شے موہوب کا جزء ماہیت اور اُسکے عین یا جوہر مین شامل ہو گئی ہو اور اُسکی قیمت مین اضافہ کا باعث ہوئی ہو رتگستا

[1] فتاواے عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۵۳۷ - ۱۲ منہ

یا سینا یا اُٹھا لیجانا وغیرہ اختیار تنسیخ کے اسباب مفنی یعنے فنا کرنے والے سمجھے گئے ہین۔

صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا لیجانا جب اِس سے قیمت مین کچھ افزونی ہوئی ہو یا کچھ خرچ کرنا پڑا ہو تو تنسیخ ہبہ کا مانع کافی ہے۔ جو افزونی شئے موہوب کی عین سے جدا ہو سکتی ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے یا جو نقصان یا حرج اُس شئے مین ہوا ہو وہ بھی مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے۔

(۸) جب واہب اور موہوب لہٗ مین رشتہ زوجیت ہو۔ مگر ایسا ہبہ قابل تنسیخ اُس ہنگام مین نہ ہوگا جبکہ حالت وجود یا بقاے زوجیت مین ہوا ہو۔ مثلاً قبل نکاح جو ہبہ ہوا ہو وہ منسوخ ہو سکتا ہے۔ مگر جب حالت بقاے نکاح مین ہبہ کیا گیا ہو تو بعد فسخ نکاح وہ ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔ متناکحین یعنے شوہر اور زوجہ کے اختلاف مذہب سے ہبہ کے قابل منسوخی نہ ہونے مین کچھ فرق نہین پڑتا۔

(۹) قرابت نسبی جو تحریم نکاح کے درجہ تک پہونچی ہو مانع تنسیخ ہبہ ہے۔

ے یعنے والدین اور جدّین چاہیے کیسے ہی عالی ہون اور اولاد اور اُسکی اولاد چاہیے کیسی ہی سافل ہو۔ بھائی اور بہنین اور اُنکی اولاد اور چچا اور پھوپھیان اور ماموں اور خالائین۔ ردالمحتار۔

دد اگر کوئی شخص کوئی چیز اپنے کسی محرم شرعی کو ہبہ کرے تو اُس ہبہ کو منسوخ کرنا جائز نہین ہے ،،، ہدایہ۔

جو قرابت رضاعت یا زوجیت سے پیدا ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے۔ خزانۃ المفتین۔

جب کوئی ذمی مستمین جو سلطنت اسلامیہ کا مطیع ہو اور دارالاسلام مین رہتا ہو اپنے برادر مسلم کو ہبہ کرے اور موہوب لہٗ کو قبضہ کی اجازت دیکر کہین چلا جائے اور وہ قبضہ کرلے تو ایسا ہبہ شرعاً جائز ہے۔ لیکن اگر کسی مسلم نے کسی ذمی مستمین کو ہبہ کیا ہو اور قبول کرنے کے پیشتر وہ دارالحرب مین چلا گیا ہو تو وہ ہبہ باطل ہو جائیگا مبسوط۔ جب بھائی کے وکیل یا گماشتہ کو ہبہ کیا گیا ہو تو وہ منسوخ نہین ہو سکتا۔ اور اگر وہ وکیل اُسکو نامنظور کرے مگر اُسکا موکل اُسکو قبول کرے تو ہبہ جائز ہوگا۔ کنایہ ۱۲ منہ

اِسمین واہب اور موہوب لہٗ کے مذہب کی کچھ قید نہین ہے۔

(۱۰) شئے موہوب کا خود بخود نمو پانا بھی واہب کو مانع تنسیخ ہبہ ہے۔

جب اختیار تنسیخ ہبہ موجود ہو تو کل یا جزء دونون کی نسبت عمل مین آسکتا ہے۔

جب ہبہ منسوخ کیا جاوے تو واہب اپنے حقوق ملکیت اور تمام لوازم ملکیت کو اُسوقت سے عمل مین لاسکتا ہے جبکہ مال موہوب پر اُسکا قبضہ ہو جاوے مگر اُسکے پیشتر سے نہین عمل مین لاسکتا۔ مثلاً جب کسی شخص نے ایک مکان ہبہ کر کے موہوب لہٗ کا قبضہ اسپر کرا دیا ہو اور اُسکے متصل ایک اور مکان فروخت ہوا ہو اور اُسکے بعد واہب اس ہبہ کو منسوخ کرے تو اُس دوسرے مکان مین اُسکا حق شفعہ نہ باقی رہیگا۔

جب کسی قرضدار کا قرضہ معاف کر دیا گیا ہو تو اُس قرضہ کے ہبہ کی تنسیخ کا اختیار قرضخواہ یا واہب کو نہین ہے۔

جو قرابت رضاعت یا زوجیت سے پیدا ہو وہ مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے۔

جب کوئی شخص کسی کو گھوڑا ہبہ کرے اور موہوب لہٗ اُس گھوڑے کو تعلیم دلواوے تو واہب کو اختیار تنسیخ ہبہ نہین ہے گو امام زفرنے ظاہرا اُس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے۔ لوازم شئے موہوب جو بعد ہبہ حاصل کیے گیے ہون مانع تنسیخ ہبہ ہین۔

شئے موہوب کو کچھ خرچ کر کے اور محنت کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانا مانع تنسیخ ہبہ ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو کپڑے ہبہ کرے اور موہوب لہٗ اُنکو دھوبی سے دھلواوے تو حق تنسیخ ہبہ جاتا رہیگا۔

اگر کوئی شخص چند درہم کسی کو ہبہ کرے اور بعد اُسکے اُنکو موہوب لہٗ سے

لہ فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ

قرض لے تو شے موہوب کی کیفیت بدل جائیگی وجہ سے حق تنسیخ ہبہ زائل ہو جائیگا۔

چونکہ بغیر حکم قاضی کے یا بلا رضامندی طرفین ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا لہذا اگر کوئی شخص کوئی چیز ہبہ کرکے موہوب لہ کا قبضہ اُسپر کرادے اور بعد ازان بغیر حکم قاضی یا بلا رضامندی موہوب لہ اسکو واپس کرلے اور وہ چیز گم ہو جائے تو واہب مستوجب ہرجہ ہوگا۔

اگر کوئی عورت کوئی چیز اپنے شوہر کو ہبہ کرے اور بعد اُسکے بیان کرے کہ اُسکے شوہر نے زبردستی یا دھمکی دیکر ہبہ کروالیا تھا تو اُسکا دعوے مسموع[۱] ہوگا۔

جب کوئی چیز محارم یا محرمات شرعیہ مین سے کسی عزیز کو اور کسی غیر آدمی کو ایک ہی وقت مین یا بالمشارکت ہبہ کیجائے تو اُس غیر شخص کا ہبہ منسوخ ہو سکتا ہے۔

جب صدقہ کی تکمیل قبضہ سے ہو جائے تو منسوخ نہین ہو سکتا۔

قبل اقباض ہبہ بغیر حکم قاضی اور بلا رضامندی موہوب لہ منسوخ ہو سکتا ہے اگر موہوب لہ کا قبضہ کرادیا گیا ہو تو وہ شے موہوب کو اپنے پاس رکھنے اور اسکے منافع کو اپنے تصرف مین لانے کا مستحق ہے تا وقتیکہ قاضی حکم تنسیخ نہ صادر کرے۔

جو ہبہ غربا و مساکین کو کیا جاوے وہ صدقہ ہے اور منسوخ نہین ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص کسی کو کوئی مکان ہبہ کرے اور موہوب لہ اُسمین رنگ پھروائے یا اُسمین درخت لگائے یا اور کسی طور سے اُسکو متغیر کرے تو ہبہ قابل منسوخی نہ ہوگا۔

جب مال موہوب کا کوئی جزء ضائع و برباد ہو گیا ہو تو باقی ماندہ جزو کا ہبہ منسوخ ہو سکتا ہے۔

[۱] غالباً جب اُسکے ثبوت مین شہادت پیش کیجائے ۱۲ منہ

جب کوئی چیز دو نامحرمون کو ہبہ کیجاے تو اُنمین سے ہر ایک کے حصہ کا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہے اور دوسرے کے حصہ کا ہبہ صحیح رہیگا۔

اختیار تنسیخ ہبہ سے دست بردار ہوجانے سے وہ اختیار سلب نہین ہوجاتا۔ جب قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا جاے تو اُسکی تنسیخ کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ ہبہ کی وجہ سے وہ قرضہ ادا ہوجاتا ہے اور وہ باقی نہین رہتا کہ منسوخ کیا جائے۔

اگر کوئی شخص کسی کو ایک قطعہ اراضی ہبہ کرے جسپر ہبہ کے وقت کوئی قابض نہ ہو نہ کچھ مکانات یا درخت اُسپر ہون اور موہوب لہ اُسپر درخت لگاے یا مکانات بنوائے تو اس صورت مین واہب تنسیخ ہبہ کا مستحق نہین ہے۔ لکن اگر کوئی چھپیر وغیرہ چند روز کے لیے بنوالیا گیا ہو تو مانع تنسیخ ہبہ نہ ہوگا۔ جب موہوب لہٗ نے کوئی اصلاح واقعی یا ترقی معتد بہ شئے موہوب مین کی ہو تو واہب کا حق تنسیخ ہبہ جاتا رہیگا۔

واہب کا کچھ عوض قبول کر لینا مانع تنسیخ ہبہ ہے۔ او اگرچہ ہبہ کا عوض کسی تیسرے شخص نے برضا و رغبت خود موہوب لہ کی طرف سے دیا ہو تو بھی واہب کا اُسکو قبول کر لینا اُسکے حق تنسیخ ہبہ کو زائل کر دیگا۔

اگر موہوب لہ نے کچھ عوض ہبہ کا دیا ہو اور اُس ہبہ کا ایک جزو دوسرے شخص کا مال ثابت ہو جو اُسکو موہوب لہ سے لیلے تو اُس صورت مین موہوب لہ واہب سے اُسی قدر حصہ اُس عوض کا جو اُسنے اُسکو دیا ہے پانیکا مستحق ہوگا۔ اگر برخلاف اُسکے کوئی جزو اُس عوض کا دوسرے شخص کا مال ہو تو اُس صورت مین واہب اُسی قدر حصہ شے موہوب کا واپس کر لینے کا مستحق نہ ہوگا مگر وہ باقی ماندہ عوض جو اُسکے پاس ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنے ہبہ کو واپس لے سکتا ہے۔

جب کوئی شخص قاضی کے حکم یا موہوب لہ کی رضامندی سے ہبہ کو منسوخ کرے

تو یہ منسوخی اصل ہبہ کی سمجھی جائیگی موہوب لہ کی جانب سے از سر نو ہبہ نہ سمجھا جائیگا لہذا ایسی صورت میں واہب کا قبضہ کرادینا کچھ ضرور نہیں ہے۔

جزء غیر منقسم کی نسبت تنسیخ ہبہ جائز ہے۔ اگر کوئی منسوخی بمنزلہ اسکے ہو کہ موہوب لہ نے واہب کو از سر نو ہبہ کیا تو فقہائے حنفیہ کا قول ہے کہ اقباض شرط ضروری ہوگی لہذا جزء غیر منقسم کی نسبت تنسیخ ہبہ ناجائز ہوگی۔

جو ہبہ بطور صدقہ ہوا ہو وہ اس وجہ سے نہیں منسوخ ہو سکتا کہ بغرض خوشنودی خدا ہوا تھا اور یہ غرض اس ہبہ سے حاصل ہوگئی۔ اگر کوئی شخص کسی متمول آدمی کو کوئی چیز بطور صدقہ کے دے تو ایسے ہبہ کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ بعض اوقات مالدار آدمی کو بھی محض خوشنودی خدا کے لیے صدقہ دیا جاتا ہے وہ اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی محتاج کو کوئی چیز ہبہ کرے اور صدقہ کا لفظ نہ کہے تو ایسے ہبہ کو منسوخ کرنا اسکو جائز نہیں ہے۔ [۱]

کوئی ہبہ بہ نیت ثواب کیا گیا ہو صدقہ ہے اور منسوخ نہیں ہو سکتا۔ صدقہ ہر شخص کو دے سکتے ہیں خواہ امیر ہو خواہ غریب خواہ عزیز خواہ غیر۔ ہبہ اور صدقہ میں صرف مقصد یا غرض کے اعتبار سے فرق ہے یعنے ہبہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ طرفین میں خلوص و محبت زیادہ ہو یا اظہار تعظیم و توقیر منظور ہوتا ہے اور صدقہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ وہ خداوند عالم سے تقرب حاصل ہو، جیسا ہدایہ میں لکھا ہے کہ وہ جب خیرات دینا نذر کر لیا جاے تو صدقہ کا حکم رکھتا ہے اور صدقہ کے احکام اسمیں جاری ہوتے ہیں وہ صدقہ میں بھی ہبہ کی طرح قبضہ شرط ہے اور بے قبضہ کے صدقہ بھی صحیح نہیں ہے۔ اور نہ صدقہ اس چیز کا جائز ہے جو جزء غیر منقسم شے قابل الانقسام کا ہو۔ صدقہ کو پھیر لینا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ صدقہ سے غرض خوشنودی خدا ہے اور وہ حاصل ہوگئی

---

[۱] مشکاۃ المصابیح۔ فتاواے قاضی خان۔ شرایع الاسلام ۱۲ منہ

اگر کوئی شخص کسی متمول آدمی کو صدقہ دے تو احوط یہی ہے کہ اُسکا پھیر لینا بھی جائز نہین ہے اسواسطے کہ بعض اوقات امیر کو صدقہ دینے سے بھی خوشنودی خدا حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی غریب کو صدقہ دے تو اُسکو واپس لینا جائز نہین ہے کیونکہ اُس سے غرض خوشنودی خدا تھی اور وہ حاصل ہو گئی ؎

چوتھا باب

ہبہ بالعوض

فصل اول

ہبہ مین عوض دینے کی شرط خود ہبہ کے معاہدہ مین ہو سکتی ہے اور ہبہ[1] کے بعد بھی ہو سکتی ہے۔ اگر عوض ہبہ کرنے کے بعد دیا جاے تو یہ تصریح کر دینی چاہئیے

[1] دو ہبہ دو قسم کا ہے۔ ہبہ مطلق وغیر مشروط یعنے واہب اپنے مال کو مطلقاً اور بلا قید ہبہ کر دے۔ اس صورت مین شے موہوب پر قبضہ کرا دینا جواز ہبہ کی شرط ہے۔ یا ہبہ مشروط ہے۔ اسکی دو قسمین ہین اول ہبہ بشرط العوض جسمین کوئی شرط کر دی جاتی ہے یعنے واہب موہوب لہ کو کوئی چیز اس شرط سے ہبہ کرتا ہے کہ موہوب لہ اُسکو کوئی اور چیز دے۔ اس صورت مین بھی اقباض مال موہوب پر شرط ہے اور یہ بھی شرط ہے کہ مال موہوب کی تصریح کر دی جاے اور واہب کی دیگر جائداد سے علٹحدہ کر دیا جائے۔ مگر اس قسم کا ہبہ صرف اس ہبہ کے مشابہ ہے جسکا ابتدائی درجہ ہو اور اُس بیع کے مشابہ ہے جسکا آخری درجہ ہو یعنے معاوضہ لینے کے بعد جو بیع کا درجہ ہوتا ہے۔ لہذا ایسا ہبہ جسمین اقباض نہ ہوا ہو مانع ارث نہین ہو سکتا یعنے جتنے حقوق اس جائداد مثل قرضہ اور مہر اور وصیت وغیرہ کے ہون اُنکو ادا کرنے کے بعد احکام میراث اسمین جاری ہو سکتے ہین۔

دوم ہبہ بالعوض جسمین واہب موہوب لہ سے کہے کہ مین نے فلان چیز تجھکو فلان چیز کے عوض مین ہبہ کی مثلاً اس کپڑے یا اس غلام یا ہزار درہم کے عوض مین۔ اس قسم کا ہبہ دونون درجون کی بیع کے مشابہ بنابر قول مشہور کے ہے اور اسمین موہوب لہ کا قبضہ شرط نہین ہے ۱۲۔ میکناٹن صاحب کے اصول شرع محمدی صفحہ ۲۲۰ ۱۲ منہ

کہ یہ عوض اِس ہبہ کا دیا گیا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ عوض شے موہوب کا جزء نہ قرار دیا جائے۔ اگر عوض ہبہ کا جزء ہو تو ہبہ صحیح نہ ہوگا اور وہ عوض نہ ہوگا۔ لکن اگر شئے موہوب مین ایسا تغیر ہوگیا ہو کہ ہبہ منسوخ نہ ہوسکے تو اُسکا ایک جزء باقی کا عوض ہوسکتا ہے۔ اگر دو چیزین دو معاہدون مین علحدہ علحدہ ہبہ کیجائین تو اُن مین سے ایک چیز دوسرے کا عوض ہوسکتی ہے۔ ہبہ بالعوض کی یہ بھی شرط ہے کہ عوض واہب کو دیا جاوے۔ پس اگر واہب کو وہ عوض دوسرے شخص کو دے دینا پڑے تو وہ عوض نہ رہے گا اور وہ ہبہ منسوخ ہوسکتا ہے۔ لکن اگر ایک جزء اُس عوض کا ضائع یا گم ہوجائے تو مابقی کل ہبہ کا عوض ہوسکتا ہے۔

وو جب عوض ہبہ کے بعد دیا جاوے تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ وہ عوض ابتداء ہی سے ہبہ مین داخل ہے۔ پس اگر ہبہ جائز ہے تو وہ عوض بھی جائز ہے اور اگر ہبہ باطل ہے تو وہ عوض بھی باطل ہے۔ اُن دونون مین کچھ فرق نہین ہے سوائے اِسکے کہ عوض مین اختیار تنسیخ ساقط ہوجاتا ہے اور ہبہ مین اختیار تنسیخ باقی رہتا ہے اور جب عوض پر قبضہ ہوجائے تو اختیار تنسیخ ہبہ بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ پس کوئی فریق دوسرے سے اُس چیز کو پھیرنا نہین سکتا جس پر اُسکا قبضہ ہوچکا ہے خواہ عوض موہوب لہ نے دیا ہو خواہ اور کسی شخص نے اور خواہ موہوب لہ کے کہنے سے دیا گیا ہو خواہ بغیر اُسکے اذن کے۔ ہدایہ مین یہی لکھا ہے۔ ہبہ کے سب شرائط عوض پر صادق آتے ہین اور یہ معاملہ ابتداء سے انتہا تک اُس قسم کا معاہدہ نہین ہے جسکو معاوضہ یعنے ایک دوسرے کو عوض دینا کہتے ہین لہذا اِسمین حق شفعہ نہین ہے نہ شے موہوب کو یا اُسکے عوض کو واہب یا موہوب لہ اِس وجہ سے نامنظور کر سکتا ہے کہ اُس مین کوئی عیب یا نقص ہے۔

محیط سرخسی مین یہی لکھا ہے[له] ""۔

له یہ عبارت فتاوائے قاضی خان سے نقل کی گئی ہے۔ اور عبارت ذیل ہیلی صاحب نے فتاوائے عالمگیری سے نقل کی ہے۔

وو عوض دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو بعد ہبہ کے دیا جاوے اور ایک وہ جسکی شرط خود ہبہ مین کر لیجائے جو عوض ہبہ کے بعد دیا جاوے اُسمین دو امر غور طلب ہین۔ اوّل وہ شرائط جن شرائط سے عوض دینا جائز ہے اور دوسرا ہبہ پہلے ہبہ کا عوض ہوجاتا ہے۔ دوم نوعیت اور حقیقت اُس عوض کی۔ امر اوّل یعنے شرائط جواز عوض تین ہین۔ اوّل یہ کہ عوض بمقابلہ ہبہ اول ایسے صحیح و واضح الفاظ سے دیا جاوے جو صاف مقابلہ پر دلالت کرتے ہون یعنے مثلاً یہ کہا جاوے کہ وو یہ عوض یا بدل تیرے ہبہ کا ہے" یا وو مین نے یہ ہبہ تیرے ہبہ کے عوض مین کیا ہے" یا وو مین نے تجھپر مباح کیا یا تیرے لیے مقرر کیا" یا اسی مضمون کے اور فقرے کہے جائین۔ پس اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور موہوب لہٗ اُسپر قبضہ کرلے اور پھر اور کوئی چیز واہب کو ہبہ کرے اور یہ نہ کہے کہ تیرے ہبہ کے عوض مین مین نے یہ دیا ہے یا اُسی قسم کا اور کوئی فقرہ نہ کہے تو دوسرا ہبہ پہلے ہبہ کا عوض نہ ہوگا بلکہ ایک نیا ہبہ ہوگا اور فریقین کو اُسکے تنسیخ کا اختیار ہوگا۔ دوسری قسم کے ہبہ بالعوض مین چاہیے کہ جو عوض ہبہ کے معاہدہ مین قرار دیا جاوے وہ ایسی چیز نہ ہو جو خود اُس ہبہ کے ذریعہ سے موہوب لہٗ کے قبضہ مین آجاوے۔ پس اگر موہوب لہٗ ہبہ کے عوض مین ایک جزو شئے موہوب کا دے تو ہبہ صحیح نہ ہوگا اور وہ عوض عوض نہ ہوگا۔ لیکن اگر شئے موہوب مین ایسا تغیر ہوگیا ہو کہ مانع تنسیخ ہبہ ہو تو اُسکا ایک جزو باقی کا عوض ہوسکتا ہے۔ اور اگر دو چیزین دو معاہدون کے ذریعہ سے علحدہ علحدہ ہبہ کیجائین اور اُنمین سے ایک چیز دوسری چیز کے عوض کے طور پر واپس کیجاوے تو اس مسئلہ مین علماء نے اختلاف کیا ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ یہ عوض صحیح اور جائز ہوگا۔ اور اگر اُنمین سے ایک چیز بطور ہبہ کے اور دوسری چیز بطور صدقہ کے دی جائے اور صدقہ ہبہ کے عوض مین دیا جاوے تو سب علماء کے نزدیک یہ عوض ہوجائیگا۔ سوم یہ کہ عوض واہب کو حاصل ہوجانا چاہیئے۔ اگر عوض اُسکو نہ حاصل ہو یعنے مثلاً اگر واہب کا حق عوض مین اُس وقت پیدا ہوجاوے جبکہ وہ اُسکے قبضہ مین ہو تو وہ عوض نہ ہوگا۔ اور وہ اُس ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہے اگر شئے موہوب ابتک موجود ہو اور ضایع نہ ہوئی ہو اور اسمین کچھ ترقی یا اصلاح نہ ہوئی ہو یا کوئی ایسی بات نہ ہوئی ہو جو مانع تنسیخ ہبہ ہو۔ اگر وہ شے ضائع ہوگئی ہو یا اُسکو موہوب لہٗ نے برباد کردیا ہو تو وہ اسکا ذمہ دار اُس سے زیادہ نہ ہوگا جتنا اس وقت ہوتا

دوسری قسم کا عوض وہ ہے جسکی شرط ہبہ کے معاہدہ مین ہوجاے —
جب کوئی ہبہ بہ شرط عوض کیا جاے تو تمام شرائط ہبہ کے اس عوض سے ابتداء ہی
مین متعلق ہوجائین گے - پس عوض اُس چیز کے مشاع مین جائز نہین ہے جو تقسیم
ہوسکتی ہو - اور عوض مین ملک قبل اقباض نہین قائم ہوتا اور فریقین مین سے ہر ایک کو
اختیار ہے کہ قبضہ نکرائے مگر جب باہمی قبضہ ہوجاے تو وہ ہبہ بیع کے حکم مین
ہوجائیگا اور واہب اُس ہبہ کو نہین منسوخ کرسکتا نہ موہوب لہ اُسکے عوض کو
منسوخ کرسکتا ہے - اِس معاملہ سے حق شفعہ قائم ہوجاتا ہے اور اگر اُس
چیز مین جسپر قبضہ ہوا ہے کوئی عیب ہو تو فریقین اُسکو پھیر سکتے ہین - مگر مقتضے
قیاس یہی ہے کہ جب ہبہ بشرط عوض ہوا ہو تو ابتداء سے انتہا تک وہ بیع کے

مع جبکہ وہ شے عوض دینے کے پیشتر ہی ضایع و برباد ہوجاتی - اگر عوض کے ایک جزو پر کوئی حق ثابت
کردیا جاے تب بھی باقی کل ہبہ کا عوض ہوجائیگا - مگر موہوب لہ کو اختیار ہے کہ عوض مین سے جتنا
اُسکے پاس رہ گیا ہو اُسکو واپس کرکے کل ہبہ کو منسوخ کرے اگر شے موہوب ابتک موجود ہو اور اُسکے عین
مین کوئی افزونی نہ ہوئی ہو اور اُسکی ملک سے نہ نکل گئی ہو - شے موہوب کا محفوظ ہونا بھی ایک شرط
ہبہ بالعوض کی ہے - پس اُسمین اگر کوئی حق ثابت ہوجاے تو اصل ہبہ کے بموجب موہوب لہ اُس عوض کو
منسوخ کرسکتا ہے اور اگر نصف شے موہوب مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو نصف عوض منسوخ
کرسکتا ہے جب وہ شے قابل الانقسام ہو - اِس سے کچھ غرض نہین ہے کہ خود اُس عوض کے عین
یا قیمت مین زیادتی ہوئی ہے یا کمی موہوب لہ نصف زیادتی یا کمی پائیگا - یہ اُس صورت مین ہوگا
جبکہ شے موہوب یا عوض ایسی چیز ہو جو تقسیم یا تجزیہ نہ ہوسکے اور اُسکے ایک جزو مین کوئی حق ثابت
ہوجاے - لیکن جب وہ قابل الانقسام ہو اور اُسکے ایک جزو مین کوئی حق ثابت ہوجاے تو وہ عوض باطل
ہوجائیگا اور اسی طرح سے وہ ہبہ بھی باطل ہوجائیگا اگر اُسمین کوئی حق ثابت کردیا جاے اور جب
عوض باطل ہوجائے تو ہبہ منسوخ ہوسکتا ہے اور جب ہبہ باطل ہو تو عوض منسوخ ہوسکتا ہے
بیلی صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۵۴۲ ۱۲ منہ -

حکم مین ہوگا۔ فتاوائے قاضی خان مین یہی لکھا ہے جب کوئی شخص دو آدمیون کو
ایک مکان بہ شرط عوض ہبہ کرے یعنے مثلاً ہزار درہم اُسکا عوض قرار دے تو
باہمی قبضہ کے بعد یہ معاملہ بیع صالح ہوجاتا ہے۔ کنایہ مین یہی لکھا ہے ،،۔

"اگر کوئی شخص کل ہبہ کا عوض دے تو وہ مانع تنسیخ ہبہ ہوگا چاہے اُس عوض
کی مقدار جو کچھ ہو۔ اگر عوض شے موہوب کے ایک جزر کا دیا گیا ہو تو جس جزء کا عوض
نہین دیا گیا ہے اُسکا ہبہ منسوخ ہوسکتا ہے مگر اُس جزو کا ہبہ نہین منسوخ ہوسکتا جسکا
عوض دیا گیا ہے۔ شرح طحطاوی مین یہی لکھا ہے۔ کسی غیر آدمی کا عوض دینا جائز ہے
خواہ موہوب لہ کی اجازت سے دے خواہ اُسکی بلا اجازت۔ اور جس غیر آدمی نے
وہ عوض دیا ہے وہ موہوب لہٗ پر دعوے نہین کرسکتا خواہ اسکے حکم سے دیا ہو خواہ بغیر
اُسکے حکم کے دیا ہو الا اینکہ موہوب لہٗ نے یہ کہدیا ہو کہ "فلان شخص کو میری طرف سے
عوض دیدو مین اُسکا ذمہ دار ہون" ،، یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ وہ کہے کہ "اپنا یہ غلام میری
طرف سے فلان شخص کو دیدو" ،، اِس صورت مین وہ شخص جسکو یہ حکم دیا گیا ہے اُس
شخص پر کچھ دعوے نہین کرسکتا جسنے یہ حکم دیا ہے تاوقتیکہ اُسنے یہ نہ کہا ہو کہ "میری
ذمہ داری پر دیدو" ،،۔ ایسی صورتون مین عام اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کے عین کا
مطالبہ کسی شخص پر ہوسکے اور اُسپر قرض ہو تو اُسکا دوسرے شخص سے یہ کہدینا کہ یہ
دیدو اُسکا باعث ہے کہ خود اُس شخص پر دعوے ہوسکتا ہے بے اِسکے کہ اُسنے
اپنی ذمہ داری کی شرط کرلی ہو اور جب کسی چیز کے عین کا مطالبہ کسی شخص پر
نہ ہوسکتا ہو اور اُسپر قرض نہ ہو تو اُسکا دوسرے شخص سے یہ کہدینا کہ یہ دیدو اُسکا باعث
نہین ہوسکتا کہ خود اُسپر دعوے ہوسکے تاوقتیکہ اُسکی ذمہ داری اُسکے دینے کی
شرط نہ ہوگئی ہو۔ جیسا فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے ،،۔

اگر کسی نابالغ لڑکے کا باپ اُس لڑکے کی جائداد کسی شخص کو ہبہ کرکے

اُس سے کچھ عوض لے لے تو واہب جب چاہے اُس ہبہ کو منسوخ کر سکتا ہے اور موہوب لہ جب چاہے اُس عوض کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی شخص کوئی چیز کسی نابالغ کو ہبہ کرے اور اُس نابالغ کا باپ اُسکی جائداد مین سے اُسکو کچھ عوض دے تو وہ عوض ناجائز ہوگا اگرچہ ہبہ بہ شرط عوض کیا گیا ہو جب کوئی شخص ایسی بیماری کی حالت مین جو آخر الامر اُسکی موت کا باعث ہو ہزار درہم کی جائداد کسی کو ہبہ کرے اور اُسکے سوا اور کوئی جائداد نہ رکھتا ہو اور موہوب لہ اُسکو کچھ عوض دے اور واہب اُسپر قبضہ کرنے کے بعد مر جائے اور وہ عوض مرنے کے وقت اِسی کے قبضہ مین ہو پس اگر وہ عوض مال موہوب کے دو ثلث یا اِس سے زیادہ کے برابر ہو تو وہ ہبہ صحیح ہوگا لیکن اگر وہ عوض اِس مال کی دو ثلث قیمت سے کم ہو تو اُسکے ورثا اِسکے مستحق ہونگے کہ مال موہوب کے دو ثلث اور اُس عوض کی قیمت واقعی مین جو تفاوت ہو اُسکو موہوب لہ سے وصول کرین مثلاً اگر عوض صرف ۵۰۰ درہم قیمت کا ہو تو واہب کے ورثہ ہزار درہم کا ایک سدس موہوب لہ سے پھیر لینے کے مستحق ہونگے اگرچہ عوض کی شرط اصل ہبہ مین ہو گئی ہو۔ مگر موہوب لہ اگر چاہے تو کل مال موہوب کو واپس کر کے اپنا عوض مشترد کر سکتا ہے یا مال موہوب کا ایک سدس واپس کر کے مابقی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

امثلہ ذیل جو فتاواے قاضی خان سے نقل کی گئی ہین فائدہ سے خالی نہین ہین

(۱) جب کوئی چیز ہبہ مین بطور عوض کے دیجائے تو وہ ہبہ منسوخ نہین ہو سکتا۔ اور نہ عوض کا ہبہ منسوخ ہو سکتا ہے۔ مگر یہ صاف معلوم ہونا چاہیے کہ وہ عوض ہبہ کے مبادلہ مین دیا گیا تھا۔

(۲) موہوب لہ کے سوا اور شخص بھی موہوب لہ کی اجازت سے

یا بغیر اُسکی اجازت کے ہبہ کا عوض دے سکتا ہے اور اِس صورت مین واہب کا حق تنسیخ ہبہ زائل ہوجاتا ہے بشرطیکہ اُسنے وہ عوض قبول کرلیا ہو۔

(۵) اگر موہوب لہٗ کے سوا ے اور کسی شخص نے عوض دیا ہو تو وہ اُسکو منسوخ کرسکتا ہے الا اینکہ موہوب لہ نے اُس شخص سے اقرار کرلیا ہو کہ وہ عوض اُسکو واپس کیا جائیگا۔

(۶) اگر واہب اُس چیز مین جو بطور عوض کے دی گئی ہے کوئی عیب دیکھے تو بھی ہبہ کو منسوخ نہین کرسکتا۔

(۷) جب کوئی چیز دو شخصون کو ہبہ کیجاے اور اُنمین سے ایک شخص اُس حصہ کا عوض دے دے جو اُسکو ملا ہے تو واہب دوسرے حصہ کے ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔

(۸) اگر کوئی چیز کسی نابالغ کو ہبہ کیجاے اور اُسکا باپ یا باپ کا وصی اُسکی جائداد مین سے اُس ہبہ کا عوض دیدے تو ایسا عوض دیدینا نہین جائز ہے لہذا واہب اُس ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہے۔

(۹) اگر کوئی شخص عوض کا دعوے کرکے اُسکو واپس کرلے تو واہب ہبہ کو منسوخ کرسکتا ہے لکن اگر اُسنے صرف ایک جزءِ عوض کا واپس کرلیا ہو اور باقی واہب کے پاس رہا ہو تو واہب اُس ہبہ کو نہین منسوخ کرسکتا اسواسطے کہ کیسے ہی قلیل عوض سے بھی اختیار تنسیخ ہبہ زائل ہوجاتا ہے۔

(۱۰) اگر شے موہوب کو اور کوئی شخص جو شرعاً اُسکا مستحق ہو لے لے تو موہوب لہٗ کل عوض کو واپس لے سکتا ہے لکن اگر وہ شخص جو شرعاً ذی حق ہو صرف ایک جزء اُس عوض کا لے لے تو موہوب لہٗ صرف اُسی قدر جزء واپس لے سکتا ہے۔

(۱) اگر موہوب لہ شے موہوب کو اور کسی چیز سے بدل کرکے اُسکو بطور عوض کے دے تو ایسا عوض جائز ہوگا۔ اگر کوئی شخص ہزار درہم زید کو ہبہ کرے اور زید اُنمین سے ایک درہم اُسکا عوض دے تو ہمارے نزدیک ایسا عوض درست نہین ہے گو امام زفر نے اِسمین اختلاف کیا ہے۔

(۲) اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کرے اور وہ مسلمان کوئی ایسی چیز جو شرعاً حرام ہو اُسکے عوض مین دے تو ایسا عوض شرعاً درست نہین ہے۔

(۳) جب کوئی نابالغ کسی کو کوئی چیز ہبہ کرے اور موہوب لہ اُسکا عوض دے تو وہ ہبہ باطل اور غیر موثر ہے اور وہ عوض اس نابالغ کا مال نہ ہوگا۔

(۴) ہبہ بالعوض اپنے تمام اوصاف شرعی کے اعتبار سے بیع ہے بیع مین جواز معاہدہ کے لیے مقابضت شرط نہین ہے اور جن الفاظ سے اس قسم کا معاہدہ کیا جاتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو چیزین ایک دوسرے کے عوض مین دی گئی ہین وہ موجود ہین اور اُسکا اندیشہ نہین ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے فریب سے نقصان اُٹھائیگا۔ (۵) مین نے یہ چیز تجھکو فلان چیز کے عوض مین دی (۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوض موجود ہے اور وہ شخص پہلے اُسکو لے لیگا تب اپنا مال دے گا۔ لہذا ہبہ بالعوض شرط اور اثر دونون کے لحاظ سے شرعاً بیع کے حکم مین رکھا گیا ہے (۷)

(۸) فرض کیجیے کہ کوئی شخص ہبہ ایسے الفاظ سے کرے جنکا مفہوم یہ ہو کہ مین نے اپنی کل جائداد کا حق ملکیت فلان شخص سے کچھ عوض لیکر اُسکو بخشدیا۔ تو یہ ہبہ بالعوض نہین ہے۔ بلکہ شرط اور اثر دونون کے لحاظ سے یہ ایک معاہدہ انتقال یا بیع ہے (۱)

(۱) ایکٹ انتقال جائداد مین بیع کی یہ تعریف لکھی ہے کہ (بیع انتقال ملکیت ہے بعوض زر ثمن کے جو دیدیا گیا ہو یا جسکا اقرار کیا گیا ہو یا جسکا ایک جزو دیدیا گیا ہو اور ایک جزو کا وعدہ کیا ہو) ۱۲ منہ

ایسی صورت مین اقباض کو شرط نہین قرار دیا ہے ۱؎

ہبہ بشرط العوض ایک ورہی قسم کا معاہدہ ہے۔ ایسے ہبہ مین جو الفاظ کہے جاتے ہین وہ جملۂ شرطیہ ہوتا ہے۔ مثلاً ۲؎ مین نے تجھکو یہ چیز اس شرط سے دی کہ تو مجھکو فلان چیز دے ۱؎۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس معاہدہ کا نفاذ ایک شرط کی تعمیل پر موقوف ہے اور وہ شرط عوض دیدینا اور اُسپر قبضہ کرادینا ہے۔ ورنہ اگر بغیر ایسی شرط کے یہ معاہدہ جائز اور واجب العمل ہوتا تو ممکن ہے کہ عوض نہ دیا جاتا اور عوض نہ دینے کی وجہ سے یہ معاہدہ فاسد ہوجاتا۔ ایسے معاہدہ کو بیع کے حکم مین لکھا ہے یعنے بعد متقابضت باہمی یہ بیع کا اثر پیدا کرتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ مین نے اپنی کل جائداد کا حق ملکیت فلان شخص کو اس شرط سے ہبہ کیا اور بخش دیا کہ وہ مجھکو کوئی چیز اُسکے عوض مین دے اور موہوب لہٗ اس شرط کو قبول کرلے تو یہ ہبہ بشرط العوض ہوگا۔ اور اصطلاحاً شرط کے لحاظ سے ہبہ اور اثر کے اعتبار سے بیع سمجھا جائیگا۔ ایسے ہبہ کے جواز کو اقباض شرط ہے اور یہ ہبہ منعقد نہین ہوسکتا تا وقتیکہ فریقین ایک دوسرے کا قبضہ نہ کرادین بلکہ مال موہوب واہب کے اختیار مین حسب دستور رہتا ہے۔ اور اُسکو اختیار ہے کہ بعد ازان جو فعل چاہے اُس جائداد کے ساتھ کرے۔

امثلۂ ذیل سے جو شرح چلپی اور اور کتب معتبرہ سے نقل کی گئی ہین ان اصول کی اور زیادہ توضیح ہوجائیگی۔

۲؎ مین نے تجھکو یہ غلام تیرے اس کپڑے یا ہزار درہم کے عوض مین دیا ۱؎ اور اس ایجاب کو مخاطب قبول کرلے تو شرط اور اثر دونون کے لحاظ سے یہ ہبہ بالعوض ہے۔ شرح وقایہ مین بھی لکھا ہے۔ عقد بیع ایک چیز کا حق دوسرے چیز کے عوض مین دینے سے منعقد ہوتا ہے ۳؎ ہدایہ مین بھی لکھا ہے کہ یہ الفاظ کہ

"یہ مین نے تجھکو یہ چیز اُس چیز کے عوض دی یا اُسکو لیکر اُسکے عوض مین اُتار دے" یہی معنی رکھتے ہین جو یہ الفاظ رکھتے ہین کہ "مین نے یہ چیز تیرے ہاتھ بیچی یا تجھ سے مول لی" وقایہ مین بھی یہی لکھا ہے "جب یہ امور واقع ہون تو بیع کامل ہے۔ ان امور سے مراد ایجاب و قبول ہے اور جب ایجاب و قبول ہو گیا ہو تو بیع کی پابندی فرض ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اقباض شرط نہین ہے مگر جب ایجاب و قبول نہ ہوا ہو تو بیع کی پابندی فرض نہین ہے۔ وقایہ مین لکھا ہے کہ ہبہ مشروط کے لحاظ سے ہبہ ہے لہذا اقباض ضرور ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ باعتبار اثر کے ایسا ہبہ بیع ہے۔ شرح وقایہ مین ہبۂ مشروط کی تعریف یہ لکھی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ "مین تمکو یہ چیز اس شرط سے دیتا ہون کہ تم مجھکو وہ چیز دو" ہدایہ مین یہ بھی لکھا ہے کہ ہبۂ مشروط کی سب صورتون مین باہمی متقابضت اُن اشیاء پر جنکا مبادلہ کیا گیا ہے ضرور ہے"

بقائی مین امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "یہ چیز اگر تمھارا جی چاہے تو لے لو" اور وہ شخص جواب دے کہ "میرا جی چاہتا ہے۔ یا مین نے اُسکو قبول کیا" تو یہ شرط صحیح ہے۔ اسی طرح سے امام محمد سے منقول ہے کہ اگر درخت خرما مین خرما لگنا شروع ہوا ہو اور اس درخت کا مالک کسی شخص سے کہے کہ "یہ خرمے تیرے ہین اگر یہ پک جائین" یا جب "وہ کل ہو گا" تو یہ ہبہ درست ہے لکن اگر وہ کہے کہ "یہ خرمے تیرے ہو جائینگے اگر زید اپنے مکان مین داخل ہو گا" تو ہبہ ناجائز ہو گا۔

اگر ہبہ اس شرط سے کیا جاوے کہ موہوب لہ کو اختیار ہے کہ تین روز کے اندر

۱ے میکناٹن صاحب کے اصول و نظائر شرع محمدی صفحہ ۲۲۹ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

اُسکو منظور یا نامنظور کرے تو ایسا ہبہ صحیح ہے اگر قبول فریقین کے جدا ہونے کے پیشتر ہو گیا ہو لیکن اگر اُنکے جدا ہونے کے بعد تک قبول نہ ہوا ہو تو ہبہ ناجائز ہے اور جب ہبہ اِس شرط سے کیا جاے کہ واہب کو تین روز کے اندر اُسکے منسوخ کرنے کا اختیار رہیگا تو ہبہ جائز ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ اسواسطے کہ ہبہ معاہدہ واجب العمل نہین ہے لہذا ایسی شرط کرنے کا اختیار اُسمین نہین ہے۔ جب کوئی شخص کسی سے کہے کہ دو مین نے تجھکو اپنے حق سے بری الذمہ کیا بشرطیکہ مجھکو اختیار باقی رہے ،، تو یہ ابراء شرعاً جائز ہے مگر یہ شرط باطل ہے۔

دو ایک شخص کے کسی پر ہزار درہم آتے ہین اور وہ اُس سے کہے کہ دو جب کل ہوگا تو یہ ہزار درہم تیرے ہو جائینگے ،، یا جب تو نصف اِس مال کا ادا کردے گا تو دوسرا نصف تجھکو معاف کردیا جائیگا یا دوسرا نصف تیرا مال ہو جائیگا ،، تو ایسا ہبہ باطل ہے، لیکن اگر وہ یہ کہے کہ دو مین نے تجھکو اِس شرط سے بری کیا کہ تو اپنے غلام کو آزاد کردے یا یہ کہے کہ دو تو بری کیا گیا بشرطیکہ تو اپنے غلام کو اِس وجہ سے آزاد کردے کہ مین نے تجھکو بری کردیا ہے ،، اور وہ کہے کہ دو مین نے قبول کیا ،، یا مین نے اُسکو آزاد کیا۔ تو وہ اُس قرضہ سے بری ہو جائیگا ،،۔

دو ہمارے سب علماء کا اتفاق ہے کہ جب ہبہ کیا جاے اور اُسمین کوئی شرط مبطل ہبہ کرلیجاے تو ہبہ جائز ہوگا مگر وہ شرط باطل ہوگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو کوئی چیز اِس شرط سے ہبہ کرے کہ وہ اُسکو فروخت نہ کرے تو ہبہ صحیح ہوگا مگر شرط باطل ہوگی۔ سراج الوہاج۔ جن معاہدات مین قبضہ شرط ہے جیسے ہبہ یا رہن اُنمین عام قاعدہ یہ ہے کہ جب ایسی شرط کی گئی ہو جو معاہدہ کی مطلق و ناطق ہونے کی منافی ہو تو اُس شرط سے وہ معاہدہ نہ باطل ہو جائیگا بلکہ خود وہ شرط ساقط ہو جائیگی۔ سراج الوہاج۔

نکاح کسی شرط پر نہین موقوف ہو سکتا۔ مثلاً اگر کوئی عورت اپنے بیمار شوہر سے

کہے کہ اگر تو اِس بیماری سے مرجائیگا تو میرے مہر سے بری الذمہ رہیگا۔ یا میرا مہر تیرے لیے صدقہ ہو جائیگا تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ ایک شرط پر موقوف ہے۔ ظہیریہ مین یہی لکھا ہے اگر کوئی بیمار عورت اپنے شوہر سے کہے کہ اگر مین اِس بیماری سے مرجاؤن تو میرا مہر تیرے لیے صدقہ ہے یا تو میرے مہر سے بری ہے اور وہ اُس بیماری سے مرجاے تو یہ ہبہ باطل ہے اور اُسکا مہر اُسکے شوہر پر واجب الادا رہیگا۔ خزانۃ المفتیین مین یہی لکھا ہے۔ جب کوئی عورت چاہے کہ میرا خاوند جسنے مجھے طلاق دیدیا ہے مجھ سے پھر نکاح کر لے اور اُسکا شوہر کہے کہ مین تجھ سے نکاح نہ کرونگا تاوقتیکہ تو اپنے دین کو جو مجھپر ہے معاف نہ کردیگی اور وہ اُسکو اپنا مہر اِس شرط سے معاف کرے کہ وہ اُس سے دوبارا عقد کریگا۔ تو اِس صورت مین مہر شوہر پر دین رہیگا خواہ وہ اُس عورت سے دوبارا عقد کرے خواہ نہ کرے اسواسطے کہ اُس عورت نے اُس مال کو جو اُسکا حق تھا عقد کے ساتھ مبادلہ کر لیا اور عقد نکاح مین زوجہ پر مبادلہ دینا فرض نہین ہے۔ فتاواے قاضی خان۔ اگر کوئی شخص اپنے قرضدار سے کہے کہ اگر تو میرا قرضہ اُسوقت تک نہ ادا کرے جبتک کہ تو مرجاے تو بری الذمہ ہو جائیگا۔ تو یہ باطل ہے بحرالرائق۔ لکن اگر وہ کہے کہ جب مین مرجاؤن گا تو بری الذمہ ہو جائے گا۔ تو یہ جائز ہے۔ فتاواے قاضی خان۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ اگر مین مرجاؤن گا تو اس قرضہ سے بری ہو جائے گا۔ تو ابرا نہ ہوگا کیونکہ یہ مشروط ہے۔ اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ اگر تو اِس مکان کے اندر چلا آئے تو اُس قرضہ سے بری ہے جو میرا تجھپر ہے۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو قرضہ اسلیے معاف کردے کہ اُسکا کوئی اہم معاملہ سلطان سے اُسنے طے کیا ہو تو وہ اُس قرضہ سے بری نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک قسم کی رشوت ہے۔ کنایہ مین یہی لکھا ہے ۔

فصل دوم

قرضہ ہبہ کر دینا

فتاواے عالمگیری جلد ۴ صفحہ ۵۳۵ کتاب الھبہ مین لکھا ہے کہ (۱) قرضدار کو قرضہ ہبہ کر دینا شرعاً اور قیاساً دونون طرح سے جائز ہے۔ اور سواے قرضدار کے اور کسی شخص کو قرضہ ہبہ کرنا شرعاً اُس وقت جائز ہے جبکہ اُسکو اُسپر قبضہ کر لینے کی اجازت دی گئی ہو۔ تاتارخانیہ مین یہی لکھا ہے ۱۲

(۲) قرضدار کو قرضہ ہبہ کر دینا ابراء ہے اور بغیر قبول کے ہبہ مکمل ہے۔ لکن اگر قرضدار اُسکو قبول نہ کرے تو وہ ہبہ نافذ نہ ہوگا۔ سب مشائخ کے نزدیک قول مختار یہی ہے جیسا جواہر الاخلاطی مین لکھا ہے۔ یہ اصول اُس صورت مین جاری ہو سکتا ہے جبکہ قرضہ نقد نہ ہو۔ اگر قرضہ نقد ہو تو جواز ہبہ قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اگر وہ اُسکو قبول کرلے تو بری الذمہ ہو جائیگا۔ اگر نہ قبول کرے تو مشغول الذمہ رہیگا۔ یہ کیفیت اور قرضون کی نہین ہے جو بہر کیف ادا ہو جاتے ہین خواہ قرضدار اُس ابرار کو قبول کرے خواہ نہ کرے۔ مگر ان قرضون کا ہبہ بھی نامنظور ہو سکتا ہے ۱۲

(۳) ضامن کو ہبہ کرنے یا قرضہ معاف کر دینے کے باب مین یہ اصول ہے۔ کہ اُسکو قرضہ ہبہ کرنا جائز نہین ہے بے اِسکے کہ وہ قبول کرلے اور اگر وہ قبول نہ کرے تو ہبہ منسوخ ہو جائیگا۔ مگر ابرار بے قبول کے جائز ہے اور قبول نہ کرنے سے منسوخ نہو جائیگا

(۴) اگر قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا جاے اور وہ اُس ہبہ کو نامنظور کرنے سے پیشتر مر جاے تو بھی وہ اُس قرضہ سے بری ہو جائیگا۔ اسی طرح سے اگر قرضدار کے مرنیکے بعد قرضہ ہبہ کیا جاے یا قرضہ سے ابراء کیا جاے تو جائز ہے۔ مگر اُسکے ورثہ اُسکو نامنظور کر سکتے ہین پس اِس صورت مین قرضہ ادا کیا جائیگا۔ امام ابو یوسف کا یہی قول ہے۔ امام محمدؒ نے اُنسے اختلاف کرکے فرمایا ہے کہ اِس صورت مین کوئی قرضہ واری نہ باقی رہیگی۔ ذخیرہ مین یہی لکھا ہے ۱۲۔

(۵) اگر قرضخواہ قرضدار کو بری کر دے اور قرضدار قبول کرلے تو وہ اور ضامن

دونون بری ہو جائین گے۔ لکن اگر قرضدار قبول نہ کرے تو نہ وہ بری ہوگا اور نہ ضامن بری ہوگا۔ خلاصہ مین یہی لکھا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص دوسرے کا قرضدار مرجاوے اور قرضخواہ قرضدار کے ورثہ کو اپنا قرضہ ہبہ کردے تو جائز ہے۔ فتاواے قاضی خان (۱)۔

(۳) اگر بعض ورثہ کو قرضہ ہبہ کیا ہو تو سب ورثہ اُس سے منتفع ہونگے (۴) (۵) اگر قرضخواہ کے ورثہ مین سے ایک وارث اپنا حصہ قرضہ قبل تقسیم ترکہ قرضدار کو ہبہ کردے اور متوفی کے متروکہ مین روپیہ اور اسباب دونون ہون تو ایسا ہبہ شرعاً باطل ہے۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا قول ہے کہ جب قرضخواہ کوئی ایسی جائداد ہبہ کرے جو قابل تقسیم نہ ہو تو ہبہ جائز ہے خواہ قرضدار کے وارث کو خواہ اور کسی شخص کو کیا گیا ہو۔ لکن جب وہ جائداد قابل تقسیم ہو تو ہبہ جائز نہین ہے کفایہ مین یہی لکھا ہے (۱)۔

(۶) جب قرضہ جائز طور سے قرضدار کو ہبہ کیا جاے تو وہ اسکا مستحق ہے کہ جو مال اُسکا اُس قرضہ کے بابت قرضخواہ کے پاس مکفول ہو اُسکو واپس کرے۔ تاتارخانیہ مین یہی لکھا ہے۔

(۷) جب کوئی قرضخواہ قرضہ قرضدار کو ہبہ کردے اور قرضدار اُس جلسہ مین اُس ہبہ کو نہ قبول کرے نہ نامنظور کرے اور چند روز کے بعد اُس ہبہ کو نامنظور کرے تو اُس مسئلہ مین کچھ اختلاف ہے۔ مگر قول صحیح یہی ہے کہ وہ ہبہ منسوخ نہ ہوگا (۱)۔

(۸) جب دو شخصون کا قرضہ ہو اور اُنمین سے ایک اپنا حصہ قرضدار کو ہبہ کردے تو ایسا ہبہ درست ہے۔ جب قرضدار کچھ جائداد قرضخواہ کو ہبہ کرے تو قرضخواہ بذریعہ ہبہ کے اُس جائداد کا مالک ہو جائیگا نہ بذریعہ قرضہ کے (۱)۔

---

(۱) فتاواے عالمگیری مین تاتارخانیہ سے عبارت ذیل نقل کی ہے۔ قرضخواہ کے پسر نابالغ کو قرضہ ہبہ کرنا شرعاً نہین جائز ہے اس قول کی سند کچھ نہین ہے اور یہ ایسی دلیل پر مبنی ہے جو نہین پائی جاتی یعنی قبضہ کرنیکے قابل ہونا یہ قول اور کسی کتاب مین نہین لکھا ہے اور مجمع الانہار مین اسکی صحت مین کلام کیا ہے ۱۲ منہ

"اگر کوئی شخص قرضدار سے کہے کہ "جب کل کا دن آئیگا یا جب تو مر جائیگا یا مین مرجاؤنگا تو قرضہ سے بری ہو جائیگا"۔ ایسا ہبہ ناجائز ہے ۱۔

"لیکن اگر کسی شرط سے ہبہ کیا جاے اور اُس شرط کی تعمیل فوراً کر دیجائے تو ایسا ہبہ ناجائز نہین ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ "اگر تو میرا قرضدار ہے تو مین تجھکو اُس سے بری کرتا ہون" تو ایسا ہبہ جائز ہوگا اگر وہ قرضہ اُس وقت موجود ہو۔ اسی طرح اگر وہ کہے کہ جب مین مرجاؤنگا تو میرے قرضہ سے بری ہوجائیگا تو ایسا ہبہ بھی جائز ہے اور یہ ہبہ بطور وصیت نافذ ہوگا۔ جیسا فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے۔

جب قرضہ قرضدار کو ہبہ کیا جاے اور وہ اُس سے بری کردیا جاے تو ایسے ہبہ یا ابراء مین قبول شرط نہین ہے۔ کیونکہ قرضہ معاف کر دینا بمنزلہ اُسکے منسوخ کرنیکے ہے لہذا موہوب لہ کا قبول اور قبضہ کرنا کچھ ضرور نہین ہے۔

قرضدار کے سواے دوسرے شخص کو قرضہ ہبہ کرنا حالات ذیل مین جائز ہے۔

(۱) جب ہبہ بطور حوالہ کیا جاے یعنے جس شخص کو قرضہ ہبہ کیا ہے وہ قرضخواہ کا کارندہ یا مختار قرار دیا جائے۔

(۲) جب قرضہ ازروے وصیت ہبہ کیا جائے۔

(۳) جب موہوب لہ قرضہ وصول کرنے کے قابل کر دیا جائے۔

مبادلہ کی شرط جائز ہے بشرطیکہ جس چیز کا مبادلہ کیا ہے وہ معلوم ہو مجہول نہ ہو۔

اگر کوئی عورت اپنے شوہر پر مہر کسی شرط سے معاف کردے اور بعد ازان شوہر اُس شرط کے خلاف ورزی کرے تو وہ مشغول الذمہ رہیگا اور دین مہر اُس پر باقی رہے گا۔ مثلاً اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ "مین اپنا مہر اس شرط سے معاف کرتی ہون کہ تم دوسری عورت سے نکاح نہ کرنا" اور شوہر اُس

---

۱ ہدایہ باب ۳ صفحہ ۲۰۹-۲۴-۱۲ منہ ۲ ہدایہ باب ۲ صفحہ ۶۰۶-۱۲ منہ ۳ رد المحتار باب ۴ صفحہ ۷۷۹-۱۲ منہ

ابراء کو قبول کرنے کے بعد دوسرا نکاح کرے تو وہ پہلی زوجہ کے مہر کا ذمہ دار رہے گا۔

اگر کوئی شخص اپنے قرضدار سے کہے کہ اگر مین اپنا قرضہ تجھ سے اپنی وفات تک نہ طلب کرون تو وہ تیرا ہو جائیگا تو یہ ناجائز ہے۔

قرضہ کا ہبہ واپس نہین ہو سکتا اگر قرضدار نے ایک مرتبہ اُس سے ابراء قبول کر لیا ہو۔

جب دو قرضخواہ ہون اور ایک قرضدار ہو تو اُنمین سے ہر ایک قرضخواہ اپنا حصہ قرضدار کو معاف کر سکتا ہے یا فقہاے اسلام کے اصطلاح کے موافق یہ کہیے کہ اُس قرضہ مین جو اُسکا حصہ ہے اُسکو قرضدار کو ہبہ کر سکتا ہے۔

باپ بحالت صحت نفس و ثبات عقل اپنی ساری جائداد اپنی اولاد مین سے کسی کو ہبہ کر سکتا ہے۔ ایسا کرنا گناہ ہے لکن اگر ایسا ہبہ دیگر وجوہ سے باطل نہ ہو تو شرعاً جائز ہے[۱]۔

جب اس مکان کو ہبہ کرے جسمین وہ خود رہتا ہو یا جسمین اسکا اسباب رکھا ہو تو ایسا ہبہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور فتوے اُنھین کے قول کے موافق[۲] ہے۔

---

[۱] فتاواے قاضی خان ۱۲امنہ [۲] در المختار ۔ اور میکناٹن صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۲۲۷-۱۲امنہ [۳]

اس مسئلہ پر شرح وقایہ مین لکھا ہے کہ وہ اگر باپ کوئی چیز اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے تو اُس ہبہ کی وجہ سے پسر نابالغ اُس چیز کا مالک ہو جائیگا۔ یہی حکم اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ مان کوئی چیز اپنے پسر نابالغ کو ہبہ کرے جسکو وہ پرورش کرتی ہو اور جسکا باپ مرگیا ہو اور جسکا اور کوئی ولی نہ مقرر ہوا ہو۔ اور یہی حکم اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی اور شخص ایسے ہی حالات مین کوئی چیز اُس نابالغ کو ہبہ کرے جسکی پرورش وہ کرتا ہو۔ اگر کوئی غیر شخص کوئی چیز کسی نابالغ کو ہبہ کرے تو اُس نابالغ کے باپ کے قبضہ کر لینے سے مص

اگر باپ اپنے پسر نابالغ کے لیے خاص کر اس نیت سے کپڑے بنوائے کہ یہ کپڑے اسی کے ہین تو دوسرے شخص کو وہ کپڑے نہین دے سکتا۔

جب شوہر نے جبرًا یا مغالطہ دہی کرکے زوجہ سے مہر معاف کروالیا ہو تو ایسا ہبہ ناجائز[۱] ہے یعنے جب شوہر جبر سے یا غلط بیانی کرکے زوجہ سے مہر معاف کروالے تو ایسی معافی یا ابراء جائز نہین[۲] ہے۔

بحر الرائق مین لکھا ہے کہ جس شخص کا قرضہ کسی پر آتا ہو اُسکو شرعًا جائز ہے کہ وہ قرضہ اُس شخص کو ہبہ کردے جو اُسکا قرضدار نہو اور موہوب لہ سے کہدے کہ اُس قرضہ کو وصول کرلے اور اپنے مصرف مین لائے ایسا ہبہ شرعًا جائز ہے۔ اسی اصول کا نتیجہ فتاوائے قاضی خان مین یہ لکھا ہے کہ وہ عورت اپنا دین مہر اپنی نابالغ اولاد پر منتقل کرسکتی ہے اور بعد بلوغ وہ لڑکا باپ پر اپنی مان کے مہر کا دعوے کرسکتا ہے۔ اسی طرح سے شوہردار عورت کو اختیار ہے کہ اپنا مہر شوہر کو دے کر اسکے عوض مین اور کوئی چیز لے لے[۳] اس ملک مین یہ دستور ہے کہ جب شوہر کوئی جائداد اپنی زوجہ کو اُسکے مہر کے عوض مین دیتا ہے تو اُسکو بیع مُقاسات کہتے ہین۔

مفقود وہ ہبہ کامل ہو جائیگا۔ اگر کوئی شخص کوئی چیز یتیم کو ہبہ کرے اور اُسکی طرف سے اُسکا ولی اُس چیز پر قبضہ کرلے اور وہ ولی یا اُسکے باپ کا مقرر کردہ ہو یا اُسکا دادا ہو تو یہ ہبہ جائز ہوگا۔ اگر کوئی بن باپ کا لڑکا اپنی مان کی حراست مین ہو اور وہ اُس چیز پر قبضہ کرلے جو اُس لڑکے کو ہبہ کی گئی ہے تو ایسا ہبہ بھی صحیح ہوگا۔ یہی قاعدہ اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی یتیم کسی غیر آدمی کی سپردگی مین ہو۔ اگر کوئی نابالغ اُس چیز پر جو اُسکو ہبہ کی گئی ہے خود قبضہ کرلے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ رشید یعنے ذی شعور ہو[۱] ۱۲ منہ

[۱] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [۲] مقدمہ منشی بذل الرحمن بنام شمس النسابیگم مورس انڈین اپیلس جلد ۱ صفحہ ۱۵۵ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

(۱) اگر کوئی عورت اپنے مہر کے عوض مین کوئی ایسی چیز قبول کرے جسکو اُسنے قبل قبضہ پانے کے نہ دیکھا ہو اور بعد ازان اُسکو معلوم ہو کہ اس چیز مین کوئی نقص ہے تو وہ فسخ معاہدہ کر سکتی ہے اور اُسکا حق مہر بعینہ قائم رہیگا۔

عورت اپنے شوہر متوفے پر مہر معاف کر سکتی ہے یعنے اپنے شوہر متوفے کی جائداد کو دین مہر سے بری کر سکتی ہے۔

جب عورت نے چند شرائط سے اپنا مہر ہبہ کیا ہو اور اُن شرائط کی تعمیل نہ کی گئی ہو تو ایسا ہبہ باطل ہے۔ مثلاً اگر اُسنے اس شرائط سے مہر ہبہ کیا ہو کہ شوہر اُسکو حج کرنے کے لئے لے جائے گا یا اُس پر ظلم نہ کرے گا یا اُسکے عزیزون سے اُسکو ملنے دیگا اور اس شرط یا ان شرائط کی تعمیل نہ کی گئی ہو تو مہر ساقط نہ ہوگا۔

(۲) جب کوئی عورت اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کرے کہ شوہر اُسکے معاوضہ مین ہر سال اُسکو کچھ دیا کریگا اور شوہر اپنے اقرار کی تعمیل سے قاصر رہے تو ہبہ باطل ہو جائے گا کیونکہ اس صورت مین ہبہ بشرط العوض ہوا ہے جسکی تکمیل نہین ہو سکتی تاوقتیکہ عوض کی شرط پوری نہ کردیجاے لہذا جب عوض نہ ملا تو ہبہ باطل ہو گیا۔

(۳) جب کوئی عورت اپنا مہر اِس شرط سے ہبہ کرے کہ شوہر اُسکو طلاق دیدے اور شوہر اُس ہبہ کو اِس شرط پر قبول کرلے مگر طلاق نہ دے تو مہر سے بری نہ ہوگا۔

(۴) جب کوئی بیمار عورت اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دے اور بعد اُسکے تندرست

(۱) فتاواے قاضی خان ۱۲ منہ (۲) ردالمحتار ۱۲ منہ

ہوجائے تو وہ ہبہ صحیح ہوگا اور اگرچہ وہ اُس بیماری مین مرجاے مگر وہ مرض الموت نہ ہو تو بھی یہی جواب دیا جائے گا لکن اگر وہ مرض الموت ہو تو بلا رضامندی ورثہ ہبہ جائز نہ ہوگا[1]

(۷) جب کوئی جائداد زید کو تاحین حیات ہبہ کیجاے اور بعد اُسکی وفات کے اُسکے ورثہ کو ہبہ کیجائے تو شرع حنفی کے موافق ایسا ہبہ پہلے موہوب لہٗ کی نسبت مطلق وناطق ہے اور اُسکو مال موہوب مین ویسے حقوق حاصل ہوجاتے ہین کہ گویا اُسکو وہ مال مطلقاً ہبہ کردیا گیا ہے

شیعہ اور شافعیہ او مالکیہ کے مذہب مین جب ہبہ موہوب لہٗ کی حیات پر محدود ہو تو اُسکے مرنے کے بعد مال موہوب واہب یا اُسکے ورثہ کو واپس ملیگا جو ہبہ بطور رقبہ کیا گیا ہو وہ سب فرقون کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ وہ ہبہ ایسی شرط پر موقوف ہے جسکا یقین نہین ہوسکتا بلکہ گویا ایک آدمی کی جان پر شرط بدی ہے۔ رقبہ کے معنے یہ ہین کہ کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر مین تمسے پیشتر مرجاؤن تو یہ میرا مکان تمھارا ہوجائیگا اور اگر تم مجھ سے پیشتر مرجاؤ تو یہ مکان میرا ہی رہیگا[1]

جب رقبہ موہوب لہٗ کے قبضہ مین ہو تو بمنزلہ عاریت ہے اور جب واہب یا معطی چاہے او سکو واپس لے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی مکان کا اور نیز اُس زمین کا جسپر وہ مکان بنا ہوا ہے مالک ہو تو وہ اُس مکان کو بے اُس زمین کے ہبہ کرسکتا ہے اور ایسا ہبہ جائز ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار باب ۴ صفحہ ۱۲۷۸۰ منہ۔

پانچوان باب

ہبہ کے احکام موافق مذہب شیعہ

فصل اول

شیعون کے مسائل سابق مین خوب بیان ہو چکے ہین۔ تاہم اُنکے اصول عامہ کو یکجا کر کے مجملاً بیان کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

شیعہ اور حنفیہ مین بڑا اختلاف ہبۂ مشاع کے باب مین ہے۔ شیعون کے نزدیک شئے موہوب کا قابل الانقسام ہونا مبطل ہبہ نہین ہے۔ اور برخلاف حنفیہ کے حقوق محدود کا ہبہ بھی اُنکے نزدیک جائز ہے۔ مثلاً زید کو اُسکے مادام الحیات کوئی چیز ہبہ کرنا جائز ہے اور اُسکے مرنے کے بعد شئے موہوب واہب یا اُسکے ورثہ کو واپس ملے گی۔ علی ہذا القیاس جب کوئی چیز زید کو ہبہ کیجائے اور اُسکے بعد بکر کو صریحاً ہبہ کیجائے تو زید اپنی حین حیات اُسکا حقدار رہیگا اور اُسکے بعد بکر اپنی حین حیات اُسکا مستحق رہیگا اور بعد اُسکے وہ مال اصل واہب یا اُسکے ورثہ کو واپس ملیگا۔ مگر جب کوئی چیز زید اور اُسکے جانشین کو ہبہ کیجائے تو اُسمین صرف زید کو حق حاصل ہوگا کیونکہ اُسکے جانشین کی تصریح نہین کی ہے کہ وہ کون ہے۔ جب کوئی چیز زید کو اور اُسکی اولاد کو نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن ہبہ کیجائے تو زید کو اُسمین حق مطلق حاصل ہو جائے گا۔ اور "نسلاً بعد نسل وبطناً بعد بطن" یہ جملہ بیانیہ سمجھا جائیگا تحدیدیہ نہ سمجھا جائے گا۔

شیعہ نے حنفیہ سے اُس جائداد کے قبضہ کے باب مین بھی اختلاف کیا ہے جو نابالغ کو ہبہ کی گئی ہو۔ حنفیہ کے نزدیک جس شخص کی حراست مین نابالغ ہے اُسکا قبضہ کافی ہے مگر علماء شیعہ مین سے محقق ابو القاسم حلی کا یہ قول ہے کہ نابالغ کی طرف سے وہ شخص قبضہ کرے جو شرعاً مجاز ہو یا حاکم شرع قبضہ کرے۔ اس اختلاف کا محصل و مفاد یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ولی واقعی کا قبضہ کافی ہے مگر شیعہ کے نزدیک ولی شرعی کا قبضہ چاہیئے۔

لیکن یہ قاعدہ اس صورت مین نہ جاری ہوگا جبکہ نابالغ کی طرف سے اُسکے باپ یا دادا کے سوا کسی اور نے (یا اُنکے اوصیا کے سواے) کہ یہی اُسکے اولیاے شرعی ہین اور کسی شخص نے قبضہ کر لیا ہو۔ جب یہ صورت ہوگی[1] تو عدالت اُس ہبہ کو جو نابالغ کو کیا گیا ہے ناجائز ہونے کی شیعہ اور حنیفہ مین عوض کے باب مین اور جو شرط ہبہ مین کیجائے اُسکے اوصاف شرعی کے باب مین بھی اختلاف عظیم ہے۔

فصل دوم

ہبہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہ فعل جس سے ایک شخص کسی چیز کے قبضہ کامل و مطلق کو دوسرے شخص پر مفت اور بغیر قصد خوشنودی خدا کے منتقل کر کے فوراً اُسکا قبضہ اُسپر کرا دیتا ہے نحلہ یعنے جو چیز بطور تحفہ یا ہدیہ کے دیجائے اور عطیہ بھی ہبہ مین داخل ہے۔

واہب اور موہوب لہٗ کی باہمی رضامندی اور شے موہوب پر موہوب لہٗ کا قبضہ کرا دینا جواز ہبہ کو کافی ہے۔

ہبہ کے لیے کوئی خاص صیغہ نہین مقرر ہے۔ اگر واہب کے فعل یا قول سے اُسکا قصد بلاشک و ابہام ظاہر ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ مثلاً یہ صیغے کہ مین نے دیا یا مین نے نذر دیا۔ یا مین نے فلان چیز کا مالک مطلق فلان شخص کو دیدیا۔ اِن سے ہر صیغہ سے ہبہ ہو سکتا ہے۔

واہب اور موہوب کو بالغ و رشید اور صحیح العقل اور معاہدہ کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔

قرضہ کا ہبہ صرف اُس وقت جائز ہے جب قرضدار کو کیا جائے کہ اُس صورت مین ہبہ ابراء ہو جائیگا۔ ہبہ اور ابراء مین بنابر قول مشہور یہ فرق ہے کہ قرضدار کی رضامندی قرضہ سے ابراء کے لیے ضرور نہین ہے۔

---

[1] اس امر کا فیصلہ مسٹر صاحب جسٹس اور میکلین صاحب جسٹس ایک مقدمہ مین جسکا رپورٹ نہین ہوا ہے فرما چکے ہین ۲ ؍ صفحہ

ہبہ اُس وقت تک جائز نہین ہے جبتک کہ شئے موہوب موہوب لہ کو حوالہ نہ کردیجائے یعنے جبتک انتقال قبضہ حقیقۃً یا مجازاً نہ وقوع مین آئے۔

ہبہ کا جواز ثابت ہوجاتا ہے اگر واہب کہے کہ مین نے ہبہ کیا ہے اور موہوب لہ کا قبضہ شئے موہوب پر کرادیا ہے گو اُسوقت وہ چیز واہب کے قبضہ مین ہو۔

جب واہب کے ایجاب سے اور تبدیل قبضہ سے ہبہ وقوع مین آچکا ہو تو پھر وہ منسوخ نہین ہوسکتا۔

اگر ہبہ کرنے کے بعد مگر شئے موہوب پر موہوب لہ کا قبضہ کرانے کے پیشتر واہب مرجائے تو ہبہ باطل ہوگا اور شئے موہوب جزو متروکہ قرار پائیگی۔

موہوب لہ بلا اجازت واہب شئے موہوب پر قبضہ نہین کرسکتا۔

اگر ہبہ کرنے کے وقت شئے موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین ہو تو اقباض کی ضرورت نہین ہے۔

یہی قاعدہ اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ شئے موہوب موہوب لہ کے قبضہ مین اتنی مدت تک رہی ہو کہ واہب کو موقع شکایت کا ملا ہو مگر اُسنے شکایت نہ کی ہو۔ یہ قول بعض علمار کا ہے۔

جو ہبہ نابالغ کو اُسکے باپ یا دادا نے کیا ہو وہ جائز ہے کیونکہ یہ اشخاص ہبہ کرنے اور شئے موہوب کو نابالغ کی طرف سے لے لینے کی قابلیت رکھتے ہین۔

جن صورتون مین واہب نابالغ موہوب لہ کا باپ یا دادا نہ ہو خواہ وہ اُسکا ولی ہو خواہ نہ ہو اُن صورتون مین لازم ہے کہ ہبہ کو تیسرا شخص نابالغ کی طرف سے قبول کرے اور یہ تیسرا شخص اگر خود واہب نہ ہو تو اُسکا ولی ہوسکتا ہے۔ اور جب خود ولی واہب ہے تو جس شخص کو حاکم شرع مقرر کردے اُسکا قبضہ کافی ہوگا۔

مال مشاع کا ہبہ ہوسکتا ہے اور اقباض اُسی طور سے ہوگا جس طور سے بیع مین ہوتا ہے

جب دو شخصون کو ہبہ کیا جائے تو وہ بالشارکت قابض نہین ہوتے بلکہ اُنمین سے ہر ایک اُس چیز کا مالک ہو جاتا ہے جو اسکو دیا گیا ہے درحالیکہ دونون نے اُس ہبہ کو قبول کر لیا ہو۔ لیکن جب ایک ہی موہوب لہ نے ہبہ قبول کیا ہو تو اُسکی نسبت ہبہ جائز ہوگا مگر دوسرے کی نسبت جسنے اُسکو نہین قبول کیا ہے ناجائز ہوگا۔

باپ ایک یا زیادہ اولاد کو اور اولاد پر ترجیح دیکر اُسکے نام ہبہ کر سکتا ہے مگر ایسے ہبہ سے پرہیز کرنا انسب ہے۔

جو ہبہ واہب کے طبقۂ اول کے اجداد کو کیا گیا ہو اور جسکو اُنھون نے قبول کر لیا ہو وہ منسوخ نہین ہو سکتا۔

مان باپ کے سوا اور اقربا کو جو ہبہ کیا جائے اُسکا قابل تنسیخ نہونا بھی مسلم ہے گو اُس مین کچھ اختلاف ہے۔

جو ہبہ غیر آدمی کو کیا گیا ہو وہ منسوخ ہو سکتا ہے تاوقتیکہ شئے موہوب موجود رہے مگر جب شئے موہوب فنا ہو گئی ہو تو ہبہ نہین منسوخ ہو سکتا۔

ہبہ اُس صورت مین بھی نہین منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ شئے موہوب کو موہوب لہ نے فروخت کر ڈالا ہو یا دوسرے طور سے منتقل کر دیا ہو اُس صورت مین ہبہ کے قابل تنسیخ ہونے مین اختلاف ہے مگر ترجیح اسی قول کو ہے کہ وہ قابل تنسیخ نہین ہے۔

اقربا کو عموماً اور اولاد یا مان باپ کو خصوصاً ہبہ کرنا سنت موکدہ ہے۔ اسی طرح سے مال کو سب اولاد مین برابر تقسیم کر دینا بھی ثواب ہے۔

شوہر و زوجہ کو چاہیے کہ جو ہبہ اُنھون نے ایک دوسرے کو کیا ہو اُسکے منسوخ کرنے سے پرہیز کرین۔ بعض علماء کا قول ہے کہ اس اعتبار سے شوہر اور زوجہ مثل اقربا نسبی کے ہین مگر قول اول پر عمل کرنا بہتر ہے۔

سلہ یہ محقق ابو القاسم حلی کا قول ہے مگر شیخ مفید کا قول زیادہ تر عقل سلیم کے موافق معلوم ہوتا ہے۔

فصل سوم

خاص احکام ہبہ کے

اگر موہوب لہٗ واہب کے اقربائے نسبی مین سے ہو اور بعد انتقال قبضہ کے (خواہ وہ انتقال صریحاً ہوا ہو خواہ ضمناً) واہب شئے موہوب کو فروخت کر ڈالے تو وہ بیع باطل ہوگی علی ہذا القیاس اگر موہوب لہٗ کوئی غیر آدمی ہو (یعنے واہب کے اقربائے نسبی مین سے نہ ہو) اور اگر اُسنے کوئی چیز ہبہ کے عوض مین دی ہو تو بھی اُسکی بیع ناجائز ہوگی۔

اگر غیر آدمی کو ہبہ کرکے اُسکا قبضہ کرا دیا ہو مگر اُس ہبہ کا کچھ عوض نہ دیا گیا ہو تو بھی بیع باطل ہوگی اِسواسطے کہ واہب نے اُس چیز کو فروخت کیا ہے جسکا وہ اُسوقت مالک نہتھا بعض فقہاء کے نزدیک ایسی بیع جائز ہے کیونکہ اِس صورت مین واہب اختیار تنسیخ ہبہ رکھتا تھا۔ مگر پہلا قول زیادہ تر صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اگر ہبہ نامشروع ہونے کی وجہ سے باطل ہو اور واہب نے شئے موہوب کو فروخت کر ڈالا ہو تو وہ بیع جائز ہوگی۔

یہی اصول اُس صورت مین بھی جاری ہوگا جبکہ کوئی وارث اپنے مورث کی جائداد پانے کی توقع رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ ابھی مورث زندہ ہے اسواسطے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مورث اُسوقت مر چکا تھا تو بیع جائز ہو جائے گی۔

ہبہ اقباض یا انتقال مال موہوب کے وقت سے قائم ہوتا ہے نہ تاریخ معاہدہ سے۔ یعنے تمام لوازم ہبہ اور وہ حقوق و فرائض جو اُس سے پیدا ہوتے ہین اُس تاریخ سے وقوع مین آتے ہین جس تاریخ موہوب لہٗ نے شئے موہوب پر قبضہ کیا ہے۔

برخلاف وصیت کے کہ وصیت مین موصیٰ لہٗ کا حق موصی کے مرنے کے وقت قائم ہو جاتا ہے گو انتقال جائداد بعد ہو۔

جب واہب اور موہوب لہ مین تنازع وقع ہوا اور واہب بیان کرے کہ مین نے ہبہ تو کیا تھا مگر قبضہ نہین کرایا تھا تو یہ بیان واہب کا قبول کر لیا جائیگا لیکن اگر موہوب لہ کہے کہ شئے موہوب پر اُسکا قبضہ جائز طور سے کرا دیا گیا تھا تو واہب کو اپنا بیان حلفاً ثابت کرنا پڑے گا۔

یہی قاعدہ جب بھی جاری ہوگا جب کوئی شخص کہے کہ وہ مین نے یہ چیز اُسکو دیدی اور اُسکو اُسکا مالک بنا دیا۔ اور پھر کہے کہ مگر قبضہ نہین کرایا۔ اسواسطے کہ ممکن ہے کہ اُسنے دوسرا جملہ (اور اُسکو مالک بنا دیا) یہ تائید پہلے جملہ (مین نے اُسکو یہ چیز دیدی) کہا ہو اور انتقال نہ ہوا ہو۔

درصورت تنسیخ ہبہ کے واہب کو کچھ تاوان دینا واجب نہین ہے اگر شئے موہوب کو کچھ ضرر پہونچا ہو۔ البتہ اگر موہوب کی قیمت مین کچھ افزونی ہوئی ہو تو وہ افزونی واہب کا مال ہے۔

جب بعد ہبہ شئے موہوب مین ایسا اضافہ یا الحاق ہوا ہو جو اُس شئے کے عین سے جدا ہو سکتا ہو تو وہ موہوب لہ کا مال ہو گا لیکن جو اضافہ یا الحاق قبل اقباض ہوا ہو وہ درصورت تنسیخ ہبہ واہب کا مال ہے۔

جب ہبہ بلا قید کیا گیا ہو تو ہمیشہ یہی قیاس کیا جائیگا کہ بلا عوض ہوا ہے۔

اگر موہوب لہ اپنی طرف سے کوئی چیز واہب کو ہبہ کرے تو وہ ہبہ قابل تنسیخ نہ ہوگا۔

جو ہبہ اس شرط سے کیا گیا ہو کہ موہوب لہ واہب کو کچھ نذر دیگا یا کچھ پیشکش کرے گا یا اُسکی کوئی خدمت کرے گا وہ ہبہ جائز ہے۔ ایسا ہبہ صرف اُس وقت منسوخ ہو سکیگا جب کہ موہوب لہ نے اُس شرط کی تعمیل نہ کی ہو۔

جب وہ نذر جسکا دینا یا وہ فائدہ جسکا بخشنا موہوب لہ پر واجب ہونا محدود یا غیر معین ہو تو موہوب لہ اُسکو اپنی مرضی کے موافق معین کر سکتا ہے اور جب ایسی نذر یا فائدہ کو واہب قبول کر لے تو ہبہ قابل تنسیخ نہ باقی رہے گا۔

مذکورۂ بالا صورتوں مین موہوب لہٗ اُسپر مجبور نہین ہو سکتا کہ جو نذر اُسنے معین کی ہے وہی دے بلکہ وہ اسکے نہ دینے کا حق رکھتا ہے مگر اس صورت مین واہب کو اختیار تنسیخ ہبہ باقی رہیگا اگر صورت مذکورۂ بالا مین موہوب لہٗ کا انکار تنسیخ ہبہ کا باعث ہوا ہو تو وہ شے موہوب کے ضائع ہو جانے یا اسکی قیمت کے کم ہو جانے کا ذمہ دار نہین تصور ہو سکتا کیونکہ اُسنے اُس چیز مین تصرف کیا ہے جسکی ملکیت جائز طور سے اُسپر منتقل ہو چکی تھی۔ اس مسئلہ مین اختلاف ہے ۔

اسمین بھی کچھ اختلاف ہے کہ جب کوئی کپڑا ہبہ ہونے کے بعد موہوب لہٗ نے رنگ لیا ہو تو آیا ایسے ہبہ کی تنسیخ کا اختیار واہب رکھتا ہے یا نہین ۔ جن علما کے نزدیک موہوب لہٗ کا شئے موہوب کو اپنے استعمال مین لانا مانع تنسیخ ہبہ ہے اُنکے نزدیک اُس کپڑے کو رنگنے سے حق تنسیخ ہبہ زائل ہو جائیگا ۔ مگر جن علماء کا یہ قول نہین ہے اُنکے نزدیک اُس کپڑے کا رنگنا مانع تنسیخ ہبہ نہین ہے بلکہ موہوب لہٗ صرف اُس رنگ کی قیمت لے لینے کا مستحق ہو جاتا ہے اور اُسکی قیمت اُس کپڑے پر باقی رہتی ہے ۔

جو ہبہ مرض شدید کی حالت مین کیا گیا ہو وہ جائز ہے اگر واہب اُس مرض سے شفا پائے ۔ اگر وہ مر جائے تو ہبہ صرف باذنِ ورثہ جائز ہو گا اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو صرف بقدر ثلث مال متوفے نافذ ہو گا ۔

چھٹا باب

ہبہ کے احکام[1] موافق مذہب شافعی

ہبہ انتقال جائداد برضا و رغبت خود یا بلا استحقاق کا نام ہے خواہ اُس انتقال سے ثواب اخروی حاصل کرنا منظور ہو خواہ موہوب لہٗ کے اعزاز کا اظہار مقصود ہو ۔ جواز ہبہ کی شرط ضروری یہ ہے کہ واہب کی طرف سے ایجاب اور موہوب لہٗ کی طرف سے قبول ہو اور ایجاب و قبول صریحاً کرنا چاہیئے نہ ضمناً ۔ البتہ نذر مین ایجاب و قبول صریحاً کرنا کچھ ضرور

[1] یہ احکام منہاج الطالبین سے لیے گئے ہین ۱۲ منہ

نہین ہے۔ ہبہ مین صرف اتنا کافی ہے کہ واہب شے موہوب کو لے آئے اور موہوب لہ
اُسپر قبضہ کرلے۔ ہبہ اِن الفاظ سے ہوسکتا ہے ؎ مین چاہتا ہون کہ تم میرے اِس مکان مین
رہا کرو اور تمھارے مرنے کے بعد یہ تمھارے ورثہ کو ملے ؎ یا مین چاہتا ہون کہ تم اس مکان مین
رہا کرو ؎ (یہ قول امام شافعی نے دوسرے زمانہ مین اختیار کیا تھا) اور تمھارے مرنے کے بعد
یہ تمھارے ورثہ کو ملے ؎ جو ہبہ بالفاظ ذیل کیا گیا ہو اُسکے جواز کے باب مین امام شافعی کا
قول پہلے اور تھا اور بعد ازان اور ہو گیا ؎ مین تمکو اس مکان کا منافع تمھارے زندگی تک
دیتا ہون ؎ یا مین تمکو اسکا منافع تمھاری زندگی تک ہبہ کرتا ہون ؎ یعنی اگر تم پہلے مرجاوگے
تو یہ پھر مجھی کو ملیگا اور اگر مین پہلے مرجاؤن گا تو یہ ہمیشہ کے لیے تمھارا ہو جائیگا مگر اس
زمانہ مین یہ دونون قول امام شافعی کے جاری ہین یعنے بعض مقلدین اُنکے ایسی ہبہ کو جائز اور
بعض ناجائز سمجھتے ہین۔ جس چیز کی بیع وشرا ہوسکتی ہے اُسکا ہبہ بھی ہوسکتا ہے۔ مگر جس چیز کی
بیع نہین ہوسکتی جیسے شے مغصوب یا مجہول یا جانور جو بھاگ گیا ہو اُسکا ہبہ بھی نہین ہوسکتا۔
قرضہ کے ہبہ سے قرضہ کا معاف کردینا لازم آتا ہے اگر قرضدار کو ہبہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی
تیسرے شخص کو قرضہ ہبہ کیا جائے تو ناجائز ہوگا۔

شے موہوب مین جو ملک واہب کا ہے وہ صرف اُس وقت منتقل ہوتا ہے جبکہ واہب
کی رضامندی سے موہوب لہ اُسپر قبضہ واقعی کرلے۔ جب واہب یا موہوب لہ ہبہ کرنے
اور قبضہ کرنے کے مابین مرجائے تو اُسکے ورثہ اُسکے قائم مقام ہو جائینگے۔ تاہم بعض فقہا نے
فرمایا ہے کہ ایسے حال مین اُس ہبہ کو منسوخ کرنا چاہیے۔

احادیث مین وارد ہوا ہے کہ والدین اگر فاجر و فاسق نہ ہون تو یہ اختیار رکھتے ہین کہ اپنی
حیات مین اپنی جائداد کو اپنی اولاد مین بلا امتیاز ذکور و اناث بمقدار مساوی ہبہ کردین
مگر بعض احادیث مین یہ بھی وارد ہوا ہے کہ والدین کو قاعدہ میراث کو اس طرح
باطل کردینا نہ چاہیے۔

باپ نے جو ہبہ اپنی اولاد کو کیا ہو اُسکو منسوخ کر سکتا ہے بشرطیکہ موہوب لہ نے شئے موہوب کو فروخت وغیرہ نہ کرڈالا ہو۔ یہی حال اجداد کا بھی نسبت اُس ہبہ کے ہے جو اُنھون نے اپنی اولاد کی اولاد یا اُسکی اولاد کو کیا ہو۔ مگر جب موہوب لہ شئے موہوب کے ساتھ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اُسکا ملک بعینہ باقی رہے مثلاً اُسکو رہن رکھے یا ہبہ مشروط کرے (تاوقتیکہ قبضہ نہ کرائے) یا عتق[۱] مشروط یا ٹھیکہ مستاجری تو شافعیہ کے نزدیک ان سب صورتون مین حق تنسیخ ہبہ زائل نہ ہوگا۔ اگر موہوب لہ کا ملک شئے موہوب مین جاتا رہے اور بعد ازان پھر اُسکو ملجائے تو حق تنسیخ ہبہ عود نہ کریگا اور اگر اس عرصہ مین شئے موہوب مین کچھ افزونی ہوئی ہو تو ہبہ صرف اُسوقت منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ وہ افزونی اُس شئے کا جزو ہو گئی ہو لیکن اگر اُس سے علحدہ ہو تو نہین منسوخ ہو سکتا۔ ہبہ بالفاظ ذیل منسوخ ہو سکتا ہے ؎ مین اپنے ہبہ کو منسوخ کرتا ہون ؎ یا مین اس چیز کو پھیرے لیتا ہون ؎ یا مین اپنی ہبہ کو ساقط کیا چاہتا ہون ؎ مگر ہبہ ضمناً نہین منسوخ ہو سکتا یعنی اسطرح نہین منسوخ ہو سکتا کہ بعد ازان وہ چیز دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرڈالی جائے یا وقف یا ہبہ کر دی جائے اگر ہبہ اس شرط سے کیا گیا ہو کہ کچھ معاوضہ نہ لیا جائیگا تو حق تنسیخ سوائے آباء و اجداد کے اور کسی کو حاصل نہین ہے۔ لیکن جب ہبہ مین معاوضہ کی شرط نہ کی گئی ہو تو یہ سمجھا جائیگا کہ ہبہ بغیر امید معاوضہ کیا گیا ہے اگر موہوب لہ کسی طرح واہب سے پست مرتبہ ہے بلکہ اگر وہ اس سے بلند مرتبہ ہے تب بھی یہی سمجھا جائیگا۔ شافعیہ نے اس سے بھی ترقی کر کے اس اصول کو اُس صورت مین بھی جاری کیا ہے جبکہ واہب اور موہوب لہ دونون مرتبہ مین بہر نوع مساوی ہون ۔

جب ہبہ مین عوض دینا واجب ہو مگر معاہدہ کے وقت کچھ عوض طے نہ ہوا ہو تو عوض کو شئے موہوب کا ہم قیمت ہونا چاہیے۔ اور ایسی حالت مین اگر موہوب لہ عوض دینے مین

---

[۱] یعنی بردہ آزاد کرنا۔ ۱۲ منہ

غفلت کرے تو واہب ہبہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔

عوض معین دینے کی شرط پر ہبہ کرنا جائز ہے مگر ایسے ہبہ کو ایک قسم کی بیع تصور کرنا چاہیے۔ لیکن شافعیہ کے نزدیک عوض غیر معین دینے کی خاص شرط پر ہبہ کرنا باطل اور ناجائز ہے۔

جب کوئی چیز کسی کو نذر دیجائے تو جس ظرف مین وہ چیز رکھی ہے وہ اُس چیز کا جو نذر دیگئی ہے جزء سمجھا جائیگا اور جب اُسکے پھیرنے کا دستور نہو تو نہ واپس کیا جائیگا۔ مثلاً جس ٹوکری مین خرمے نذر دیے جائین وہ نہ پھیری جائیگی۔ ورنہ وہ ظرف واہب ہی پاس رہیگا اور موہوب لہ اُسکو اور کسی مصرف مین نہین لا سکتا سوائے اُس خاص مصرف کے مثلاً وہ پتیلی جسمین کھانا نذر دیا گیا ہو بشرطیکہ اُسکو استعمال مین لانا رواجاً جائز ہو۔ فقط

ساتوان باب

وقف کے احکام

فصل اول

شرع محمدی مین اوقاف کا مسئلہ زمانۂ سلف سے برابر چلا آتا ہے اور از روے تواریخ اُسکی اصل شارع اسلام سے معلوم ہوتی ہے۔

ایک حدیث مین وارد ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو بعد ازان خلیفہ ثانی ہوے جناب رسول مقبولؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ اپنی کچھ جائداد غرباء و مساکین پر ہمیشہ کے لیئے وقف کرون پس آپ مجھکو ہدایت فرمائین کہ کس طور سے مین اُس جائداد کو ابدالآباد تک غیر قابل الانتقال کر سکتا ہون۔ آن حضرتؐ نے فرمایا کہ تو اُس جائداد کو علیحدہ کر کے اُسکی آمدنی کو وقف کر۔ اِس ارشاد فیض بنیاد سے ایک عظیم الشان سلسلۂ قوانین متعلقہ اوقاف و امانات پیدا ہوا ہے۔

وقف کی تین قسمین بنظر سہولت ہو سکتی ہین۔ یعنے ۱ وقف عام۔ ۲ وقف خاص و عام

وقف خاص - مگر شرع محمدی مین دو ہی قسمین رکھی گئی ہین - وقف عام اور وقف خاص -
اور اِن دونون مین فرق بین رکھا گیا ہے - جو اوقاف مصالح عامہ کے لیے ہون یعنے
مفید عام کامون یا غربا و مساکین کے فائدہ کے لیے عمل مین آئے ہون وہ اوقاف عامہ
کہلاتے ہین - اور سب اوقاف اوقاف خاصہ سمجھے جاتے ہین - البتہ اوقاف خاصہ
کے لیے کوئی خاص لفظ نہین ہے بلکہ مصالح عامہ سے جو اوقاف کیے جائین اُنکے سوا سے اور
سب اوقاف خاصہ سمجھے جائینگے - مگر چونکہ بہت سے اوقاف ایسے ہین جو اوقاف عامہ
نہین ہین مگر جنمین کچھ صفت اوقاف عامہ کی بھی پائی جاتی ہے لہذا ایسی اوقاف کو مینے
بہ لفظ خاص و عام تعبیر کرنا مناسب سمجھا - پس وقف خاص و عام سے میری مراد وہ اوقاف
ہین جنکا اصل مقصد کچھ تو امور دینی اور کارہاے خیر مین امداد کرنا ہے اور کچھ خاص خاص اشخاص
یا خاص خاص فرقون کی نفع رسانی ہے -

وقف خاص سے میری مراد وہ اوقاف ہین جنکا مقصود اصلی واقف کے عیال
واطفال یا اقربا کے لیے آذوقہ مہیا کرنا ہو -

معنی لغوی لفظ وقف کے یہ ہین - اُسنے باندھ دیا یا حبس کر لیا - اور اصل مین یہ لفظ گھوڑے
اور اونٹ وغیرہ کے باندھنے مین استعمال کیا جاتا ہے - اور فقہاے اسلام کی اصطلاح مین
وقف سے مراد کسی کار خیر کے لیے مال دیدینا ہے (جسکو علماء شیعہ نے علی وجہ البر
والاحسان اور علماء حنفیہ نے علی وجہ الخیر لکھا ہے) لفظ بر و خیر مین سب امور نیک
اور کارہاے ثواب داخل ہین - کسی شخص کا اپنے لیے آذوقہ مہیا کرنا علماے
حنفیہ[۲] کے نزدیک کار خیر ہے اسواسطے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے
نفس کو کوئی چیز دے اُسنے گویا راہ خدا مین دیا - پس مسلمان کا
اپنے عیال واطفال کے لیے کوئی جائداد وقف کرنا سب فرقون کے نزدیک جائز ہے

[۱] ہدایہ باب ۲ صفحہ ۸۸۷ - و ۸۸۸ - ۱۲ منہ [۲] ہدایہ باب ۲ صفحہ ۸۹۱ - ۱۲ - منہ

لفظ وقف کی سب سے عمدہ تعریف وہ ہے جو صدر دیوانی عدالت کے مشیران قانونی نے بمقدمہ[1] محمد صادق بنام محمد علی وغیرہ لکھی ہے۔ انھون نے بیان کیا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے موافق (اس مسئلہ مین انھین کے قول پر عمل کیا جاتا ہے) وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی جائداد مثل اراضی و مکانات وغیرہ کے حق ملکیت سے دست بردار ہوکر راہ خدا مین اسکو اس طرح دیدینا کہ بندگان خدا کو اُس سے فائدہ ہو بشرطیکہ مال موقوف وقف کرنے کے وقت واقف کا مال ہو[2]۔ اس تعریف مین آگے چلکر بحث کیجائیگی اور یہ تعریف وقف کی تمام مقاصد عملی پر حاوی ہے۔

فصل دوم

مختلف فرقون مین اس باب مین اختلاف عظیم ہے کہ وقف کس طور سے اور کن لوگون کے لیے کیا جائے۔ خود حنفیہ مین بڑا اختلاف اس مسئلہ مین ہے جسپر خاص توجہ کرنا لازم ہے مثلاً ایک طرف امام ابو یوسف اور امام محمد اور دوسری طرف امام اعظم ابو حنیفہ مین وقف کی ماہیت اور اُسکے اوصاف شرعی کے باب مین اختلاف عظیم ہے۔

امام اعظم کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص چیز کا واقف کے قبض و ملک مین رہنا اور اُسکی منفعت کو غربا و مساکین کے مصرف مین لانا یا اور کارہائے خیر مین[2] لگانا بطور عاریت[3] کے۔ مگر چونکہ وقف قطعی نہین ہوتا ہے لہذا واقف مال موقوف کو واپس کر کے جو چاہے کرسکتا ہے۔ صاحبین (یعنے امام ابو یوسف اور امام محمد) جنکے اقوال کی پابندی

---

[1] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ - ۱۲ منہ [2] والتصدق بالمنفعة على الفقراء او على وجه من وجوه الخير ہدایہ صفحہ ۶۸۷ - ۱۲ منہ [3] عاریت کو عاریت دینے والا جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ بیلی صاحب نے لکھا ہے کہ بظاہر اس سے یہ مراد نہین ہے کہ صرف منفعت عاریتاً ملسکتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جن لوگون پر وقف کیا گیا ہے اُنکو ویسا ہی فائدہ اُس سے ہو جیسا اُسوقت ہوتا جب وہ چیز عاریتاً دیجاتی کہ اُس صورت مین اُسکی منفعت اُنکو اُس وقت تک حاصل رہتی جبتک وہ چیز اُنکے قبضہ مین رہتی۔ بیلی صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۵۵۷ طبع ثانی ۱۲ منہ

حنفیہ پر فرض ہے اور جنکی رائے اس مسئلہ مین تمام بلاد حنفی مین صحیح و معتبر سمجھی جاتی ہے اُنکے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ باقی رہنا کسی چیز کا خداوند عالم کی ملک مین اس طور سے کہ اُسکی منفعت بندگان خدا کے نفع رسانی مین صرف کیجائے اور جب ایک مرتبہ وقف کردیا جائے تو پھر وہ مطلق وقطعی ہوجاتا ہے یعنی شئے موقوف فروخت نہین ہوسکتی نہ ہبہ ہوسکتی ہے نہ میراث مین مل سکتی ہے۔

فتاوائے عالمگیری مین اس اصول کو اسطرح بیان کیا ہے کہ[۱] امام ابو یوسف کے نزدیک صرف واقف کے کہدینے سے کہ کسی خاص جائداد کو مین نے وقف کیا ہے وقف ناطق و قطعی ہوجاتا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک بمجرد اسکے کہ قاضی حکم صادر کردے واقف کا حق زائل ہوجاتا ہے۔ ایسا حکم قاضی کا اس طور سے حاصل ہوسکتا ہے کہ واقف مال موقوفہ کو متولی کے حوالہ کرے بعد اُسکے قاضی سے کہے کہ یہ مال مجھکو واپس دلا دیجیے کہ وقف قطعی نہ تھا جسکی پابندی مجھپر فرض ہوتی۔ اُس وقت قاضی یہ حکم صادر کرسکتا ہے کہ یہ وقف قطعی سمجھا جائے اور وہ ایسا[۲] ہی سمجھا جائے گا۔ اگر واقف اپنے مرنے کے وقت یہ کہکر کہ جب مین مرجاؤن تو میرا مکان فلان مصرف مین لایا جائے وقف کو معطل کردے تو تعداد ثلث مال کے جائز ہوگا اور ثلث سے زائد جو ہوگا وہ معطل رکھا جائیگا اور یہ دیکھا جائیگا کہ وقف کی اور کوئی جائداد بھی ہے یا نہین۔ اگر اُسکے ورثہ وقف کی اجازت نہ دین تو اُسکے مال کے تین حصہ کیے جائین اور ایک ثلث وقف کرایا جائے دو ثلث ورثہ کو دیدیے جائین اگر وقف مرض الموت کی حالت مین ہوکر بعد وفات معطل رکھا جائے تو وہی اثر ہوگا کہ گویا صحت کی حالت مین معطل[۴] کیا گیا تھا۔

---

[۱] عیون وغیرہ مین لکھا ہے کہ فتوے صاحبین کے قول کے موافق ہین سفتاوی عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۵۴۴۔ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۸۸۸۔ منہ [۲] فلٹن صاحب کا لا رپورٹ صفحہ ۵۴۴ مین عالم حجون نے صاف فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین جو فیصلے قضات اور علماء حنفی نے کیے ہین اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ مین امام ابو یوسف کا قول ترجیح رکھتا ہے ۱۲ منہ [۳] کافی ۱۲ منہ [۴] طحاوی ۱۲ منہ

امام محمد کے نزدیک واقف کا حق اُس وقت تک نہین جاتا جبتک کوئی متولی نہ مقرر ہو جائے اور وہ مال اُسکے سپرد نہ کردیا جائے۔

سابق مین عرض کیا گیا کہ مشرقی ایشیا کے فقہائے حنفی نے علمائے بلخ کی تقلید کرکے امام ابو یوسف کے قول کو سب مسائل مین اختیار کیا ہے اور صوبہ الجیریا اور مصر اور افریقہ شمالی اور ممالک روم مین بھی عموماً انھین کی تقلید کیجاتی ہے۔ البتہ بعض ممالک ایشیا مین جہان علمائے بخارا کا غلبہ رہا ہے امام محمد کے اقوال پر عمل کیا جاتا ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کو خود اپنے تئین متولی مقرر کرکے مال موقوف کے مبادلہ کا اختیار اپنے لیے باقی رکھنا جائز ہے۔ امام محمد نے اس مسئلہ مین بھی اُن سے اختلاف کیا ہے مگر امام ابو یوسف کا قول حسب حکم شرع قرار دیا گیا ہے اور اُسی کی پابندی سپریم کورٹ کلکتہ نے مقدمہ مذکورۂ بالا مین کی ہے۔

مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک وقفی چیز کا متولی کے حوالہ کردینا ایک شرط ضروری ہے جس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وقف صالح ہے اور نیک نیتی سے کیا گیا ہے۔ شیعون کا مسئلہ شرائع الاسلام مین یہ لکھا ہے کہ "وقف کا معاملہ قطعی نہین ہوتا الا جبکہ قبضہ کرادیا جائے"۔ اس قول سے بادی النظر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک جو وقف کا قطعی ہونا اقباض پر موقوف ہے تو اقباض سے مراد واقف کا مال وقفی کو متولی یا امین پر منتقل کردینا اور اُسکے سپرد کردینا ہے۔ مگر نفس الامر مین ایسا نہین ہے۔ بلکہ اِسکا مطلب صرف اتنا ہے کہ قبضہ کی

۱؎ ساٹر ا صاحب کی کتاب صفحہ ۸۴ مضمون ۹۵۵ - ۱۲ منہ ۲؎ یہی مطلب ہے فتاواے عالمگیری کی اِس عبارت کا کہ علمائ کا اتفاق اِن دونو صاحبون کے فتوے پر تقریباً برابر معلوم ہوتا ہے بعض نے فرمایا ہے کہ فتوے امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہے مگر دو عالمون نے فرمایا ہے کہ فتوے امام محمد کے قول کے موافق ہے"۔ یہ گمان کرنا غلط ہے کہ اِن دونو صاحبون کے قول کے موافق فصل خصومات کیا جاتا ہے جیسا بیلی صاحب نے لکھا ہے ۱۲ منہ ۳؎ بیلی صاحب کی شرع محمدی صفحہ ۵۵۹ - ۱۲ منہ

حقیقت یا ملک کی نوعیت مین ایک خاص قسم کا تغیر صریحاً یا ضمناً کر دیا جائے۔ مثلاً مالکیہ اور شیعہ دونون کے نزدیک واقف خود اپنے تئین مال موقوف کا متولی مقرر کر سکتا ہے اور اگر اُس مال پر وہ بطور متولی نہ بطور مالک قبضہ کرلے تو وقف ناجائز نہ ہو جائیگا

فصل سوم

وقف کا منعقد یا متحقق ہونا

وقف کے اوصاف شرعی بیان کرنے سے پیشتر یہ تحقیق کرنا مناسب ہے کہ شرع محمدی کے منشاء کے موافق کیونکر اور کن حالات مین وقف ہو سکتا ہے۔ اول تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ وقف کے لیے کوئی خاص رسم شرعی ادا کرنا یا کوئی خاص صیغہ پڑھنا فرض نہین ہے یہ مسئلہ اس وجہ سے کسی قدر مشکوک ہو گیا تھا کہ فقہ کی کتابون مین بعض مسائل وقف کے ٹھیک معنی سمجھنے مین دقت پڑی تھی مگر بمقدمہ جیون داس ساہو بنام شاہ کبیرالدین یہ مسئلہ[1] حل ہو گیا اس مقدمہ مین جو فرمان شاہی پیش کیا گیا اُسمین لفظ وقف کہین نہین لکھا تھا۔ بلکہ برخلاف اُسکے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عطیہ بطور انعام کے دیا گیا تھا جس سے

---

[1] مورس انڈین اپیلس جلد ۲ صفحہ ۳۹۰-۱۲ منہ سنہ ۵ عالمگیر کا فرمان جسکے ذریعہ سے یہ وقف ہوا تھا بعبارت ذیل ہے وہ ازانجا کہ ما بدولت کو معلوم ہوا ہے کہ موافق اُس سند کے جو حکام نے عطا کی ہے بعض مواضع واقع صوبہ بہار فقرا اور طلبۂ مدرسہ و خانقاہ و مسجد ملا درویش حسین ولد ملا غلام علی کے مصارف کے لیے عطا کیے گئے ہین اور نامبردہ مواہب و عطیات سلطانی کا امیدوار ہے لہذا ما بدولت کی مرضی مبارک یہ ہے کہ اگر مواضع مذکورہ نامبردہ کے قبض و تصرف مین ہون تو وہ کل مواضع حسب دستور سابق بیندرہ ہزار دام کے جمع پر اُس تاریخ سے بطور مدد معاش نامبردہ کے قبض و تصرف مین رہین موافق مضمون سند کے اور تاکہ نامبردہ ان اراضیات کی پیداوار کو اپنے مدرسہ کے طلبہ اور اپنی مسجد کے صرف مین لائے۔ لہذا نظار و عمّال حال و آیندہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ مواضع مذکورہ کو نامبردہ کے قبضہ مین چھوڑ دین اور انکو جمیع الوجوہ معافی او عطیہ سلطانی سمجھکر ہر سال ایک سند جدید طلب نہ کرین۔ اگر نامبردہ کسی اور چیز پر اور کسی طور سے قبضہ کرلے تو وہ ایسا کرنے کے روادار نہ ہون " ۱۲ منہ

حقوق مالکانہ شخصی مفہوم ہوتے ہین۔ لہذا مدعا علیہ کی طرف سے یہ بحث کی گئی کہ یہ دیہات جو عطیہ سلطانی ہے وقف لایملک یعنی غیر قابل الانتقال نہین ہے۔ حکام پریوی کونسل نے اپنے فیصلہ مین عبارت ذیل بہ تائید فیصلہ صدر عدالت دیوانی تحریر فرمائی ہے۔

"اس مقدمہ کا اور مشیران قانونی کی راے کا حوالہ دیکر صدر دیوانی عدالت نے بمقدمہ مسماۃ قادرہ بنام شاہ کبیر الدین یہ تصفیہ کیا ہے کہ اگرچہ فرمان شاہی مین انعام اور تمغہ کا لفظ لکھا ہے اور اُن اشخاص کا بھی ذکر ہے جنکی عرضی پر یہ مواضع عطا ہوئے تھے مگر چونکہ یہ صاف ظاہر ہے (جیسا ان عرائض مین لکھا ہے) کہ یہ جائداد بغرض باقی رکھنے ایک کار خیر کے عطا ہوئی تھی لہذا جن اشخاص کا نام لکھا ہے وہ اس جائداد کے مالک نہین تصور ہو سکتے بلکہ اصل موہوب لہٗ یا موقوف علیہ خانقاہ تھی اور جن لوگون کا نام لکھا ہے وہ صرف اُس خانقاہ کے متولی تھے اور متولی اختیار انتقال نہین رکھتا ہے لہذا شاہ شمس الدین کا اِس جائداد کو بذریعہ ہبہ کے یا اور کسی طور سے منتقل کرنا ناجائز تھا"

"یہ فیصلہ موافق اُس قول کے ہے جو ہدایہ باب ۱۵ مین درباب وقف لکھا ہے۔ یعنی ہیملٹن صاحب کے ترجمہ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۴ مین لکھا ہے کہ وقف کے لغوی معنے رکھ چھوڑنا ہین اور فقہاے حنفی کی اصطلاح مین وقف کے معنے یہ ہین کہ کسی خاص چیز کو ایسے طریقہ سے دیدینا کہ واقف کا حق اُسمین باقی رہے اور اُسکی منفعت کسی کار خیر مین بطور عاریت لگائی جائے۔ صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کے نزدیک وقف کے یہ معنی ہین کہ کسی خاص چیز کو اس طور سے دیدینا کہ وہ چیز مال خدا کے احکام کے تابع ہوجائے جس سے واقف کا حق اُسمین زائل ہوجاتا ہے اور وہ شئے خدا کا مال ہوجاتا ہے جسکی منفعت اُسکے بندون کے مصرف مین آتی ہے۔ پس صاحبین کے نزدیک وقف ایک معاملہ قطعی ہے اور اُنمین صرف اتنا اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف بمجرد نفاذ قطعی ہوجاتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک اُس وقت قطعی ہوجاتا ہے جب مال وقف

متولی کے سپرد کر دیا جائے لہذا وہ ہبہ یا بیع نہیں ہو سکتا۔ پس لفظ وقف کے معنی لفظی ہین وہ سب باتین داخل ہین جو امام اعظم اور اُنکے دونون شاگردون نے فرمائی ہین۔

"پھر اُسی کتاب کے صفحہ ۴۴۳ مین لکھا ہے کہ جب وقف جائز یا قطعی ہو جائے تو سب علمائے کے نزدیک مال وقف کو بیع یا منتقل کرنا حرام ہے۔ اُسکو منتقل کرنا اِس سبب سے حرام ہے کہ جناب رسول مقبول نے ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ "نفس اراضی کو اِسطرح بخش دو کہ وہ قابل بیع یا لائق توریث نہ باقی رہے" لہذا احکام پریوی کونسل نے یہ تجویز فرمایا کہ "ازروے شرع محمدی اوقاف مذہبی وخیراتی کے لیے یہ ضرور نہیں ہے کہ لفظ وقف وقف نامہ مین لکھدیا جائے اگر اُسکے سیاق وسباق سے وقف مستنبط ہو سکے" یہ فیصلہ بالکل وصول عامۂ شرع محمدی کے موافق ہے اور اِسی کا لحاظ کرکے مسائل ذیل کو سمجھنا چاہیے۔

"وقف اِس طرح ہوتا ہے کہ لفظ وقف کے ساتھ لفظ صدقہ یا خیرات استعمال کیا جائے یا صرف لفظ وقف استعمال کرنا کافی ہے"

"جب کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ یا خیرات ہے اور میری زندگی بھر اور میرے مرنے کے بعد بھی وقف لازم یک ودائمی ہے یا یہ میری زمین صدقہ ہے جو میری زندگی بھر اور میرے مرنے کے بعد ہمیشہ[۱] کے لیے وقف رہیگی۔ تو وہ زمین سب علمائے کے نزدیک وقف جائز وواجب العمل[۲] ہو جائیگی۔ اور اگر وہ کہے کہ "صدقہ موقوف وابدی ہے تو اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وقف جائز ہوگا۔ یا وہ کہے کہ صدقہ موقوف ہے" یا صدقہ محبوس ہے اور لفظ مؤبدہ یا ابدی نہ کہے۔ تو جو علماء[۳] ایسے وقف کے جواز کے قائل ہین اُن سب کے نزدیک وہ زمین وقف صالح ہو جائیگی اسواسطے کہ صدقہ موبدہ ثابت ہوگا جو منسوخ نہیں ہو سکتا۔ یہ الفاظ بھی کہ "یہ میری زمین ہر کار خیر کے لیے

سلہ موقوفة محبوسة موبدة ۱۲۔ منہ ۲ے فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے لکھا ہے ۱۲ منہ ۳ے علی قول عامة من یجیز الوقف ۱۲ منہ

صدقہ ہے یا سب نیک کامون کے لیے ہے بمنزلہ وقف کے ہے۔

لہذا جو تجویز بمقدمہ محمد حمید اللہ خان بنام بدر النساء خاتون لکھی ہے وہ شرع محمدی کی غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ اس مقدمہ مین وقف بعبارت ذیل کیا گیا تھا "مین نے باقیماندہ ۱/۳ اپنی دختر بدر النساء اور اسکی اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کیے اور جب وہ نہ ہون تو غربا و مساکین پر۔ یہ وقف صحیح و صالح و جائز بطور عطیہ دائمی و استمراری کیا گیا اور میری حیات مین اور بعد میری وفات کے بھی صحیح و نافذ و موثر رہیگا اور تملک و تملیک سے بری رہیگا۔ بعد ادا کرنے مالگزاری سرکاری اور مصارف کلکٹری وغیرہ کے اور منہا کرنے متولی کے حق تولیت کے محاصل جائداد موقوفہ مصرحہ بالا سے جو کچھ فاضل بچے وہ حسب ذیل تقسیم کیا جائے۔ ۱/۳ کا حصہ جمیلہ خاتون عرف دھنی بی بی کو اور ۱/۳ کا حصہ بدر النساء خاتون کو دیا جائے اور ۱/۳ کا حصہ مستورات موصوفہ پر وقف کیا گیا وغیرہ وغیرہ"

جہانتک وقف کی ماہیت متعلق ہے وہانتک اُس اعلان سے زیادہ تر کیا چیز صریح و واضح ہو سکتی ہے جو اس وقف نامہ مین کیا گیا ہے۔ واقف نے تمام حقوق ملکیت کو جائداد موقوفہ سے سلب کر لیا ہے اور اسکو بدر النساء اور اُسکی اولاد پر جبتک اُنمین سے کوئی موجود رہے ابداً و مؤبداً و خالداً و مخالداً وقف کر دیا ہے۔ اور جب اُنمین سے کوئی موجود نہ ہو تو واقف نے صاف لکھدیا ہے کہ اس وقف کی منفعت غربا و مساکین کو دی جائے۔ پس ظاہر ہے کہ اس وقف کے شرائط بالکل شرع محمدی کے موافق ہین۔

جب محمد حمید اللہ خان نے یہ نالش دائر کی کہ ایک جزء جائداد وقفی کا جو بعلت اجرائے ڈگری فروخت کر ڈالا گیا ہے وہ بیع منسوخ کیجائے اسواسطے کہ یہ جائداد وقفی ہے

۱؎ علی وجہ البر او علی وجہ الخیر او وجوہ الخیر او وجوہ الخیر والبر ۱۲ منہ

۲؎ لا رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۴ ۔ ۱۲ ۔ منہ

اور لائق انتقال نہین ہے۔ تو اس مقدمہ مین ہائی کورٹ نے امور ذیل تجویز کیے
(۱) جواز وقف اسپر موقوف ہے کہ مال وقف فقط خدا کی راہ مین یا امور مذہبی یا خیرات کے لیے دیا گیا ہو۔ (۲) جب کوئی چیز از روے شرع محمدی کسی خاص شخص اور اُسکی اولاد کو نسلاً بعد نسل دی گئی ہو اور جب اُنمین سے کوئی موجود نہ ہو تو غربا و مساکین پر وقف کی گئی ہو تو ایسا وقف صرف اُسوقت جائز ہوگا جبکہ وقف نامہ مین صدقہ کا لفظ لکھا ہو۔ امر اول کی نسبت ہائی کورٹ کلکتہ نے غالباً اُس فیصلہ سے دھوکھا کھایا ہے جو مقدمہ[۱] عبد الغنی حسن بنام حسین میان رحمت اللہ ہوا ہے۔ اس مقدمہ کا فیصلہ ہائی کورٹ بمبئی نے ایسے وجوہ سے کیا تھا جو صرف شرع محمدی پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ ایکا فیصلہ قانون انگلستان کے بموجب ہوا تھا جو دوام و استمرار وقف کے خلاف ہے اور جو اُس اصول کے بالکل منافی ہے جو شرع محمدی مین وقف کا رکھا گیا ہے۔ جو راے ہائی کورٹ نے اس مقدمہ مین اور نیز بمقدمہ محمد حمید اللہ خان بنام بدر النساء خاتون تحریر فرمائی ہے وہ وقف کے احکام شرعی کے غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کتب فقہ مین مسئلہ وقف کو صرف ایک نظر دیکھ لینا اس امر کے تصفیہ کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ جن ججون نے مقدمہ محمد حمید اللہ خان بنام بدر النساء خاتون کا فیصلہ کیا تھا اُنمین سے ایک جج نے اپنی اس راے مین ایک اور مقدمہ[۲] مین ترمیم فرمائی۔

اب رہا امر دوم یعنے یہ امر کہ جب کوئی شخص اپنی اولاد یا عیال پر وقف کرنا چاہے تو اُسکو صدقہ کا لفظ کہنا یا لکھنا ضرور ہے سو اس امر کے تصفیہ کے لیے حکم شرع بہت صاف ہے اُسکو ذیل مین ملاحظہ کیجیے۔

"اگرچہ صدقہ کا لفظ نہ کہا جائے بلکہ صرف وقف کا لفظ استعمال کیا جائے یعنی

---

[۱] انڈین لا رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۱ صفحہ ۱۰۔ ۱۲ امنہ [۲] لچھمی پت سنگھ بنام شاہ امیر عالم لا رپورٹ کلکتہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۲ – ۱۲ امنہ

واقف کہے کہ ، یہ زمین میری وقف ہے ، یا میں نے اپنی اس زمین کو وقف کیا ہے، تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین غربا پر وقف ہو جائیگی ۔ (یہ جب ہے جبکہ متولیوں کا ذکر نہ کیا گیا ہو) اور صدر الشہید اور مشائخ بلخ نے فرمایا ہے کہ فصل خصومات امام ابو یوسف کے قول کے موافق کیا جاتا ہے اور ہم (علماء ہندوستان) انھیں کے قول کے موافق اور نیز عرف کا لحاظ کر کے فتوی دیتے ہیں [1] عبارت تحت الخط نہایت اہم و ضروری ہے اور اسکا مفاد و مآل آگے چل کر معلوم ہو گا جب مسئلہ وقف کی تحقیق تفصیلاً کیجائیگی ۔ لیکن اسکے بعد جو عبارت لکھی ہے وہ غور طلب ہے "۔ اور اگر وہ کہے کہ ، یہ چیز اللہ تعالے کی راہ میں ہمیشہ کے لیے وقف کی گئی ، تو جائز ہے گو صدقہ کا لفظ نہ کہا ہو اور وہ چیز غربا پر وقف ہو جائیگی [1] ۔ امام ابو یوسف کا قول قول راجح ہے اور اس قول کے بموجب صرف لفظ وقف یا اسکے ساتھ لفظ حبس کہنے سے وقف ثابت ہوتا ہے [1] ، اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے اس زمین کو محترمہ کیا یا یہ محرمہ کی گئی ، تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بمنزلہ اسکے ہو گا کہ میں [2] نے اسکو وقف کیا ۔ اور اگر وہ کہے کہ ، وقف اور محرّم اور حبس کیا ، یا یہ کہے کہ ، وقف اور محرّم اور حبس کیا تا کہ یہ بیع نہ ہو سکے نہ ہبہ ہو سکے نہ میراث ہو سکے ، تو ان سب الفاظ سے موافق اقوال مشہورہ قول امام ابو یوسف وقف ہو جائیگا ، اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ ، کہ حبس کیا گیا اور خیرات میں دیا ، بمنزلہ یہ کہنے کے ہے کہ ، خیرات میں دیا گیا اور وقف کیا گیا ، اگر کوئی شخص کہے کہ ۔ یہ میری زمین فلان شخص پر وقف کی گئی ۔ یا میرے بیٹے پر یا میرے اقربا پر جو غریب اور نیک ہوں ، یا ایتام پر اور یہ وقف منسوخ نہ کیا جائے ، تو امام محمد کے نزدیک یہ وقف نہ ہو گا کیونکہ یہ وقف ایسے مقصد سے

---

[1] فتاوی قاضی خان جلد ۳ صفحہ ۲۷۳ - ۱۲ منہ [2] وذکر الوقف وحدہ او الحبس معہ یثبت بہ الوقف علی ما ھو المختار وھو قول ابی یوسف ساح عنایۃ ۱۲ منہ

[3] فتاوی قاضی خان ۱۲ - منہ

کیا گیا ہے جو قطع ہو سکتا ہے اور دائمی نہین ہے مگر امام ابو یوسف کے نزدیک وقف ہو جائیگا
کیونکہ وقف کا دائمی ہونا[1] انکے نزدیک شرط نہین ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ میری زمین
یا میرا مکان صدقہ موقوفہ ہے فلان شخص پر یا فلان شخص کی اولاد تو وہ لوگ جبتک زندہ
رہینگے اسکی منفعت یا پیداور کے مستحق ہونگے اور انکے مرنے کے بعد وہ غربا کو ملیگا۔ اگر کوئی
شخص کہے کہ میری زمین خدا کی راہ مین صدقہ ہے یا فی سبیل اللہ وقف ہے
تو یہ وقف ہو جائیگا۔ اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ میری زمین خدا کی راہ مین وقف ہے
یا قربۃ الی اللہ وقف ہے۔ یا وہ کہے کہ میری زمین کسی نیک کام کے لیے وقف ہے۔
تو بھی یہ وقف اسطرح جائز ہوگا کہ گویا اسنے صدقہ موقوفہ کا لفظ کہا ہے[2]
جب کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری اس راہ کے لیے ہے۔ اور وہ ایسے شہر مین
رہتا ہو جہان ایسے الفاظ سے عموماً وقف سمجھا جاتا ہو تو وہ زمین وقف ہو جائیگی۔ اگر ان
الفاظ کے یہ معنی عموماً نہ سمجھے جاتے ہون تو اس سے کہا جائے کہ انکی تشریح کرے اور اگر
وہ کہے کہ ان سے میری مراد وقف ہے تو یہی معنی ان الفاظ کے لیے جائینگے۔ اگر وہ کہے
کہ میری مراد صدقہ تھی یا مین نے کوئی خاص معنی نہین مراد لیے تھے تو ان الفاظ سے نذر
مراد لیجائیگی اور وہ زمین یا اسکی قیمت خیرات[3] مین دیجائیگی۔ جب کوئی شخص بیماری کے
عالم مین کہے کہ میرے اس مکان کی منفعت سے مہینہ مین دس درہم کی روٹی خرید کر
فقرا پر تقسیم کر دیا کرو۔ تو وہ مکان وقف ہو جائیگا۔ جب وہ کہے کہ مین نے اپنے مرنے
کے بعد اس مکان کو وقف کیا ہے یا مین وصیت کرتا ہون کہ میرے مرنے کے بعد یہ مکان
وقف کر دیا جائے تو ثلث مال مین وقف نافذ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ یہ صدقہ ہے
اور فروخت نہ کیا جائے تو یہ صدقہ یا نذر ہوگی وقف نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ ہبہ
نہ کیجائے اور نہ میراث مین دیجائے تو وہ غربا پر وقف ہو جائیگی۔

[1] محیط سرخسی ۱۲ منہ [2] ظہیریہ ۱۲۔ منہ [3] فتاوائے عالمگیری از محیط سرخسی ۱۲ منہ

فصل چہارم

شرائط متعلقۂ واقف

عام قاعدہ یہ ہے کہ جتنے اشخاص ہبہ کرنے کی قابلیت رکھتے ہین وہ سب وقف کرنے کی بھی لیاقت رکھتے ہین۔ واقف کو چاہیے کہ (۱) حُر ہو یعنے غلام نہ ہو۔ (۲) اتنی عقل رکھتا ہو کہ اپنے اِس فعل کی حقیقت کو سمجھ سکے یعنے صحیح العقل ہو۔ او کل وقف کا جائز ہونا اِسپر بھی موقوف ہے کہ (۳) واقف تندرست ہو یعنے ایسے مرض مین نہ مبتلا ہو جو انجام کار اُسکی ہلاکت کا باعث ہو۔ اِس صورت مین اگر وقف کسی وارث کو کیا ہو تو وہ مطلقاً باطل ہے (تاوقتیکہ دیگر ورثہ راضی نہون) اگر وقف کسی غیر شخص کو کیا ہو جو واقف کا وارث نہ ہو یا کسی کار خیر یا امر مذہبی کے لیے وقف کیا ہو تو ثلث مال مین نافذ ہوگا (۴) واقف کو چاہیے کہ مالک اس جائداد کا ہو جسکو وقف کیا ہے (۵) اُسکو چاہیے کہ بالغ ہو یعنے سن بلوغ شرعی کو پہونچ چکا ہو۔

واقف کی قابلیت شرعیہ پر سب فرقون کا اتفاق ہے۔ چنانچہ کتب شیعہ مین سے شرایع الاسلام مین لکھا ہے کہ ''واقف کو چاہیے کہ بالغ اور صحیح العقل ہو اور اپنی جائداد کو بلا قید اپنے مصرف مین لا سکتا ہو''۔ علی ہذا القیاس فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ ''منجملہ شرائط وقف کے واقف کا عاقل اور بالغ ہونا ہے کہ وقف لڑکے یا مجنون کا جائز نہین ہے''[1] مگر سفیہ کا فعل بالکل ناجائز نہین ہے۔ رد المحتار مین لکھا ہے کہ ''جو شخص سفیہ یعنے ضعیف العقل ہو اگر وہ کوئی چیز اپنے لیے اور اپنے مرنے کے بعد کسی اور مقصد کے لیے جو ضرور وقوع مین آئے وقف کرے تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے مگر اِسکا نفاذ صرف اُسوقت ہوگا جب قاضی اِسکو منظور کر لے''[2]

کسی شخص کا کوئی چیز اپنے اوپر وقف کرنا جائز ہے۔ جیسا ہدایہ مین لکھا ہے کہ ''

[1] بدایع ۱۲ منہ

وقف بہ نیت ثواب کیا جاتا ہے اور ثواب اس صورت مین بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مال وقف کی منفعت خود اپنے مصرف مین لائے جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو دے اُسنے زکات دی[۱]

پس جو شخص بالکل مجنون تو نہ ہو مگر سفیہ یا ضعیف العقل ہو جب ایک جزو کسی چیز کا اپنے نفس پر وقف کرے اور باقی اور لوگون پر وقف کرے تو جسقدر اُسنے اپنے نفس پر وقف کیا ہے وہ جائز ہوگا مگر جسقدر اور لوگون پر وقف کیا ہے وہ اس شرط سے جائز ہوگا کہ قاضی اُسکو منظور کر لے۔

ہر شخص جو بالغ و عاقل ہو وقف کر سکتا ہے۔ اور جن وجوہ سے ہبہ فاسد ہو جاتا ہے یعنی اکراہ یا داب ناجائز یا فریب یا وقف کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہ ہونا انھین وجوہ سے وقف بھی باطل ہو جاتا ہے[۲]۔ بمقدمہ ولروس بانو بیگم بنام نواب اصغر علیخان اپیلانٹ نے ۱۸۵۲ع مین ایک وقف نامہ تحریر کرکے اپنی تمام جائداد بعض مقاصد دینی کے لیے وقف کر دی تھی۔ جب رسپانڈنٹ نے یہ نالش دائر کی کہ مسماۃ مذکورہ کا انتظام مال وقف سے اُٹھا لیا جائے کیونکہ وہ اُسمین مداخلت بیجا کرتی ہے تو ہائی کورٹ نے فیصلہ ذیل صادر فرمایا۔

دو جج نے لکھا ہے کہ مدعا علیہا اب یہ نہین کہ سکتی کہ وہ اُن الفاظ کے معنی جو اُسنے استعمال کیے تھے یا اُن افعال کی حقیقت جنسے اُسنے اس وقف کی تکمیل کی تھی غلط سمجھی تھی۔ اور معمولی حالات مین البتہ یہی قیاس کیا جائیگا کہ جس شخص نے کوئی فعل عمداً اور سمجھ بوجھ کر کیا ہو وہ اُسکے نتیجہ سے واقف تھا مگر اس مقدمہ کی اور ہی کیفیت ہے۔ مدعا علیہا ایک مسلمان عورت پردہ نشین ہے اور جیسی مسلمان شرفا زادیون کی

---

[۱] ترجمہ انگریزی ہدایہ صفحہ ۲۳۸ – ۱۲ منہ [۲] جامع الشتات ۱۲ منہ [۳] لا رپورٹ کلکتہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۷ – ۱۲ منہ

عموماً کیفیت ہے اسی طرح وہ بھی ناخواندہ اور جاہل محض ہے۔ اُسکا اظہار جو لیا گیا تو
اُسنے حلفاً بیان کیا کہ مین اُس دستاویز کے معنی نہ سمجھی تھی جو میرے نام سے تحریر کی گئی تھی
یہ اُسنے تسلیم کرلیا ہے کہ میری خواہش یہ تھی کہ میری جائداد اسواسطے رکھی جائے کہ میری
مان کے دلیسہ وغیرہ کے رسوم اُس سے ادا کیے جائین اور جو کچھ اُن رسوم مین صرف ہو میرے
ورثہ شرعی کے ہاتھ سے صرف ہو۔ اور اِسی غرض سے مین نے اپنے ملازم معتمد علی ضامن سے
مشورہ لیکر ایک دستاویز پر دستخط کردیے تھے جسکی نسبت مجھسے یہ کہا گیا تھا کہ اِسکا اثر یہی ہوگا
اُسنے حلفاً بیان کیا ہے کہ تولیت نامہ فارسی مین پڑھ کر مجھکو سُنایا گیا تھا اور اُس زبان سے
مین محض ناواقف تھی اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ اِس دستاویز کی وجہ سے مین اپنے حقوق ملکیت سے
محروم ہوجاؤن گی۔ اِس بیان کی تردید مین کوئی شہادت بہنین پیش کی گئی ہے۔ صرف
تولیت نامہ کا ایک گواہ عبدالعزیز طلب کیا گیا تھا اور اُسنے یہ بہنین ثابت کیا کہ تولیت نامہ
زبان اردو مین پڑھ کر بیگم کو سنایا گیا تھا کہ اِس زبان کو وہ سمجھتی تھی یا یہ کہ اُسکا مضمون
اُس سے بیان کیا گیا تھا۔ خود بیگم کے افعال ابتدا ہی سے اِس بات کے بالکل منافی ہین
کہ وہ جانتی تھی کہ اِس تولیت نامہ سے میرے حقوق ملکیت زائل ہوگئے ہین۔ بلکہ تولیت نامہ
کے تحریر ہونے کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اُسنے اِس جائداد سے ایسی کارروائی شروع کی
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتک وہ اُسکو اپنا ہی مال سمجھتی تھی یعنی اُسکو خرید و فروخت کرتی رہی
اور قرض لیتی رہی اور مقرری پٹے دیتی رہی اور تمام معمولی حقوق مالکانہ کو عمل مین لاتی رہی
اور جن دستاویزون کے ذریعہ سے ایسے معاملات کرتی رہی اُنکو رجسٹری کرا کے اپنے
فعل کا اعلان و اشتہار بھی بخوبی کرتی رہی ۔ مزید بران مجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ جب
تولیت نامہ ۱۸۷۱ع مین تحریر ہوا اُسکے مدت مدید کے بعد صاحب کلکٹر ۲۴ پرگنہ نے
دلروس بانو بیگم کو پٹے دیے اور اُسکو اپنی جائداد کا مالک سمجھا۔ یہ بھی اِسکی دلیل ہے
کہ یہ جائداد وقفی کبھی نہین سمجھی گئی جیسا قانون ۱۹ سنہ ۱۸۸۱ع کا منشا ہے۔ قطع نظر اِسکے

یہ بھی گمان نہین ہو سکتا کہ اگر دلروس بانو بیگم یہ جانتی کہ جائداد کو وقف کر دینے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے تو وہ لگان کی رسیدون پر جو اسامیون سے ملتی تھین اپنے تئین متولیہ لکھتی اور اپنی جائداد کو مال وقفی لکھتی اور پھر اُس جائداد کو جو چاہتی کر تی جاتی گویا اُسنے اُسکو وقف نہ کیا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے افعال سے ازابتدا تا انتہا یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی جائداد کا ایسا انتظام کر رہی تھی کہ اُسکے ورثہ کا دعویٰ نہ چل سکے اور یہ جائداد اُسکے پاس خاص مقاصد کے لیے رہیگی مگر یہ خیال اُسکو ہمیشہ رہا کہ جبتک مین زندہ ہون مجھکو یہ حق حاصل ہے کہ جو چاہون اِس جائداد کو کرون ؎

مگر جب کوئی وقف ایک باضابطہ رجسٹری شدہ دستاویز کے ذریعہ سے ایسے شخص نے کیا ہو جو بالغ و عاقل ہو اور یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہ ہو کہ یہ وقف اکراہ یا داب ناجائز یا فریب سے وقوع مین آیا ہے تو وہ منسوخ نہ کیا جائیگا۔ بمقدمہ[۱] فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل معلوم ہوا کہ ایک سنی مذہب عورت نے ۱۶۔ نومبر ۱۸۶۶ع کو ایک وقف نامہ تحریر کر کے اپنی تمام جائداد مقاصد مندرجہ وقف نامہ کے لیے وقف کر دی اور اولاً اپنے لیے اور اپنی اولاد کے واسطے اور ثانیاً غربا کے لیے وقف کیا۔ ۱۸۸۱ع مین اُسنے اُس وقف کو منسوخ کرنا چاہا۔ تب حسب منشاء دفعہ ۵۲۷ مجموعہ ضابطہ دیوانی ایک مقدمہ دائر ہوا جسکا فیصلہ ویسٹ صاحب جسٹس نے حسب ذیل فرمایا۔

"وقف کو چاہیے کہ قطعی اور غیر مشروط ہو اور اُسکو منسوخ کرنا کسی کے اختیار مین نہ ہو۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کسی ایسے مقصد سے کیا گیا ہو جسمین کوئی قصور و فتور نہ واقع ہو اور قول مشہور یہی ہے کہ اُس مقصد کو چاہیے کہ تصریح کے ساتھ بیان کیا جائے۔ وقف نامہ متنازع فیہ مین وقف تصریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور مدعاعلیہا کی حیات تک مال موقوف کے منافع سالانہ اُسکو ملنا باعث عدم جواز

[۱] لا ریورٹ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۴۲ – ۱۲ سنہ

وقف کا نہین ہے کیونکہ ایسا نتیجہ صرف اسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ وقف نامہ مین یہ لکھا ہو کہ
جائداد وقفی کے عین کو فروخت کر کے محاصل بیع پر واقف تصرف کرے ۔مقدمہ دلروس
بانو بیگم بنام سید اصغر علی وقف اس وجہ سے ناجائز قرار دیا گیا تھا کہ واقفہ گو ایک متمول عورت
تھی مگر ناخواندہ تھی اور جب اُسنے امام باڑہ پر وقف کیا تھا تو اپنے فعل کی حقیقت کو نہ سمجھی تھی کہ
مین کیا کر رہی ہون ۔ وہ امام باڑہ مسماۃ مذکورہ کے گھر کے اندر تھا اور اُسنے اپنے تئین
خود متولیہ مقرر کیا تھا اور جو متولی اُسکا شریک تھا وہ مر گیا تھا۔ اور جائداد وقفی کبھی
یہ نہین سمجھی گئی کہ عام مذہبی مقصد کے لیے حسب منشاء ایکٹ ۲۰ سنہ ۱۸۶۳ع وقف کی گئی ہے
ہر بات سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ وقف واقعی نہین ہوا تھا مگر جس عالم جج نے عدالت کا فیصلہ
سُنایا اُسنے کہا کہ اگر وقف نامہ کو بیگم موصوفہ نے عمداً اور حقیقۃً تحریر کیا ہوتا تو وہ اُسکی پابند
ہو جاتی اور اسکو منسوخ نہ کر سکتی ۔ مگر اس مقدمہ مین واقفہ جائداد وقفی کی ملک
سے بالکل دست بردار ہو چکی ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ واقفہ نے اس مقدمہ
مین نادانی کی اور یہ بھی سچ ہے کہ جو وقف اُس لڑکی نے کیا ہو جسکا سن کل
چودہ برس کا ہو وہ بلا تحقیقات قائم نہین رکھا جا سکتا مگر اس مقدمہ مین مدعیہ
کے شوہر نے اپنی زندگی مین کبھی کوئی اعتراض نہین کیا اور خود مدعیہ اپنے اُس فعل
کو جو سن طفلی مین ہوا تھا پندرہ برس سے اسطرح تصدیق کرتی چلی آئی ہے کہ متولیان
سے مال وقفی کا منافع ہمیشہ وصول کرتی رہی ہے ۔پس اب وہ نہین کہہ سکتی کہ یہ
وقف اس وجہ سے باطل ہے کہ اسمین کوئی عیب شرعی ہے یا یہ کہ یہ وقف بلا ارادہ ہوا تھا"
"مقدمہ عبد الغنی قاسم بنام حسین میان اس دعوے کی دلیل ہے کہ از روے
شرع محمدی کسی خاندان کے فائدہ کے لیے لفظ وقف کہکر جائداد کو وقف کر دینا غیر موثر
ہو گا ۔مقدمہ بی بی کنیز فاطمہ بنام بی بی صاحب جان بعض مقاصد نیک کو لکھا ہے کہ

سلہ لا رپورٹ بمبئی جلد ۱۰ صفحہ ۱ - ۱۷ - ۱۲ امنہ سلہ ویکلی رپورٹر جلد ۸ صفحہ ۳۹۴ - ۳ - ۱۲ امنہ

وقف کا باعث و محرک ہوے تھے نہ یہ کہ وقف خود اُن مقاصد کے لیے کیا گیا تھا جنکی تکمیل وقف کی شرط قرار دی گئی ہو۔ یہ وقف عبادت خدا یا مقاصد دینی یا اغراض نیک کے لیے نہین ہوا تھا۔ اور بمقدمہ عبدالغنی قاسم بنام حسین میان بھی کسی ایسے مقصد کا دعوے نہین کیا گیا تھا۔ پس انمین سے کسی مقدمہ مین بھی وقف اُس معنی سے نہین ہوا جو معنی اسکے شرع محمدی مین ہین اور نہ وقف کے اوصاف شرعی پائے جاتے ہین۔ مگر بمقدمہ دیال چند ملک بنام سید کرامت علی واقف کا ارادہ صاف یہ تھا کہ اُس جائداد کو مقاصد مذہبی کے لیے وقف کرے۔ اگرچہ اس وقف مین اور قسم کے مضامین بھی شریک کر دیے تھے مگر وقف کو نافذ کر دیا تھا۔ اور بمقدمہ ظہور الحق بنام بہراج دناری کیمپ صاحب جسٹس نے فرمایا ہے کہ "ہماری راے یہ ہے کہ اگر جائداد وقفی کے منافع سے کچھ ایسے مصارف مقرر کر دیے جائین جو چند عرصہ مین خود بخود موقوف ہو جائینگے کہ وہ ایک ہی خاندان اور چند مقاصد مخصوصہ پر محدود و منحصر ہین اور جب وہ مصارف موقوف ہو جائینگے تو کل منافع انھین مقاصد اصلی کے لیے بعینہ باقی رہینگے جن مقاصد کے لیے وقف وقوع مین آیا تھا تو اس سے وقف از روے شرع محمدی ناجائز نہین ہو جاتا۔" اگر اس شرط کی تکمیل ہو جائے کہ آخر الامر مال وقف کسی مذہبی کام مین ضرور لایا جائے مگر بیچ مین وہ مال واقف کی اولاد اور اُسکی اولاد کو دیدیا جائے تو اس سے وقف ناجائز نہ ہو جائیگا۔ جو منافع وہ لوگ پے درپے پائین وہ از روے قانون انگلستان وقف نہ سمجھے جائینگے مگر از روے شرع محمدی مبطل وقف نہ ہونگے بشرطیکہ وہ کار خیر جسکے لیے جائداد وقف کی ہے صاف صاف بیان کر دیا گیا ہو"

"جن مقدمات کا مین نے حوالہ دیا ہے انمین سے بعض مقدمات مین یہ لکھا ہے کہ وقف صالح یعنی وقف لاتملیک قابل تنسیخ نہین ہے۔ اور خود وقف کی تعریف سے

ؔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۶ - ۱۲ مئی سنہ ؔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۳ صفحہ ۲۳۵ - ۱۲ مئی سنہ

یہی ثابت ہوتا ہے۔ وقف کا نتیجہ یہ ہے کہ جب مال وقفی کا ملک واقف اپنے اختیار مین رکھتا ہے تب بھی اُسکا منافع اُسکی ملک سے نکل جاتا ہے۔ اِس مقدمہ مین ملک متولیان کو دیدیا گیا ہے۔ اگر منجملہ متولیان جو متولی زندہ رہ گیا ہو وہ اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہے جو از روے شرع محمدی اُسکی راے پر موقوف ہے تو مدعی یا اُسکے قائم مقام اُس وقف کو نافذ کرا سکتے ہین مگر جب ایک مرتبہ وقف ہو چکا تو پھر منسوخ نہین ہو سکتا۔ اگر وقف کے درمیانی مقاصد فوت ہو جائین تو شرع محمدی کا مسئلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقف کا مقصود اصلی جو خیرات یا کار خیر ہے وہ نہین جاتا رہتا بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے کیونکہ غرض اصلی تو وہی سمجھی جاتی ہے جسکے ضمن مین یہ مقاصد درمیانی انجام دیے گئے ہین۔ پس جب وقف کی اِسقدر عظمت کیجاتی ہے تو واقف کے اختیار تنسیخ وقف کو تسلیم کر لینا خلاف عقل ہے۔ بلکہ یہ اختیار نہین تسلیم کیا گیا ہے لہذا جتنی بحثین عدالتمین پیش کی گئی ہین اُن سب کا تصفیہ مین مدعی کے خلاف کرتا ہون ۱ؔ

ویسٹ صاحب جنٹس کا فیصلہ اصول مفصلۂ ذیل پر مبنی ہے۔

(۱) از روے شرع حنفی جائز ہے کہ واقف اپنے نفس پر وقف کرے۔

(۲) جب ایک مرتبہ وقف جائز طور سے ہو گیا ہو تو پھر منسوخ نہین ہو سکتا۔

(۳) وقف کے مقاصد درمیانی کے فوت ہو جانے سے اُسکا مقصود اصلی جو غربا و مساکین کی پرورش ہے کسی طرح باطل یا ناجائز نہین ہو جاتا

از روے شرع محمدی ہر وقف جسمین اور کسی مقصد کی تصریح نہ کر دی گئی ہو اُسکے مستحق غربا و مساکین ہین۔ پس کوئی وقف ناکام نہین رہ سکتا۔

وقف کرنے مین اسلام شرط نہین ہے۔ مگر حکم شرع یہ ہے کہ واقف اور موقوف علیہ مین مناسبت ہونی چاہیے ۱ؔ مثلاً کافر کسی مسجد کے لیے وقف نہین کر سکتا نہ مسلمان

(۱) فتاوی عالمگیری صفحہ ۵ - ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶ - ۱۲ منہ

کسی بتخانہ کے لیے وقف کر سکتا ہے۔

اگر کوئی مرد مسلم مرتد ہو جائے تو اُسکا وقف باطل ہے یعنے اگر کوئی شخص وقف کرنے کے بعد مرتد ہو جائے یعنے دین اسلام کو ترک کرے تو وہ وقف باطل ہو جائیگا لیکن اگر کوئی شخص مرتد ہونے کے بعد وقف کرے تو وہ جائز ہے[۱]۔

اگر کوئی عورت وقف کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ وقف باطل نہ ہوگا۔

شرع محمدی کے رو سے ہر مذہب و ملت کا آدمی وقف کر سکتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وقف مین اور اُسکے مقاصد مین کچھ علاقہ ہو جیسا سابق مین بیان کیا گیا مثلاً مسلم کسی بت پر یا کسی کلیسا یا گرجا پر یا اور کسی چیز پر جو شرع شریف مین ناجائز اور غیر مشروع ہو وقف نہین کر سکتا۔ علیٰ ہذا القیاس نصرانی یا یہودی اپنے مکان کو مسلمانون کی عبادتگاہ یعنی مسجد نہین بنا سکتا اور اپنے ورثہ کو اُس سے محجوب الارث نہین کر سکتا۔ فتاوائے عالمگیری مین یہ مسئلہ بعبارت ذیل بیان کیا ہے۔

"اگر کوئی کافر ذمی اپنے مکان کو مسجد بنائے اور اُسکو اُس طرح تعمیر کرے جسطرح مسلمان مسجد بنواتے ہین اور اُنکو اُسمین نماز پڑھنے دے اور اِسکے بعد وہ مرجائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ مسجد اُسکے ورثہ کا مال ہو جائیگی اور اگر کوئی کافر ذمی اپنے مکان کو بتخانہ یا کلیسا یا آتشکدہ بنائے درحالیکہ وہ صحیح و سالم ہو اور اُسکے بعد مرجائے تو وہ اُسکے ورثہ کا مال ہو جائے گا"

---

[۱] قولہ اذا ارتد المسلم بطل وقفہ و یصیر میراثا سواء قتل علی ردتہ او مات او عاد الی الاسلام الا ان عاد الوقف لحبد عودہ الی الاسلام ولیصح وقف المرتدۃ لانہا لا تقتل - بحر - وفی ہذہ المسئلۃ الاعتقاد فی الابتداء لا فی البقاء عکس القاعدۃ لان الردۃ المقارنۃ للوقف لا یبطلہ بل یتوقف بخلاف الطاریۃ فانہا یبطلہ وسیاتی تمام الکلام علی ذلک فی الفصل الاتی — بحر الرائق - رد المحتار باب ۳ صفحہ ۵۵۷ - ۲ اسنہ

یہ بھی ضرور ہے کہ جس چیز کو وقف کیا ہے وہ وقف کرنے کے وقت واقف کا مال ہو یعنی واقف اسمین تصرف کرسکے۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی جائداد کو وقف کرے جسپر وہ ناجائز طور سے قابض تھا اور بعد ازان اسکو اسکے مالک سے خرید لے تو وقف ناجائز ہوگا۔ علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص دوسرے کی اراضی کو کسی کار خیر کے لیے وقف کرے اور بعد اسکے اس زمین کا مالک ہوجائے تو یہ جائز نہین ہے۔ لیکن اگر اس اراضی کا مالک اس وقف کی تصدیق کردے تو وہ وقف جائز ہوجائیگا۔

جب کوئی شخص کچھ جائداد کسی کو از روے وصیت دیجائے اور موصی لہ موصی کی وفات کے پیشتر اور قبل اسکے کہ وہ جائداد اسکی ملک مین آجائے اسکو وقف کردے تو یہ ناجائز ہے وہ جائداد بھی وقف نہین ہوسکتی جسمین پوراحق ملکیت واقف کو نہ حاصل ہو۔ مگر اس قاعدہ کے چند مستثنیات ہین۔

(۱) اگر ہبہ ناجائز کے ذریعہ سے اراضی پر قبضہ کرکے اسکو وقف کردیا ہو تو ایسا وقف جائز ہوگا اور اسکی قیمت کا ذمہ دار موہوب لہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص بیع ناجائز کے ذریعہ سے کوئی چیز خرید کر اور اسکو اپنے قبضہ مین لاکر غرباء و مساکین پر وقف کردے تو ایسا وقف اس شرط سے جائز ہوگا کہ اس چیز کی قیمت بایع کو دینی پڑیگی لیکن اگر قبضہ کرنے سے پیشتر اسکو وقف کردیا ہو تو وقف ناجائز ہوگا۔ جب کوئی شخص اراضی تو جائز طور سے خریدے مگر قبضہ کرنے اور زر ثمن دینے سے پیشتر اسکو وقف کردے تو یہ وقف اسوقت تک معطل رہیگا جبتک کہ وہ اسکی قیمت ادا کرکے اسپر قبضہ کرلے۔ جب وہ یہ کرلےگا تب وہ وقف جائز ہوجائیگا۔ لیکن اگر وہ مرجائے اور کچھ جائداد نہ چھوڑ جائے اور وہ اراضی فروخت کیجائے تو وہ وقف باطل ہوجائیگا۔ اور اگر اس جائداد مین کوئی حق ثابت کردیا جائے یا کوئی شخص اسکو خرید چکا ہو تب کوئی شفیع اسمین حق شفعہ کا دعوے کرے تو وہ وقف باطل ہوجائیگا

سلہ نہر الفائق ۱۲ منہ

احکام مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو جائداد کسی شخص کے قبضہ مین بذریعہ کسی عطیۂ مشروط کے ہو اُسکو وقف کرنا جائز نہین ہے تاوقتیکہ اصل معطی کی منظوری سے نہ وقف کیا جائے۔

مگر یہ ضرور نہین ہے کہ وقف کرتے وقت کل جائداد وقفی واقف کے قبضہ مین ہو بلکہ جس جائداد کو واقف وقف کرنے کے بعد حاصل کرے اُسکو بھی مال وقفی مین شرعًا داخل کرسکتا ہے[1]۔ اور یہ بھی ضرور نہین ہے کہ جو جائداد وقف کی گئی ہے وہ اور لوگون کے حقوق و دعاوی سے بری ہو۔ لہذا جو جائداد اسامیون کی کاشت مین ہو یا رہن یا مکفول ہو اُسکو وقف کرنا جائز ہے۔

چنانچہ فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ وہ یہ ضرور نہین ہے کہ مال وقفی دیگر اشخاص کے حقوق سے بالکل بری ہو یعنی مثلًا رہن ہو یا پٹہ پر دی گئی ہو۔ پس اگر کوئی شخص اپنی اراضی کا پٹہ دیکر قبل اختتام میعاد پٹہ اُسکو وقف کردے تو وہ وقف جائز اور واجب العمل موافق اُن شرائط کے ہوگا مگر وہ پٹہ نہین ناجائز ہو جائیگا اور جب اُسکی میعاد ختم ہو جائیگی تو وہ اراضی اُن مقاصد کی طرف عود کریگی جن مقاصد سے وقف کی گئی تھی۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنی زمین کو رہن کرے اور قبل فک رہن اُسکو وقف کردے تو وہ زمین رہن سے نہ نکالی جائیگی اور اگر وہ سالہا سال مرتہن کے قبضہ مین رہے اور بعد ازان فک رہن کیا جائے تو اُن اغراض کی طرف عود کریگی جن اغراض سے وقف کی گئی تھی۔ اور اگر راہن قبل فک رہن مر جائے مگر اُس زمین کے فک رہن کے موافق کچھ مال چھوڑ جائے تو اُسکا فک رہن کرالیا جائیگا اور وہ وقف واجب العمل ہوگا۔ لیکن اگر اُسنے اُس مقصد کے لیے کافی مال نہ چھوڑا ہو تو وہ اراضی بیع کیجائیگی اور وہ وقف باطل ہو جائیگا۔ اور

[1] سائیرا صاحب کی کتاب صفحہ ۳۸۹ - ۱۲ منہ

درصورت پٹہ کے جب معاہدہ کنندہ فریقین مین سے کوئی فریق مرجائے تو وہ پٹہ کالعدم ہو جائیگا اور وہ زمین فوراً وقف ہو جائیگی[سلہ]۔

جب کوئی شخص جو مقروض ہو اپنی اولاد کے نام اس نیت سے وقف کرے کہ اُسکو اپنا قرضہ نہ ادا کرنا پڑے یعنی اپنے قرض خواہون کو محروم رکھنے کے قصد سے وقف کرے تو فتاواے مفتی ابوسعید کے موافق ایسا وقف جائز نہین ہے۔

جب جائداد مرہونہ وقف کردیجائے اور قبضہ بھی کرادیا جائے اور وہ وقف نافذ ہو جائیگا اور قاضی واقف سے زر رہن جبراً دلوا دیگا بشرطیکہ وہ مقدرت رکھتا ہو لیکن اگر وہ زر رہن کے ادائی کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو وہ وقف منسوخ کیا جائیگا اور اُس جائداد کو فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا۔

لیکن اگر کوئی شخص وقف کرنے کے وقت اپنا قرضہ ادا کرنے کی مقدرت مطلق نہ رکھتا ہو اور جو جائداد اُسنے وقف کی ہے وہ سب قرضہ مین دیدی جائے تب بھی قرضہ باقی رہے تو قرضدار ہونے کی وجہ سے وہ وقف سے بری سمجھا جائیگا اور وہ وقف باطل ہوگا۔

[سلہ] فتاواے عالمگیری صفحہ ۸۵ ہ۔ جب وہ زمین زر رہن ادا کرنے کے لیے فروخت کیجائے تو یہ نہین لازم آتا کہ اُسکا وقف بالکل باطل ہو جائیگا۔ بلکہ زر رہن ادا کرنے کے بعد جو کچھ باقی بچیگا وہ وقفی قرار دیا جائیگا۔ ردالمحتار دیکھیے۔

پٹہ یا اجارہ کا اجیر یا مستاجر کے مرنے کے بعد باطل ہو جانا ایک نتیجہ ضروری و لابدی شرع حنفی کا ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک اجارہ اجیر یا مستاجر کے مرنے کے بعد نہین قائم رہ سکتا۔ مگر اس ملک مین پٹے زمیندار یا اجیر کے ورثہ اور قائم مقامون پر واجب العمل ہوتے ہین اور اکثر موروثی ہوتے ہین لہذا یہ اصول شرع حنفی کا اس ملک مین نہین جاری ہو سکتا۔ پس جب ایک قطعہ اراضی اجارہ موروثی پر دیدیا گیا ہو تو وقف نہین ہو سکتا۔ اس زمین کا لگان وقف ہو جائیگا مگر خود وہ زمین نہ وقف ہو گی۔ ردالمحتار دیکھیے۔ ۱۲ منہ

جو اصول ایسی صورتون سے متعلق ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وقف کرنے کے وقت واقف کا قرضہ کا بار عظیم ہو مگر اور کوئی جائداد رکھتا ہو جس سے وہ قرضہ ادا ہو سکے تو وہ وقف جائز ہوگا۔ لیکن اگر وہ اور کوئی جائداد نہ رکھتا ہو اور مال وقفی پر اُسکا قرضہ عائد ہوتا ہو تو وہ مال فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائے اور جو کچھ محاصل بیع مین سے باقی رہیگا وہ اُس وقف کے مصرف مین سے لایا جائیگا۔ مگر جو وقف قرض لینے سے پیشتر کیا گیا ہو وہ جائز ہے اور اُسپر واقف کا قرضہ عائد نہ ہوگا

کل وقف کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وقف کرنے کے وقت واقف مرض الموت مین نہ مبتلا ہو۔ جو وقف اُس شخص نے کیا ہو جو مرض الموت مین مبتلا ہو اور اسی بیماری مین مر جائے وہ بطور وصیت کے نافذ ہوگا یعنی واقف کے ثلث مال مین نافذ ہوگا۔ مگر جو شخص ایسی بیماری کی حالت مین وقف کرے جس سے اُسکو شفا حاصل ہو وہ وقف کل جائداد مین نافذ ہوگا چنانچہ ردالمحتار مین لکھا ہے کہ وہ وقف اُس شخص کا جو مرض الموت مین مبتلا ہو اُس ہبہ کا حکم رکھتا ہے جو کسی شخص نے مرض الموت کی حالت مین کیا ہو اور قبضہ بھی کرا دیا ہو یعنے وہ وقف ثلث مال مین نافذ ہوگا۔ لیکن اگر ورثہ راضی ہو جائین تو کل مال مین نافذ ہوگا۔ اور اگر بعض ورثہ راضی ہو جائین تو بقدر اُنکے سہام شرعیہ کے وقف نافذ ہوگا[1]

قاضی خان نے امام ابو الفضل کے قول کو سند گردانکر لکھا ہے کہ مال وقفی کے اعتبار سے وقف کی تین قسمین ہین۔

(۱) جب وقف عالم صحت نفس مین کیا جائے۔

(۲) جب وقف حالت مرض مین کیا جائے۔

(۳) وہ وقف جسکا نفاذ موت پر موقوف رکھا جائے۔

---

[1] ردالمحتار از نہر الفائق ۱۲ منہ

پہلی قسم کے وقف مین تبدیل قبضہ اور تصرف شرط ہے۔ مگر تیسری مین شرط
نہین ہے کیونکہ وہ ایک قسم کی وصیت ہے۔ دوسری قسم مانند پہلی قسم کے ہے گو اُسکا نفاذ واقف
کے ثلث مال مین ہوتا ہے مثل اُس ہبہ کے جو مرض الموت کے عالم مین کیا گیا ہو۔[۱]
سابق مین بیان کیا گیا کہ وقف منسوخ نہین ہو سکتا۔ مگر جو وقف واقف نے اس
غرض سے کیا ہو کہ اُسکے مرنے کے بعد نافذ کیا جائے جسکو وقف یا لوصیت کہتے ہین
اُسکو واقف اپنے مرنے کے قبل ہر وقت منسوخ کر سکتا ہے۔

فصل پنجم

وقف کا تحقیق۔

وقف کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ شے موقوف مین کچھ شک وابہام نہو۔ یہ شرط
نہین ہے کہ جس مقصد شئے وقف کیا گیا ہے اُسمین کچھ شک نہو۔ وقف کی غرض کا
مشکوک ہونا اُسکے عدم جواز کا باعث نہین ہوتا بلکہ اکثر اسکا باعث ہوجاتا ہے کہ
مال وقفی وقف کے مصرف اصلی مین جلد لایا جاتا ہے اور وہ مصرف غربا و مساکین
کو دینا ہے جنکی کبھی کمی نہین ہوتی۔

مگر مال[۱] موقوف کو مشکوک نہونا چاہیے۔ پس اگر کوئی شخص اپنی کچھ زمین وقف
کرے مگر اسکی تصریح نہ کرے تو وہ وقف باطل ہے الا اینکہ قرائن سے معلوم ہو جائے
کہ اُسکا ارادہ وقف کرنے کا تھا کہ اس صورت مین وقف اصول استحسان کے
موافق جائز ہو جائیگا۔

اور یہ بھی شرط ہے کہ وقف کا نفاذ کسی ایسے امر پر موقوف رکھا جائے جسکے وقوع

---

[۱] فتاواے عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۵۰۸ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۵۶۰۔ دیکھو مقدمہ جگت منی چودھرائن
بنام رام جنبی بی بی (انڈین لا رپورٹ جلد ۱۰ صفحہ ۵۳۳ سلسلہ کلکتہ) جسمین فیلڈ صاحب جسٹس نے
وقف کے لوازم کو نہایت واضح طور سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ

اور عدم وقوع دونون کا احتمال ہو۔ مگر ایسی شرط سے جسکا نفاذ فوراً ہو سکے وقف باطل نہ ہوگا۔ اکثر کتب فقہ مین اِن دونون مسئلون مین فرق بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کچھ عبارتین اس مقام پر تمثیلاً نقل کیجاتی ہین تاکہ ہمارا مطلب صاف ہو جائے۔ "اگر کوئی شخص کہے کہ اگر میرا بیٹا آجائے تو میرا مکان غربا و مساکین پر وقف ہے اور اُسکا بیٹا آجائے تو وہ مکان وقف نہ ہوگا[۱]۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ یہ زمین میری وقف ہے اگر فلان شخص کی مرضی ہوئے اور وہ شخص اپنی مرضی ظاہر کرے تو بھی وقف باطل ہوگا[۲] لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ اگر یہ مکان میرا مال ہے تو یہ وقف کیا گیا تو وقف جائز ہوگا اگر وقف کرنے کے وقت فی الواقع اُسی کا مال ہو اسواسطے کہ اِس صورت مین وقف ایسی شرط پر موقوف رکھا گیا ہے جسکی تکمیل ہو گئی ہے اور وقوع یا عدم وقوع کا احتمال نہین ہے[۳]۔ اگر کسی شخص کا مال گم ہو جائے اور وہ کہے کہ اگر مجھے وہ مال ملجائے تو خدا کی قسم مین اپنی زمین کو خدا کی راہ مین وقف کرونگا اور وہ مال اُسکو ملجائے تو اُسپر فرض ہے کہ اُس زمین کو اُن لوگون پر وقف کردے جنکو وہ شرعاً زکات دے سکتا ہے اور اگر اُس زمین کو اُن لوگون پر وقف کرے جنکو شرعاً زکات نہین دے سکتا تو وقف جائز نہ ہوگا نہ وہ اپنی قسم سے بری الذمہ ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ جب فلان شخص آجائیگا یا جب مین فلان شخص سے کلام کرونگا تو یہ میری زمین وقف ہو جائیگی تو ایسے وقف کی پابندی فرض ہے کیونکہ یہ قسم اور عہد کی قسم سے ہے اور اگر وہ شرط وقوع مین آجائے تو اُسپر اُس زمین کو خدا کی راہ مین دیدینا فرض ہو جائیگا اگر یہ وقف نہین ہے[۴]۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اگر مین اس بیماری سے مرجاؤن تو مین نے اپنی اس زمین کو وقف کیا ہے تو ایسا وقف جائز نہین ہے خواہ وہ شخص مرجائے خواہ نہ مرے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ اگر مین اس بیماری سے مرجاؤن تو میری اِس زمین کو

---

[۱] فتح القدیر سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۲] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۳] فتاوائے قاضی خان ۱۲ منہ [۴] سراجیہ سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۵] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ

رہیگی، اور اور کچھ نہ کہے تو وہ وقف غربا و مساکین کے فائدہ کے لیے استمراری ہو جائیگا کیونکہ ان
الفاظ سے وصیت کے معنی پائے جاتے ہین[1]۔ اور اگر کوئی شخص کہے کہ یہ میری زمین صدقہ
ہے اور میرے مرنے کے بعد فلان شخص پر سال بھر کے لیے وقف کی گئی۔ اور جب سال بھر
ہو جائیگا تو وقف باطل ہو جائیگا، تو اسکے مرنے کے بعد وہ زمین اُس شخص پر جسکا نام
اُسنے لیا ہے برس روز تک وصیت کا حکم رکھے گی بعد اُسکے غربا و مساکین پر وقف ہو جائیگی
اور اُسکی پیداوار اُنپر تقسیم کر دیجائیگی۔ لیکن اگر وہ یہ کہے کہ "یہ میری زمین میرے مرنے کے بعد
فلان شخص پر برس روز تک وقف رہیگی"، اور اور کچھ نہ کہے تو سال بھر تک اُس زمین کی
پیداوار اُس شخص کو ملے گی بعد اُسکے اُسکے ورثہ کو ملیگی[2]۔

پس استمرار ایک شرط ضروری وقف کی ہے۔ مگر اس لفظ کو وقف کرنے کے وقت
کہنا کچھ ضرور نہین[3] ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ جسقدر مال وقف مین سے آخر کو باقی رہجائے
اُسکو چاہیے کہ ایسے مقصد کے لیے ہو جو صریحاً یا ضمناً فوت نہ ہو سکے۔ مالکیہ کے نزدیک
وقف ایک میعاد معیّن و محدود تک کرنا جائز ہے مگر حنفیہ کے نزدیک نہین جائز ہے۔
بلکہ حنفیہ کا قول یہ ہے کہ اگر وقف اور اعتبارات سے درست ہو تو میعاد معیّن کی قید
باطل ہو جائیگی اور وہ وقف استمراری ہو جائیگا۔ اگر وقف کا کوئی ایسا مقصد بیان
کیا جائے جسکے فوت ہو جانے کا احتمال ہو تو اس وجہ سے وہ وقف نہ باطل ہوگا بلکہ
مابقی مال وقفی غربا و مساکین کے مصرف مین آئیگا۔ عبارت ذیل ردالمحتار سے نقل
کیجاتی ہے تاکہ اس مسئلہ کی کیفیت خوب معلوم ہو جائے۔

"امام ابو یوسف کے نزدیک وقف کا اعلان ایسا ہے جیسے بردہ آزاد کرنے کا اظہار۔

[1] محیط سرخسی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [2] فتاوائے قاضی خان۔ ان دونون صورتون مین یہ فرق ہے کہ ایک صورت مین صدقہ کا لفظ استعمال کیا ہے اور دوسری صورت مین یہ لفظ نہین کہا ہے ۱۲ منہ [3] ردالمحتار اس مسئلہ مین علماء شیعہ کے اقوال اور ہین لہذا وہ علحدہ بیان کیے جائینگے ۱۲ منہ

وقف کردیناٗ تو ایسا وقف جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اُسنے ایک وکیل اپنا شرطیہ مقرر کیا اور یہ شرعاً درست[۱] ہے۔

اگرچہ از روے مذہب حنفی آدمی کو اپنے نفس پر وقف کرنا جائز ہے مگر وہ اختیار اپنے واسطے نہین باقی رکھ سکتا کہ مال وقفی کو بیچکر محاصل بیع کو اپنے مصرف مین لائے[۲]۔

جن وقف مین اختیار کی قید لگا دیجائے وہ بھی ناجائز ہے۔ چنانچہ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ "وقف مین کسی اختیار کی قید بھی نہ لگانی چاہیے کیونکہ اگر کوئی شخص اِس شرط سے وقف کرے کہ مجھکو اسمین اختیار رہیگا تو امام محمد کے نزدیک ایسا وقف جائز نہ ہوگا خواہ اُسکا وقت معلوم ہو خواہ نہ ہو اور گو وہ شرط منسوخ کردیجائے تو بھی اُنکے نزدیک وقف جائز نہوگا۔ مگر امام ابویوسف نے فرمایا ہے کہ اختیار کی شرط خود واقف کے باب مین تین روز تک جائز رہیگی اور صاحبین نے اِس مسئلہ مین اتفاق کیا ہے کہ جب کوئی مسجد اس شرط سے وقف کیجائے کہ واقف کو اسمین اختیار رہیگا تو وقف صحیح ہوگا مگر وہ اختیار باطل ہوگا[۳]"۔

فتاواے عالمگیری مین لکھا ہے کہ "سب علمار کا اتفاق ہے کہ استمرار بھی ایک شرط وقف کی ہے اگرچہ امام ابویوسف کے نزدیک استمرار کا لفظ کہنا شرط نہین ہے اور حق یہی[۴] ہے۔ جب کوئی شخص اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی میعاد معین تک وقف کرے اور اور کوئی لفظ نہ کہے تو وہ وقف جائز اور استمراری ہے۔ لیکن اگر وہ کہے کہ یہ میری زمین ایک مہینہ کے لیے صدقہ ہے اور جب ایک مہینہ گذر جائیگا تو وقف باطل ہوجائیگا" تو بعض علما کے نزدیک ایسا وقف اُسی وقت باطل ہوجائیگا اِسواسطے کہ جب استمرار وقف کی شرط ہے تو کسی خاص وقت کا مقرر کردینا درست نہین[۵] ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ ہے اور میرے مرنے کے بعد برس روز تک وقف

---

[۱] جوہرۃ النائرہ سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۲] فتاواے عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۵۹۴ مین نہر الفائق سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۳] کافی سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۴] فتاواے قاضی خان ۱۲ منہ

پس اُنکے نزدیک منتقل کردینا یا علحدہ کردینا ضرور نہین ہے[1]۔ بلکہ اعلان یا اظہار کافی ہے جس طرح بردہ آزاد کرنے کا اظہار اُسکے آزاد ہونے کو کافی ہے۔ اس واسطے کہ لفظ وقف مین زوال حق ملکیت کے معنی موجود ہین۔ وقف مین استمرار کی نیت کرنا ضرور ہے مگر لفظ استمرار کہنا کچھ ضرور نہین[2] ہے۔ وقف استمرار پر دلالت کرتا ہے لہذا اگر واقف کہے کہ فلان جائداد کو مین نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور اَور کچھ نہ کہے تو وہ وقف جائز ہوگا اور جب اسکی کوئی اولاد نہ باقی رہیگی تو اُس جائداد کی آمدنی غربا و مساکین کے مصرف مین لائی جائیگی جو ہمیشہ موجود رہتے ہین[3]۔

امام ابو یوسف کے نزدیک لفظ وقف کی طرح لفظ صدقہ بھی دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونون بدل سکتے ہین لہذا اُنکا قول یہ ہے کہ اگرچہ غربا کا ذکر نہ کیا ہو تاہم جب موقوف علیہم نہ باقی رہینگے تو مال وقف کا منافع غربا کو دیا جائیگا۔ صدقہ کا لفظ کہدینا ایسا ہے جیسے دوام و استمرار کا لفظ کہدیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کوئی لفظ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہو وقف کے لیے کافی ہے۔ مثلاً ان الفاظ سے وقف کیا جائے کہ وہ غربا پر یا صدقہ موقوفہ خدا کی راہ مین یا موقوفہ احسان یا خیر کے لیے یا جہاد یا تجہیز و تکفین یا مقابر کے لیے وقف کیا گیا[4] یا صرف ایک شخص خاص پر وقف کرنا بالاتفاق ناجائز ہے لیکن اگر صرف صدقہ موقوفہ کا لفظ کہا جائے تو وقف باطل نہ ہوگا کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف خیرات پر دلالت کرتا ہے لہذا جب کوئی اُسکا مستحق نہ رہیگا تو وہ خواہ مخواہ غربا و مساکین کو ملیگا اور یہی قول معتبر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر تین پشت تک صدقہ موقوفہ کرے تو وہ قیامت تک وقف رہے گا۔ اگر کسی خاص مسجد کے نام وقف کیا جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ وقف جائز ہے اور لفظ استمرار

---

[1] مالکیہ اور شیعہ کے نزدیک تبدیل قبضہ ضرور ہے ۱۲ منہ [5] اسمین شیعہ نے حنفیہ سے اتفاق کیا ہے گو شیعہ کے نزدیک عمرہ جائز ہے ۱۲ منہ ۔

کہنے کی ضرورت نہین ہے۔ اسواسطے کہ مسجد ایک دائمی چیز ہے اور اسی قول کو محیط کرخی نے
بحرالرائق سے نقل کر کے معتبر قرار دیا ہے ۱۲ہ
قاضی خان کے نزدیک یہ بات بالتصریح کہدینا کہ وقف کیا جاتا ہے وقف کو کافی ہے
جب صدقہ موقوفہ ایک میعاد معیّن تک کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ اُس میعاد کے گذرنے
کے بعد مال وقفی وقف پر عود کریگا تو وہ وقف استمراری ہو جائیگا مگر جب یہ شرط کر لیجائے
کہ وہ واقف کی طرف عود کریگا تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا وقف باطل ہے[1]۔
غربا ءومساکین کے لیے قبور کھودنے اور کفن مہیا کرنے کے لیے وقف کرنا جائز ہے۔
امام علی الصفدی کا قول ہے کہ صوفیون پر وقف کرنا جائز نہین ہے مگر اس قول کا
انکار اور علماء نے کیا ہے۔ اور شمس الائمہ نے فرمایا ہے کہ وقف سب غرباء ومساکین پر
جائز ہے اور جب وقف ایک گروہ عظیم پر کیا جائے تو اُس سے یہی سمجھا جائیگا کہ اُس گروہ
مین جو غرباء ومساکین ہین انپر کیا گیا ہے اور اگر وقف عمیم المعنی الفاظ سے کیا جائے جنمین امرا
وغرباء دونون داخل ہون تو جن اشخاص یا جس فرقہ کا انتفاع اُس سے مقصود ہے اسکی تصریح
کردینی چاہیے یا یہ کہ واقف کے کلام سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے کہ گو اُسنے عمیم المعنی الفاظ
کہے ہین مگر اُسکی نیت یہی تھی کہ غرباء اِس سے انتفاع کے مستحق سمجھے جائین مثلاً اگر عموماً
ایتام پر وقف کیا ہو تو ایسا وقف جائز ہے اور اُسکا منافع غریب یتیمون کے مصرف
مین لایا جائے۔ اور اسی طرح مشلول اور مصروع اور عمیان یعنی لنگڑون لولون مرگی
والون اور اندھون پر وقف کرنا جائز ہے اور حفاظ قرآن اور فقہاء ومحدثین وغیرہم پر بھی
وقف کرنا جائز ہے۔ اور وہ وقف اُن مین سے جو لوگ محتاج ہون اُنکے مصرف مین

---

[1] امام ابو یوسف کے قول کی پابندی کرنی چاہیے اور فتوے بحر اور صدر الشریع اور رد المحتار کے موافق ہے ۱۲ منہ [2] ہلال کا قول یہ ہے کہ ایسا وقف اُس میعاد معیّن تک جائز ہوگا اور یہی قول
شیعون کا بھی ہے۔ ۱۲ منہ

لایحتاج ائے کیونکہ ان الفاظ سے افلاس ہی مفہوم ہوتا ہے۔ اسواسطے کہ اندھے اور لنگڑے لولے اور جو لوگ تحصیل علم مین مشغول رہتے ہین اور اسی قسم کے اور لوگ اپنی معاش نہین پیدا کر سکتے لہذا ہمیشہ مفلس اور محتاج رہتے ہین۔ اسی وجہ سے صوفیون پر بھی وقف کرنا جائز ہے کیونکہ صوفی اکثر بہت غریب ہوتے ہین اور زہد و تقوے[1] سے بسر کرتے ہین۔

فصل ششم

وقف کی حقیقت قاضی خان کے قول کے موافق

اگر کوئی شخص صرف اتنا کہے کہ ؎ یہ زمین میری موقوفہ ہے اور اسکی حدود مقرر کردے اور کچھ نہ کہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ وقف درست ہوگا اور اسکا منافع غربا کو ملیگا۔ اور اگر وہ کہے کہ ؎ یہ زمین میری صدقہ موقوفہ یا موقوفہ صدقہ ہے اور اور کچھ نہ کہے تو امام ابو یوسف اور امام محمد اور بلال کے نزدیک وہ وقف جائز ہوگا۔ اور اسکا منافع غربار کو دوامًا ملیگا کہ غربار ہمیشہ موجود رہتے ہین اور چونکہ صدقہ کے مستحق غربار ہوتے ہین لہذا لفظ غربار یا لفظ دوام یا استمرار کہنا کچھ ضرور نہین ہے۔

اگر کوئی شخص صدقہ موقوفۂ ابدی ؎ یہ الفاظ کہے تو سب علماء کے نزدیک یہ وقف جائز ہوگا۔ اگر واقف صرف اتنا کہے کہ ؎ یہ زمین میری وقف ہے اور اور کچھ نہ کہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اِس سے بھی وہی نتیجہ نکلے گا جیسا جب نکلتا کہ اگر وہ موقوفہ کا لفظ کہتا۔

اگر واقف کہے کہ ؎ یہ زمین میری صدقۂ محترمہ ہے؎ تو یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ صدقہ موقوفہ کہا۔ اگر وہ صرف اتنا کہے کہ ؎ یہ زمین میری حبس کی گئی؎ تو یہ بمنزلہ وقف کے نہ ہوگا تا وقتیکہ اِس عطیہ کے فحوا سے وقف نہ مفہوم ہو۔

اگر وہ کہے کہ ؎ مین نے اِس زمین کو حرام کیا اور یہ حرام ہوگئی؎ تو امام ابو یوسف کے

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۶۶۵ – ۱۲ منہ

نزدیک یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ اُسنے موقوفہ کا لفظ کہا ہے۔ لیکن اگر وہ ہبہ موقوفہ یا ہبۂ وقف کا لفظ کہے تو وقف نہ ہوگا۔

اگر وہ کہے کہ "یہ زمین خدا کی راہ مین ہمیشہ کے لیے وقف کی گئی" تو یہ وقف صحیح ہوگا گو اُسنے صدقہ کا لفظ نہ کہا ہو اور یہ وقف غربا پر ہوگا اور اگر اُسنے ہمیشہ یا دوام کا لفظ نہ کہا ہو تو بھی یہ وقف جائز ہوگا اور اُس زمین کی پیداوار غربا کے مصرف مین لائی جائیگی۔ اِسی طرح سے اگر واقف صرف یہ کہے کہ "یہ خدا کی راہ مین موقوفہ ہے" یا "ثواب کی نیت سے وقف کی گئی ہے" تو بھی وقف صحیح ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال کا ایک ثلث خدا کی راہ مین دواماً وقف ہوگا تو اُسقدر مال غربا پر وقف ہو جائیگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میری فلان شخص پر صدقہ موقوفہ ہے" تو یہ وقف درست ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اُسکا منافع آخر الامر غربا کو پہونچیگا کیونکہ وہی تو شرعاً مال وقف کے مستحق ہین مگر اُس زمین کی پیداوار اُس شخص کو زندگی بھر دیجائیگی۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میری فلان شخص پر دواماً صدقہ موقوفہ ہے" یا "یہ میری اولاد پر دواماً صدقہ موقوفہ ہے" تو بھی وہی نتیجہ ہوگا اور دواماً کا لفظ کہنے سے کچھ فرق نہ ہو جائیگا۔ اِسی طرح سے اگر وہ کہے کہ "یہ زمین میری موقوفہ خیر یا احسان کے لیے ہے" یا یہ دونون لفظ کہے تو یہ وقف صحیح غربا پر ہوگا۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میری جہاد کے مقاصد کے لیے یا مُردون کا کفن یا اُنکے دفن یا اُنکی قبور کھودنے کے لیے یا اور کسی کار خیر و احسان کے لیے ہے جو دائمی ہو" تو اُس مقصد کے لیے یہ وقف درست ہوگا۔

ابو جعفر فقیہ نے فرمایا ہے کہ جب وقف کے مقصد کی تصریح کر دیجائے اور یہ کہدیا جائے کہ یہ وقف دواماً نافذ کیا جائے تو اتنا ہی کافی ہے اور لفظ صدقہ کہنا کچھ ضرور نہیں ہے۔

- اگر واقف کسی خاص جائداد کو کہے کہ یہ مسافرون پر وقف ہے تو یہ وقف صحیح ہے کیونکہ مسافر ہمیشہ آیا ہی کرتے ہین اور اُسکا منافع غریب مسافرون کے مصرف مین لایا جائیگا تمول مسافرون کو نہ دیا جائیگا۔ یا اگروہ کہے کہ یہ مال لنگڑون لولون اپاہجون کے لیے ہے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ ایسے لوگون کی دنیا مین کبھی کمی نہین ہوتی اور وہ مال وقفی آمنین سے غرباء کے مصرف مین لایا جائے گا۔

جب کوئی شخص اپنی زمین کو کسی مسجد کے لیے وقف کرنا چاہے اور اُن امور کے لیے جو کسی مسجد سے متعلق ہون وقف کرنے کا ارادہ کرے تاکہ وہ وقف کبھی ناجائز نہ ہو سکے تو اولے وانسب ہے کہ اِن الفاظ سے وقف کرے ‘‘مین اِس زمین کو (جسکی حدود یہ ہین) مع اِسکے تمام ملحقات کے وقف دائمی اپنی حیات تک اور اپنی وفات کے بعد اِس شرط سے کرتا ہون کہ صرف اِسکا لگان اور منافع صرف کیا جائے اور مین اعلان کرتا ہون کہ اِسکے منافع سے خرچ تحصیل اور خراج معمولی اور اور مصارف جو اِس وقف کو قائم رکھنے اور اِس مسجد کے لیے ضرور ہون دیے جائین جیسے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ۔ اور جو کچھ یہ مصارف دیکر باقی رہے اس سے مرمت کا خرچ اور دیگر مصارف دیے جائین اور جو شخص اُس وقت متولی ہو اُسکو اختیار رہے کہ اِن مصارف مین جسطرح چاہے کمی و بیشی کرتا رہے۔ اور اگر کچھ باقی رہجائے تو کسی قدر اُسمین سے پس انداز کرکے غرباء و مساکین کے مصرف مین لایا جائے’’

فصل ہفتم

کون چیزین وقف ہو سکتی ہین۔

جب زمین وقف کیجاتی ہے تو اُسکے سب ملحقات جیسے مکانات سڑکین گھاٹ درخت وغیرہ وقف مین شامل ہو جاتے ہین مگر جو چیز اُس سے جدا ہو سکے وہ وقف مین نہین شامل ہوتی۔ جب زمین قبرستان کے لیے وقف کیجائے درانحالیکہ اُسپر بڑے بڑے درخت اور مکانات ہون تو وہ وقف مین داخل نہ کیے جائینگے اگرچہ وقف نامہ مین یہ لکھدیا ہو کہ یہ زمین مع تمام

حقوق اور ملحقات کے وقف کی گئی۔

اگر اُس زمین پر میوہ کے درخت ہون اور اسکے ملحق مکانات مین حمام ہوا ور وقف نامہ مین یہ الفاظ لکھے ہون کہ۔ مع اسکے تمام ملحقات اور حقوق کے؛ تو وہ سب چیزین وقف مین داخل کیجائینگی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جائداد منقولہ کو وقف کرنا نہین جائز ہے۔ مگر کتاب مجتبیٰ مین لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وقف اُن اشیاء منقولہ کا جائز ہے جو روزمرہ کے معاملات مین اور داد وستد مین لائی جاتی ہین۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اشیاء منقولہ اور غیر منقولہ دونون کا وقف جائز ہے اور انھین کے قول کے موافق فتوے ہین[1]

[1] قاضی خان لکھتے ہین کہ شمس الائمہ سرخسی کے نزدیک اشیاء منقولہ کا وقف جائز ہے۔ مگر امین عرف یعنی رسم ورواج کو دخل ہے کہ کون اشیاء منقولہ وقف ہوسکتی ہین۔ کفن اور کتابین وغیرہ وقف کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ گائے کا دودھ وقف کرنے کا اگر رواج ہو تو جائز ہے۔ درہم وقف کرنا بھی جائز ہے وہ کسی کاروبار مین لگا دیے جائین اور اُس سے جو منفعت ہو وہ وقف کے کام مین لائی جائے اسی طرح ایک پیمانہ گیہون کا بھی وقف ہو سکتا ہے ۱۲ منہ رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۵۱۲
وانما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقد وم بل دراہم ودنانیر قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی السعود قی لہ ودراہم ودنانیر فی الخلاصۃ للانصاری وکان من اصحاب زفر وعزاہ فی الخانیۃ الی زفر حیث قال وعن زفر وقال المصنف فی المنح ولما جری التعامل فی زماننا فی البلاد الرومیۃ وغیرھا فی وقف الدراہم والدنانیر دخلت تحت قول محمد المفتی بہ فی وقف کل منقول فیہ تعامل کما لا یخفی فلا یحتاج علی ھذا فی تخصیص القول بجواز وقفھا علی مذھب الامام زفر من روایۃ الانصاری واللہ تعالی اعلم۔ وقد افتی مولانا صاحب البحر بجواز وقفھا ولم یحک خلاف المنح ما فی قال الرملی لکن فی الحاقہا بمنقول فیہ تعامل نظر اذ ھی مما لا ینتفع بہا مع بقاء عینہا علی ملک الواقف وافتی صاحب البحر بجواز وقفھا بلا حکایۃ خلاف لا یدل علی انہ

"قول مشہور یہی ہے کہ درہم و دینار یعنی نقد روپیہ وقف کرنا جائز ہے۔ امام زفر اور انکے شاگرد الانصاری نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ روپیہ وقف کرنا جائز ہے۔ اور کتاب منح مین لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ مین درہم و دینار وقف کرنا بلاد روم مین رائج ہے پس اسکو امام محمد کے

داخل تحت قول زفر وافتی به وما استدل به فی المنح من مسئلة البقرة الاتیة ممنوع بما قلنا اذ ینتفع بلبنها وسمنها مع بقاء عینها لکن بدلها قائم مقامها لعدم تعینها فکانها باقیة ولا شك فی کونها من المنقول فحیث جری فیها تعامل فی زمانه دخلت فیما اجازه محمد ولهذا لما مثل محمد باشیاء جری فیها التعامل فی زمانه۔ قال فی الفتح ان بعض المشائخ زادوا اشیاء من المنقول علی ما ذکره محمد لما راوا جریان التعامل فیها وذکر منها مسئلة البقرة الاتیة ومسئلة الدراهم والمکیل حیث قال ففی الخلاصة وقف بقرة علی انما یخرج من لبنها وسمنها یعطی لابناء السبیل قال ان کان ذلك فی موضع غلب ذلك فی اوقافهم رجوت ان یکون جائزاً وعن الانصاری وکان من اصحاب زفر فیمن وقف الدراهم اومایکال اومایوزن یجوز ذلك قال نعم قیل وکیف قال یدفع الدراهم مضاربة ثم یتصدق بها فی الوجه الذی وقف علیه وما یکال او یوزن یباع ویدفع ثمنه لمضاربة او بضاعة قال وعلی هذا القیاس اذا وقف کرا من الحنطة علی شرط ان یقرض الفقراء الذین لا بذر لهم لیزرعوه لانفسهم ثم یوخذ منهم بعد الادراك قدر القرض ثم یقرض لغیرهم من الفقراء ابداً علی هذا السبیل یجب ان یکون جائزاً قال ومثل هذا کثیر فی الری وناحیة دماوند وبهذا ظهر صحة ماذکره المصنف من الحاقها بالمنقول المتعارف علی قول محمد المفتی به وانما خصوها بالنقل عن زفر لانها لم تکن متعارفة اذ ذاك ولانه هو الذی قال بها ابتداء قال فی النهر ومقتضی مامر عن محمد عدم جواز ذلك ای وقف الحنطة فی الاقطار المصریة لعدم تعارفه بالکلیة نعم وقف الدراهم والدنانیر تعارف فی الدیار الرومیة

قول مین داخل سمجھنا چاہیئے جس پر فتوے ہے یعنی جس شئے منقول پر معاملہ یا دادوستد ہوتی ہو اُسکو وقف کرنا جائز ہے "

"کتاب بحر کے مصنف نے یہ فتوئے لکھا ہے کہ درہم اور دینار وقف کرنا جائز ہے اور اِسکے خلاف کوئی قول نہین بیان کیا ہے "

"شارح فرماتے ہین کہ - اگرچہ وہ خاص روپیہ اسی مصرف مین لایا جائے جسکے لیے وہ وقف کیا گیا ہے تاہم چونکہ اُسکی قیمت اُسپر موقوف نہین ہے کہ وہ اپنی ہیئت اصلی پر باقی رہے لہذا اِس ہیئت کا جاتا رہنا مانع جواز وقف نہین ہو سکتا - متاخرین علمائے حنفیہ کے نزدیک ہر چیز کا وقف جائز ہے جسکی تجارت ہوتی ہو - انصاری سے سوال کیا گیا کہ آیا وقف کرنا روپیہ کا یا اُس چیز کا جسکا وزن یا پیمانہ ہو سکے جائز ہے یا نہین - اُنھون نے جواب دیا کہ ہان جائز ہے - پھر اُنسے پوچھا گیا کہ کیون جائز ہے - اُنھون نے جواب مین دیا کہ بطور شرکت مضاربت کے " شرکت مضاربت اُس مشارکت کا نام ہے جسمین ایک شریک روپیہ دیتا ہے اور دوسرا شریک محنت و مشقت کرتا ہے - یعنی محاصل اُس روپیہ کا جو کسی مشترک کاروبار یا تجارت مین یا اور کسی معاملہ مین لگایا جائے جسکا رواج ہو مقاصد وقف کے لیے صرف کیا جا سکتا ہے - اسی طرح سے گیہون کا ایک پیمانہ وقف کرنا جائز ہے - مثلاً کوہ دماوند کے قریب بعض مقامات پر جیسے رے اور اُسکے مضافات مین یہ دستور ہے کہ گیہون کو اسطرح وقف کرتے ہین کہ ایک مقدار گیہون کی وقف کر کے غریب کسانون کو جو تخم یعنی بیا بسارہ نہین بہم پہونچا سکتے دیدیتے ہین اور جب وہ فصل کاٹ لیتے ہین تو وہ گیہون جو اُس

ل غالباً اِن کتابون کا حوالہ اُن عالم جج کو نہین دیا گیا جنھون نے مقدمہ فاطمہ بی بی بنام عارف اسمعیل جی (لا رپورٹ کلکتہ جلد ۹ صفحہ ۶۶) فیصلہ کیا ہے - مین نے اِس مقام پر ردالمختار کی عبارت کے خاص کا صرف خلاصہ مضمون لکھدیا ہے - اِس مسئلہ کی زیادہ تر تصریح اِس باب کے حاشیہ مین ملاحظہ کر لیجیے ۱۲ منہ ۲ یہ ایک مشہور مقام ملک فارس مین ہے جسکو اگلے زمانہ مین رہجیز کہتے تھے ۱۲ منہ

گر دیتے ہین اور پھر وہی گیہون اور کسانون کو وقف کے طور پر دیدیے جاتے ہین جو اُسی حالت مین گرفتار ہوتے ہین پس اِس سے نتیجہ یہ نکلا کہ جہان کہین کسی شئے منقول کو وقف کرنے کا رواج ہو وہان اُسکو وقف کرنا جائز ہے۔ مثلاً اِس زمانہ مین مصر مین گیہون وقف کرنے کا دستور نہین ہے اور بلاد روم مین نقد روپیہ وقف کرنے کا دستور ہے[1]" پس جو چیز جو وزن یا پیمانہ ہو سکتی ہے بیچڈالی جائے تب وقف کیجائے اور اُسکی منفعت کسی تجارت یا کاروبار مشترک مین لگادیجائے" ایسی چیزون کا وقف جیسے گیہون، یا دودھ ہے یون نافذ ہوسکتا ہے کہ غربار کو قرض دیدیا جائے۔ جہان ایسے اوقاف کا رواج ہے وہان جائز ہین مثلاً دیگین غربا کے لیے کھانا پکانے کو وقف کرنا یا کفن یا قرآن وقف کرنا۔ رواج عام مین قیاس کو کچھ دخل نہین ہے"[2]

---

[1] اِن مسائل سے ہدایہ کی عبارت مندرجہ متن کی توضیح ہوجائیگی۔ ۱۲ منہ [2] عبارت ذیل ہدایہ کے ترجمہ انگریزی (صفحہ ۲۴۴۳) سے نقل کیجاتی ہے " اُن چیزون کو وقف کرنا جو صرف مین آتی ہین جیسے سونا اور چاندی یا کھانے پینے کی چیزین اکثر علمار کے نزدیک جائز نہین ہے مگر سونے اور چاندی سے درہم اور دینار یا جو چیز زیور یا زینت مین نہ داخل ہو نہ مراد سمجھنا چاہیے۔ اور اگر کوئی شخص درہم یا وہ چیزین جنکا پیمانہ ہو سکے یا کپڑے وقف کرے تو جائز نہین ہے۔ مگر کہا گیا ہے کہ جہان ایسی چیزین وقف کرنے کا دستور ہو وہان ایسے وقف کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے"

" اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسا روپیہ کیونکر صرف کیا جائے تو اِسکا جواب یہ ہے کہ وہ درہم غربار کو قرض دیے جائین اور پھر اُنسے لیکر مضاربت مین لگائے جائین اور اُسکا منافع غربار کو خیرات مین دیا جائے اور گیہون فقرار کو قرض دیا جائے کہ وہ اُسکو بوئین اور پھر اُنسے واپس کرلیا جائے اور پوشاک اُنکو مستعار دیجائے کہ ضرورت کے وقت پہنکر واپس کرین"

" ہمارے علمار کے نزدیک اُن اشیار منقولہ کو وقف کرنا جائز نہین ہے جنکو وقف کرنے کا دستور یا رواج نہ ہو۔ ہمارے علمار نے یہ دلیل لکھی ہے کہ وقف مین دوام و استمرار شرط ہے اور اشیار منقولہ مین دوام و استمرار نہین ہوسکتا کہ اُنکی کیفیت دائمی نہین ہے لہذا قیاس اِسکا مقتضی ہے کہ اشیار منقولہ کو وقف کرنا عموماً ناجائز ہے۔ مگر بعض اشیار منقولہ کو وقف کرنا جائز ہے (گو خلاف قیاس ہے) بوجہ اُن احادیث کے

لکھا ہے کہ گرم کپڑون کو غربا پر وقف کرنا جنکو وہ موسم سرما مین پہنکر واپس کردین جائز ہے

اور جو طلبہ کسی مسجد مین رہتے ہون اُنپر قرآن کی جلدین وقف کرنا اِس پر دلالت

کرتا ہے کہ وہ قرآن اُسی مسجد مین پڑھے جائینگے۔

جب کسی مقام خاص کے لوگون پر کتابین وقف کیجائین تو اُن کتابون کو اُس

مقام سے لے جانا درست نہین ہے۔

جب روپیہ وقف کیا جائے تو اُسکا منافع جو کسی تجارت یا کاروبار مشترک مین

لگایا جائے وقف کے مقاصد مین صرف کیا جائے گا۔

ظروف مسی اور اور ظروف وقف کرنا جائز ہے۔

جب کوئی مکان وقف کیا جائے تو جو جو چیز اُسکی بیع مین شامل ہوگی اُسکے وقف

مین بھی داخل سمجھی جائیگی خواہ یہ کہا جائے خواہ نہ کہا جائے کہ یہ مکان مع اپنے تمام حقوق اور

متعلقات کے خواہ چھوٹے ہون خواہ بڑے اور خواہ اُسکے اندر ہون خواہ اس سے متعلق

ہون وقف کیا گیا۔ اِسی طرح سے دوکانون کے وقف مین بھی ہر چیز شامل ہوگی

جنکا ذکر ہو چکا ہے اور بعض دیگر اشیا (جیسے کلہاڑیان اور آری وغیرہ) کا وقف اِسوجہ سے جائز ہے کہ

وہ بکار آمد ہوتی ہین مگر اثاث البیت اور پوشاک وغیرہ وقف کرنا اِس سبب سے ناجائز ہے کہ

خلاف قیاس ہے اور اُنکے وقف کا جواز نہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے نہ بکار آمد ہونے کی وجہ سے

پس وہ درہم و دینار کے مشابہ ہین ۱۲

یہ جو مصنف نے فرمایا ہے کہ قیاس کو رواج مین دخل نہین ہے تو اِس سے اُنکی یہ مراد ہے کہ قیاس کا

مقتضی یہ ہے کہ جب دوام و استمرار ایک شرط ضروری وقف کی ہوئی اور جائداد منقولہ دوامًا نہین

موجود رہ سکتی تو جائداد منقولہ وقف کرنا بادی النظر مین ناجائز ہے۔ مگر جہان کہین کسی قسم کی جائداد منقولہ

وقف کرنے کا رواج ہو تو وہ وقف جائز سمجھا جائیگا گو صحابہ رسول کے وقت مین وہ رواج یا دستور نرہا ہو پس اِس سے

ظاہر ہے کہ مال منقول کے وقف کا جواز بالکل زمانہ کے حالات پر اور تمدنی حالات پر اور قومی رسم و رواج پر

موقوف ہے۔ لہذا اِس اصول کے موافق محض حقوق اور منافع اراضی وقف کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲

جو اُنکی بیع مین داخل سمجھی جائے۔

اراضی کے وقف مین جو مکانات اور درخت اُسپر ہون وہ بھی داخل ہین مگر جو میوہ اُسوقت اِن درختون مین لگا ہوا اور جو غلہ اُس زمین پر لگا ہو وہ اُسکے وقف سے خارج رہیگا۔ گنا وغیرہ جو سال بھر مین ایک مرتبہ کاٹا جاتا ہے وقف مین نہ داخل ہوگا مگر جو سال مین دو مرتبہ کاٹا جاتا ہے وہ اُس زمین کے وقف مین داخل ہوگا۔

دو خصّاف نے اپنی کتاب الوقف مین لکھا ہے کہ جب زمین چند مقاصد مخصوصہ کے لیے وقف کیجائے اس شرط سے کہ آخر الامر یہ زمین غربا پر وقف ہوگی تو اُس زمین پر جو مکانات اور درخت خرما وغیرہ ہون وہ سب اُس وقف مین داخل ہین۔ اُنھون نے یہ بھی فرمایا ہے کہ درختونکے وقف مین وہ میوہ داخل نہین ہے جو اُنمین اُسوقت لگا ہوا اور اکثر ہمارے مشائخ کا یہی قول ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔ جب وقف اِن الفاظ سے کیا جائے کہ ”مین اِس زمین کو مع اسکے جملہ حقوق کے اور جو کچھ اِسپر ہے اور اُس سے متعلق ہے وقف کرتا ہون اور اُسوقت اُس زمین پر درخت لگے ہون تو چاہیے کہ اُنکے میوہ کو فقرا پر تقسیم کردین اگرچہ بطور وقف کے نہ دین لیکن بطور نذر کے دین اور بعد ازآن جو کچھ اُس زمین مین پیدا ہو اُسکو مقاصد مصرحۂ وقف مین صرف کرین۔ علیٰ ہذا القیاس جب اِن الفاظ سے وقف کیا جائے کہ ”میری زمین میرے مرنے کے بعد اِس غرض سے وقف کی گئی ہے کہ جو پیداوار اِسمین خدا کے حکم سے ہو وہ بندگان خدا کا مال ہے“ تو جو میوہ اُس زمین کے درختون مین لگا ہو وہ اِس وصیت مین از روے وقف نہ داخل ہوگا۔

وقف کے جواز کے لیے یہ ضرور نہین ہے کہ زمین یا مکان موقوف کے حدود کی تصریح کردیجائے۔ صرف اِس قدر ضرور ہے کہ یہ صاف معلوم ہو سکے کہ کیا چیز وقف کی ہے پس جب کوئی زمین یا مکان خوب معلوم ہو تو وہ وقف ہو سکتا ہے بے اِسکے کہ اُسکے حدود کی تصریح کیجائے اور اگرچہ گواہ یہ بیان کرین کہ ہمارے سامنے اِس زمین کے حدود نہین مقرر کیے گیے

اور ہم یہ نہین جانتے تاہم اس وجہ سے وہ وقف باطل نہ ہو جائیگا۔

جب کوئی شخص اپنی زمین وقف کرے مگر پانی لینے یا راہ چلنے کے حق کا ذکر نکرے تو اصح یہ ہے کہ یہ دونون باتین اُس وقف مین داخل ہین۔ اِس واسطے کہ جب زمین وقف کیجاتی ہے تو اسی خیال سے وقف کیجاتی ہے کہ اسمین جو کچھ پیدا ہو گا وہ وقف ہو گا اور اسمین پانی اور راستہ دونون کے حق داخل ہین۔

چکیان جو کسی کھیت مین ہون خواہ وہ پنچکیان ہون خواہ دستی چکیان ہون اور ڈول اور چرسہ جس سے پانی کھینچا جاتا ہے اُس کھیت کے وقف مین داخل ہین۔

مال مُشاع وقف کرنا امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے جنکا قول فروع مین حجت سمجھا جاتا ہے۔ مگر مسجد یا مقبرہ کے لیے مال مُشاع وقف کرنا اس لیے جائز نہین ہے کہ اُس مال کے مشاع ہونے کی وجہ سے وقف کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

مشتبہ ہونا اُن چیزون کا جو تقسیم نہین ہو سکتین مانع جواز وقف نہین ہے اور اس مسئلہ مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ نصف حمام وقف کرنا جائز ہے گو وہ نصف غیر ممیز ہو (ظہیریہ سے لیا گیا ہے) مگر شئے قابل الانقسام کے جزء غیر منقسم کو وقف کرنا امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہے جنکے اقوال کو شیوخ بخارا نے اختیار کیا ہے اور انھین کے موافق سابق مین فصل خصومات کیا جاتا تھا۔ (سراجیہ سے لیا گیا ہے) مگر متاخرین امام ابو یوسف کے قول کے موافق فتویٰ دیتے ہین اور اُنکے نزدیک ایسا وقف جائز نہین۔ اور مستحسن یہی ہے (خزانۃ المفتیئین سے لیا گیا ہے) ان دونون صاحبون کے نزدیک بالاتفاق مال مُشاع کو مسجد یا مقبرہ کے لیے وقف کرنا جائز نہین ہے خواہ وہ مال قابل الانقسام ہو خواہ نہ ہو (فتح القدیر سے لیا گیا ہے) مگر جب قاضی مال مُشاع کے وقف کو جائز قرار دے تو اُسکا فیصلہ موثر اور نفاذ پذیر ہو گا جیسا تمام مسائل اختلافی مین قاضی کی رائے ترجیح رکھتی ہے (شرح ابو المکارم سے لیا گیا ہے) اگر جائداد قابل الانقسام ہو اور جب قاضی جواز

وقف کا حکم صادر کر چکے تو اگر فریقین کہے کہ اس جائداد کو تقسیم کر دو تو امام اعظم کے نزدیک وہ تقسیم نہیں ہو سکتی مگر صاحبین کے نزدیک اسکو تقسیم کر دینا چاہیے۔ (خلاصہ سے لیا گیا ہے) مگر اُن سب کا اتفاق ہے کہ اگر کسی چیز کا مجموع وقف کیا گیا ہو اور فریقین اُسکی تقسیم کی درخواست کریں تو یہ جائز نہیں ہے۔

جب کوئی شخص اپنے حصہ اراضی کو جسکا مالک وہ دوسرے شخص کے ساتھ بالشراکت ہو وقف کرے تو جس شخص کے ساتھ تقسیم کرنی چاہیے وہ اُسکا شریک ہے اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکا وصی ہے۔ (فتاوائے عالمگیری صفحہ ۴۶۶) جب کوئی شخص اپنی نصف جائداد وقف کرکے اُسکا ایک متولی مقرر کر دے تو قاضی کو جائز ہے کہ جب وہ متولی یا خود واقف درخواست کرے اُس نصف کو علحدہ کر دے۔

فصل ہشتم

شرائط متعلقۂ وقف۔ (فتاوائے قاضی خان سے لیا گیا ہے)

امام ابو یوسف کے نزدیک مال مشاع کا وقف جائز ہے۔ اور اُنکے قول کو علمار بلخ نے اختیار کیا ہے۔ مگر امام محمد کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے اور اُنکا قول علماء بخارا نے اختیار کیا ہے۔ ہندوستان کے حنفیہ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے جب مال غیر منقسم کے وقف پر تنازع ہو تو قاضی اُسکی تقسیم کا حکم دے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص نصف حمام وقف کرے تو سب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ ایسا مشاع ہے جو قابل الانقسام نہیں ہے۔ پس اُسکا وقف بھی ہبہ کی طرح جائز ہے۔

اگر کوئی عورت مرض الموت کی حالت میں اپنا مکان اپنی تین بیٹیوں پر اور اُنکے مرنے کے بعد غربا پر وقف کرے اور وہ عورت مرجائے اور سوائے اُس مکان کے اور کوئی جائداد نہ چھوڑی ہو اور سوائے اُن بیٹیوں کے اُسکا کوئی وارث نہ ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک وقف ثلث مال میں نافذ ہوگا الا اینکہ سب بیٹیاں

راضی ہو جائین۔

جب کوئی قطعہ اراضی دو شخصون کا مال بالمشارکت ہو اور اُنمین سے ایک شخص اپنا حصہ اپنی اولاد پر دواماً وقف کرے جبتک کہ اُنمین سے کوئی باقی رہے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو غربا پر اور دوسرا شخص اپنے حصہ کو اپنے بھائی بندون اور اپنے اہل بیت پر وقف کرے اور جب اُنمین سے کوئی نہ رہے تو حاجیان بیت اللہ پر اور وہ دونون شخص ایک ہی آدمی کو متولی مقرر کرین تو ایسا وقف جائز ہے۔ اسیطرح سے اگر شرکا مین سے ایک شخص اپنا نصف حصہ فقرا پر وقف کرے اور دوسرا شخص اپنا حصہ اور کسی مقصد کے لیے وقف کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اِسمین صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمد) کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابویوسف رح کے نزدیک متولی کو وہ مال وقفی سپرد کر دینا شرط ضروری نہین ہے۔ اور چونکہ اُنکے نزدیک مال وقف پر قبضہ دلا دینا یا متولی کے سپرد کر دینا لازم نہین ہے لہذا اُنکے قول کے موافق اُسکی تقسیم بھی ضرور نہین ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "وہ اِس مکان مین جو میرا ایک ثلث کا حصہ ہے اُسکو مین وقف کرتا ہون"۔ اور بعد ازان معلوم ہو کہ اُسکا حصہ نصف یا دو ثلث ہے تو وہ سارا حصہ وقف ہو جائے گا۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص اپنے وصیت نامہ مین لکھے کہ "مین اپنی جائداد کا ایک ثلث یعنی ہزار درہم فلان شخص کے لیے چھوڑے جاتا ہون" اور بعد ازان معلوم ہو کہ اُسکی جائداد کا ایک ثلث چار ہزار درہم ہے تو یہی رقم موصی لہ کو ملیگی۔ اِس باب مین وقف اور بیع مین یہ فرق ہے کہ ایسی صورت مین مشتری صرف وہی رقم پائیگا جسکی تصریح وصیت مین کر دی گئی ہے۔

ـــہ امام محمد نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے اور قاضی خان نے لکھا ہے کہ اُنھین کے قول کے موافق فتوی ہے۔ مگر فتاوائے عالمگیری صفحہ ۵۵۴ ملاحظہ کیجیے جس وقف کا نفاذ واقف کے مرنے پر موقوف رکھا گیا ہو وہ اُسکے ثلث مال مین نافذ ہوگا۔ فلٹن صاحب کی لا رپورٹ صفحہ ۳۴۵-۱۲ منہ

جب دو شخص بہت سے مکانات کے مالک بالمشارکت ہون یا جب کچھ زمین پر دو شخصون کا قبضہ بالمشارکت ہوا اور اُنمین سے ایک شخص اُن سب مکانات مین اپنے حصہ کو یا اُس خاص زمین مین اپنے حصہ کو کسی کار خیر کے لیے وقف کرے اور بعد اُسکے چاہے کہ قاضی میرے حصّہ کو علٰحدہ کر دے اور جب قاضی اُسکے حصّہ کو علٰحدہ کرے تو ایک مکان اور ایک خاص قطعہ زمین واقف کو اُسکے کُل حق کے معاوضہ مین دے جو وہ اُن مکانات اور اُس کل زمین مین رکھتا ہے تو وقف صرف اُسی مکان اور اسی قطعہ زمین کی نسبت نافذ ہوگا۔ اِس مسئلہ مین ہلال اور امام ابو یوسف اور امام محمد سب نے اتفاق کیا ہے۔

جب دو شخص ایک قطعہ اراضی کے مالک بالاشتراک ہون اور اُنمین سے ایک شخص اپنا حصّہ وقف کر دے تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا وقف جائز ہے۔

جب کوئی شخص مکان وقف کرے مگر جس زمین پر وہ مکان بنا ہوا ہے اُسکو نہ وقف کرے تو اِس مسئلہ مین علماء حنفیہ نے بڑا اختلاف کیا ہے۔ لیکن اگر وہ اصول جو ایسے اوقات سے متعلق ہین اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو یہ اختلاف بآسانی رفع ہو سکتا ہے۔ عالم مشہور علّامۂ قاسم نے فرمایا ہے کہ ایسا وقف نہین جائز ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے امام محمد اور ہلال ابن یحییٰ بصری کی تقلید اس مسئلہ مین کی ہے۔ مگر بحر الرائق مین ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ جہان مکان کو بے اُس زمین کے وقف کرنا جسپر وہ بنا ہوا ہو خلاف دستور ہو وہان مکان کو بے زمین کے وقف کرنا نہین جائز ہے۔ مگر جہان ایسا کرنا خلاف دستور نہ ہو وہان ایسا وقف جائز ہے۔

اِس مقام پر یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ ۸۷۲ھ ہجری مین سلطان ملک الظاہر کے رو برو ایک بڑی مجلس علماء مین علّامہ قاسم اور اُنکے شاگرد رشید عبد اللہ ابن شحنہ مین بڑا مباحثہ اِس مسئلہ مین ہوا۔ عبد اللہ ابن شحنہ نے اپنے اُستاد کے قول کے خلاف فرمایا کہ مکان کو بے زمین کے وقف کرنا جائز ہے اور دو۲۰۰ سے برس سے یہی مسئلہ مسلم چلا آتا ہے اور اُسی کے

موافق قضات نے متواتر فیصلے کیے ہین - ابن شحنہ کے اِس قول کو علامہ محمد ابن زہیر نے رد کیا ہے - لیکن اگر یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو اسمین کچھ وقت نہ پڑیگی مصنف ردالمحتار نے اِس مسئلہ کو بعبارت ذیل بیان کیا ہے "شئے منقول کو جسکے وقف کرنے کا دستور ہو وقف کرنا جائز ہے - اِسی طرح سے جب مکان کو بے زمین کے وقف کرنے کا دستور ہو تو جائز ہے - اور یہ قول اُن علمائے کے اقوال کے مخالف نہین ہے جو فرماتے ہین کہ ایسا وقف نہین جائز ہے اِسواسطے جواز وقف اُس مقام خاص کے دستور پر موقوف ہے جہان وقف کیا گیا ہے - اگر وہان کے لوگ عادۃً ایسا وقف کیا کرتے ہون تو شرعًا بھی جائز سمجھا جائیگا"

مگر اب یہ مسئلہ جاری ہے کہ مکان بے زمین کے وقف کرنا جائز ہے اور اسی کے موافق فتوی[ا] ہے - اِسی طرح جو درخت زمین پر لگے ہون بے اُس زمین کے اُنکو وقف کرنا جائز ہے اور اُس زمین کو وقف کرنا بھی جائز ہے جو ٹھیکہ یا اجارہ پر دی گئی ہو یا رہن ہو -

جس شخص نے وقفی زمین کا ٹھیکہ لیا ہو اُسکو اُسپر مسجد بنوانا جائز ہے - پس یہ سوال کیا گیا ہے کہ اُس زمین کا لگان کون دیگا جسپر وہ مسجد تعمیر ہوئی ہے - اِسکا جواب شارح نے یہ دیا ہے کہ جبتک ٹھیکہ باقی رہیگا ٹھیکہ دار اُسکا لگان دیا کریگا - اور جب اُس ٹھیکہ کی میعاد گذر جائیگی تو اُسکا لگان بیت المال سے دیا جائیگا یا جو مومنین اُس مسجد مین نماز پڑھنے آئینگے اُنسے لیکر دیا جائیگا -

جب وہ زمین وقف کیجائے جو دوسرے شخص کے ٹھیکہ مین ہو تو وہ ٹھیکہ نہین منسوخ ہوگا بلکہ وہ میعاد معین تک جائز اور نافذ رہیگا اور جب وہ میعاد گذر جائیگی تو اُس جائداد کی آمدنی وقف کے مقاصد مین صرف کیجائیگی -

سلاطین اور امراء کے اوقاف کے باب مین حکم شرع یہ ہے کہ جاگیرین دو قسم کی ہوتی ہین - ایک قسم وہ ہے جسمین بادشاہ نے زمین بیت المال سے خرید کر عطیہ دار کو عطا

ا فتاوائے قاضی خان - ردالمحتار - ہدایہ ۱۲ - منہ ۲ دیکلی رپورٹر جلد ۱۲ صفحہ ۴۹۰ - ۱۲ منہ

کی ہو یا اُسکی اراضی خالصہ مین وہ زمین داخل ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جسمین صرف جاگیر کی منفعت عطا کی ہو اور خود وہ جاگیر پادشاہ کا مال ہو۔ پہلی صورت مین عطیہ دار اُس زمین یا جاگیر کو وقف کر سکتا ہے مگر دوسری صورت مین نہین وقف کر سکتا ہے۔

اِس مسئلہ پر فتاوائے عالمگیری مین عبارت ذیل لکھی ہے ”چونکہ وقف مین ملک شرط ہے لہذا عطیات یا جاگیرین وقف کرنا نہین جائز ہے اِلّا اینکہ اُنمین سب اراضی افتادہ ہو یا ایسی اراضی ہو جو خود امام کا مال ہو جو اُسنے اُس عطیہ دار کو بخشدیا ہو۔ اور حوض یا اراضی افتادہ سے وہ زمین مراد ہے جسکا مالک اُسکی کاشت کرنے اور خراج یا مالگزاری دینے کے قابل نہو اور اُسنے وہ زمین امام کو حوالہ کر دی ہو کہ اُسکے منافع سالانہ سے خراج دیا جائے“

اگر وہ زمین بیت المال سے جائز طور سے خریدی گئی ہو تو وقف ہو سکتی ہے خواہ اُسکا خریدار سلطان ہو خواہ اور کوئی شخص ہو اور اُس وقف کا نفاذ موافق اُن شرائط کے کیا جائیگا جو واقف نے مقرر کیے ہون“۔

”اگر سلطان کسی قطعہ اراضی کو بے خریدے وقف دائمی و غیر قابل الانتقال کسی کار خیر کے لیے کر دے تو ایسا وقف جائز ہے۔ اور علّامۂ قاسم نے اسی اصول کے موافق فتویٰ دیا تھا جب اُنسے پوچھا گیا تھا کہ سلطان فرّخ نے جو ایک جز اراضی خراجی کا مسجد کے لیے وقف کر دیا ہے تو آیا ایسا وقف جائز ہے۔ اور اُنکا یہ بھی قول ہے کہ دوسرا سلطان آیندہ اُس وقف کو منسوخ کر سکتا ہے“۔

پس یہ اصول قرار پایا کہ اگر سلطان کوئی وقف کسی کار رفاہ عام کے لیے بیت المال سے کرے مثلاً کاروان سرائے یا مدرسہ یا مسجد بنوائے تو ایسا وقف جائز ہے کیونکہ کسی قدر خراج ملک ایسے مقاصد کے لیے مخصوص کر دینا شرعاً جائز ہے اور سلطان اِسکا مجاز ہے کہ اتنی زمین وقف کر دے جتنی اُن مقاصد کے صرف کے لیے کافی ہو بعوض اِسکے کہ اُسکے مصارف سالانہ یا ماہوار بیت المال سے دلوا دیا کرے۔ مگر سلطان اراضی خراجی کو

اپنی اولاد پر نہین وقف کرسکتا گو آخر کو وہ وقف غربا ہی کو دیا جائے لیکن سلطان ایسے مقصد سے وقف کرسکتا ہے جس سے عموماً مسلمین کو نفع پہونچے اسواسطے کہ بیت المال مسلمین کے عام فائدہ ہی کے لیے تو رکھا گیا ہے۔

ساتوان باب

موقوف علیہم یعنے جن لوگون پر وقف کیا جائے

فصل اول

وقف کرنا ہر شخص پر جائز ہے جو جائداد کا مالک ہونے کی قابلیت رکھتا ہو اور جو لڑکے ہنوز پیدا نہ ہوے ہون آئیندہ اور مستحقین پر بھی وقف کرنا جائز ہے۔

وقف اشخاص اور اشیاء ذیل پر ہوسکتا ہے۔

(۱) مسلمان یا کافر ذمی پر مگر حربی[۱] پر نہین ہوسکتا جو دار الحرب کا باشندہ ہو۔

(۲) مرد اور عورت دونون پر ہوسکتا ہے۔

(۳) بالغ اور نابالغ دونون پر ہوسکتا ہے۔

(۴) وارث اور غیر وارث دونون پر ہوسکتا ہے۔

(۵) اقربا اور ہمسایون وغیرہ پر ہوسکتا ہے۔

---

[۱] علماء نصاریٰ کی طرح فقہاے اسلام بھی اسکے روادار نہ تھے کہ غیر مسلمین سے جو سلاطین اسلام کے تابع نہون انصاف طبیعی یعنے وہ انصاف کیا جائے جسکے مستحق سب بندگان خدا ہین۔ مگر فقہاے اسلام علماء نصاریٰ پر یہ شرف رکھتے تھے کہ فقہاے اسلام کے نزدیک سب مسلمان چاہے وہ کسی ملک اور کسی قوم کے ہون برابر تھے اور اُن حقوق کے مستحق تھے جو اسلام سے پیدا ہوتے ہین۔ عیسائیون کی طرح مسلمانون نے بھی دنیا کو دو ٹکڑون پر تقسیم کیا تھا یعنے دار الحرب اور دار الاسلام۔ سب مسلمان قومین دار الاسلام مین داخل سمجھی جاتی تھین اور کوئی مسلمان بادشاہ دوسرے مسلمان بادشاہ سے جنگ نہ کرسکتا تھا تا وقتیکہ پہلے اُسکو ملحد اور خارج از دائرۂ اسلام نہ قرار کرلیتا ہو۔ ۱۲ منہ۔

(۶) غیرون پر ہو سکتا ہے۔

(۷) جملہ امور خیر کے لیے ہو سکتا ہے مثلاً مدارس و مساجد و مزار ائمۃ و امام باڑہ و درگاہ و خانقاہ و قبور اولیا و مشائخ وغیرہ۔

(۸) مذہب حنفی مین واقف اپنے وقف سے پہلے خود منتفع ہو سکتا ہے[1]۔

جب وقف مین موقوف علیہم کی تعداد کی تعیین و تصریح نہ کردیجائے مثلاً غرباء پر وقف کیا جائے تو امام محمد کے نزدیک یہ ہے کہ اقل مراتب دس آدمیون کو کھانا کھلانا یا نفقہ دینا چاہیئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک سو آدمیون کو۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ ۴۰ یا ۸۰ نفر کو۔ مگر فتوے یہ ہے کہ موقوف علیہم کی تعداد مقرر کرنا حاکم شرع پر موقوف رکھا جائے کہ اُس وقف سے کے حالات کا لحاظ کما حقہ کر کے تعداد مقرر کردے۔

وقف کی آمدنی پہلے مال وقفی کے قائم رکھنے مین صرف کرنی چاہیئے اور مرمت وغیرہ کے مصارف سے جو کچھ بچ رہے وہ اُس کام مین جو اُس سے متعلق ہو اور عہدہ دارون کی تنخواہ مین صرف کیا جائے۔ جب وقف طلبہ پر کیا جائے اور مال وقفی تھوڑا سا ہو تو صرف غریب و محتاج طالب علمون کی پرورش کیجائے۔ مگر لفظ طلبہ عموماً احتیاج پر دلالت کرتا ہے اور جب وقف عموماً طلبہ پر کیا جائے تو صرف غریب طلبہ پر منحصر رہے گا کیونکہ تقریباً سب طلبہ مفلس اور پریشان حال ہوتے ہین۔ علیٰ ہذا القیاس مسجد مین قرآن اور مدرسہ مین کتابین وقف کرنا غرباء پر محدود ہوگا الا اینکہ یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ کتابین میسر نہین ہین۔ مگر خلاصہ و قنیہ مین لکھا ہے کہ کتابون کے وقف مین یا جو چیز طلبہ پر وقف کیجائے اُسمین غریب و امیر یکسان ہین۔ اور اُسی کتاب مین یہ اصول بھی لکھا ہے کہ ایسے اوقاف پر دو طرح سے نظر کرنی چاہیئے۔

اوّل یہ کہ امیر و غریب سب برابر ہون جیسے لنگر خانون اور مسافر خانون اور

---

[1] ردّ المحتار صفحہ ۵۹۰-۱۲ منہ

مقبروں اور تالابوں وغیرہ مین ہے جہان سب کو برابر فائدہ ہوتا ہے۔

"ان مقامات کے وقف سے جو فائدہ ہوتا ہے اُسمین امیر و غریب کا کچھ امتیاز نہین ہے اور وقفی کتابوں مین بھی امیر و غریب طلبہ یکسان ہین کہ دونوں کو بعض کتابین نہین میسر آتین اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وقف سے غرض سب کو فائدہ پہونچانا ہے" قول مشہور یہی معلوم ہوتا ہے۔

دوم یہ کہ وقف فقط غربار کے لیے ہو۔

اگر کتابین کسی مقام خاص کے لیے وقف کیجائین تو اُسی مقام پر اُنکو استعمال مین لانا چاہیے اور وہان سے اُنکو اور کہین نہ لیجانے دینا چاہیے۔ وقف کے استعمال سے جو امور متعلق ہون اُنمین واقف کے احکام کی پابندی کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ احکام مشروع ہون۔ علماء کے نزدیک وہ شرائط جو واقف مقرر کرے بمنزلہ اُن شرائط کے ہین جنکو شارع نے مقرر کیا ہے۔ مگر ہر شرط تقیدی کی پابندی جب ہو سکتی ہے جبکہ یہ بخوبی ثابت کر دیا جائے کہ واقف نے یہ شرط عمداً اور حقیقۃً مقرر کی ہے۔

لگان اور منافع جائداد وقفی کا پہلے اُسکی مرمت مین اور اُسکے قائم رکھنے مین اور متولی کی تنخواہ مین صرف کیا جائے جیسا سابق مین بیان کیا گیا۔ اگر جائداد وقفی پر کچھ قرضہ ہو تو متولی کو چاہیے کہ اُسکو ٹھیکہ پر دیکر یا اور کسی معقول طریقہ سے اُس قرضہ کو ادا کر دے۔

"جب وقف چند اشخاص پر کیا گیا ہو تو مکان وقفی کی توسیع بے اُنکی اجازت کے نہین ہو سکتی" یعنی موقوف علیہم اسکے مستحق ہین کہ پہلے اُنسے استصواب کر لیا جائے تب مال وقفی مین ایسا تغیر و تبدل کیا جائے جسمین صرف کثیر کرنا پڑے۔ مگر یہ فقط اُس صورت مین ہے جبکہ وقف اُنھین پر کیا گیا ہو۔ مگر جب وقف امور مذہبی کے لیے کیا گیا ہو اور اُن امور کی تصریح نہ کر دی گئی ہو تو اُس وقف کو قائم رکھنے مین جو کچھ صرف ہو اُسکو اُسکے منافع سے وضع کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ ایسے مقاصد مین

لگایا جائے جو اُس وقف کے مقصد اصلی کے مشابہ ہون یعنی مکان وقفی کو تعمیر کرنے اور مرمت
وغیرہ کرنے سے جو کچھ بچے وہ اُن مقاصد مین صرف کیا جائے جو اُس وقف کے مقصد
اصلی سے مشابہت تامّہ رکھتے ہون اور جو اُسکو بطرز مناسب بجالانے کے لیے لازم ہون
مثلاً اگر مدرسہ کے لیے کچھ وقف کیا جائے اور کچھ اور نہ کہا جائے تو مکان مدرسہ کی مرمت
وغیرہ مین جو کچھ خرچ ہو اُسکو جائداد وقفی کے لگان اور منافع سے وضع کرکے جو کچھ باقی رہے
وہ مدرسین کی تنخواہ مین دیا جائے - اسی طرح سے جب مسجد پر وقف کیا جائے تو باقی خدام
مسجد کی تنخواہ وغیرہ مین اور جو اشیاء نماز کے لیے ضروری ہون اُنکو مہیا کرنے مین صرف
کیا جائیگا گو واقف نے اُنکی تصریح نہ کی ہو [1] وقف کا ابتدائی مقصد یہ ہے کہ جس
غرض سے وقف کیا گیا ہے وہ قائم رہے - مثلاً اگر وقف مسجد پر کیا گیا ہے اور جو
تنخواہ پیش نماز کی قرار دی گئی ہے اُتنی تنخواہ پر پیش نماز نہ ملے تو جو حکم اِس باب
مین واقف نے دیا ہے اُسکو بالاے طاق رکھکر اُس مقصد کے لیے ایک رقم کافی مقرر
کردیجاے جب مسجد ایک مرتبہ وقف کردی گئی ہو تو چاہیے کہ وہ بیکار نہ پڑی
رہنے پائے - جسکا نتیجہ یہ ہے کہ پہلے تو وقف کی آمدنی سے اُسکی مرمت وغیرہ کا خرچ

---

[1] فتاواے عالمگیری صفحہ ۴۶۸ ”وقف کی آمدنی پہلے تو مرمت ضروری مین صرف کرنی چاہیئے خواہ واقف نے یہ شرط کی ہو خواہ نہ کی ہو اور بعد اُسکے اگر اور کسی بات کی تصریح واقف نے نہ کی ہو تو اُن باتون مین صرف کیجائے جو اُس وقف کی غرض عام سے اقرب اور اُسکو الزم ہون - مثلاً مسجد کے لیے ایک پیش نماز یا مدرسہ کے لیے ایک مدرس اعلےٰ رکھنا - لیکن اگر اور کسی بات کی تصریح کردی گئی ہو تو وقف کی مرمت کا خرچ نکال کر اُس بات مین صرف کیجائے“ ہدایہ مین بھی یہی لکھا ہے ”واجب ہے کہ وقف کی آمدنی پہلے اُسکی مرمت مین صرف کیجائے خواہ واقف نے یہ شرط کی ہو خواہ نہ کی ہو کیونکہ اُسکا ارادہ یہ تھا کہ اُس آمدنی کا ایک دائمی سرمایہ بنایا جائے اور چونکہ مال وقف سے دائمی آمدنی نہین ہو سکتی تاوقتیکہ اُسکی ہمیشہ مرمت اور درستی نہ ہوتی رہے لہذا یہ اُسکی شرط ضروری ہوئی اور نیز اسلیے کہ جو شخص نفع اُٹھائیگا اُسکو نقصان بھی اُٹھانا پڑیگا - ترجمہ انگریزی ہدایہ صفحہ ۳۴۶ - ۱۲ منہ

دیا جائے اور بعد اُسکے جو مقصد زیادہ تر اہم ہو وہ مقدم رکھا جائے۔ لیکن اگر مصارف کی تصریح واقف نے کردی ہو تو یہ خیال رکھا جائے گہ واقف کے منشاء کی تعمیل ہو مگر اُس وقف کی غرض اصلی نہ فوت ہونے پائے۔

"وقف کی آمدنی صرف کرنے مین پہلے اُسکے برقرار رکھنے کی تدبیر کیجائے۔ اگر اُسکی کل آمدنی مکانات یا اور کسی جائداد وقفی کی مرمت مین خرچ ہو جائے تو جبتک اُسکی مرمت نہ ہو جائے اُسوقت تک امام یا مؤذن کی تنخواہ بھی نہ دیجائے۔ اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ وقف کو قائم و برقرار رکھنا کیسا امر اہم و ضروری ہے۔ چونکہ وقف کی غرض اصلی یہ ہے کہ کوئی جائداد امور مذہبی یا کسی کار خیر مین ابداً و دواماً صرف کیجائے لہذا شرع مین تاکید ہے کہ متولی کو پہلے مکان وقفی کی مرمت کرنا فرض ہے اور اگر اُس مکان کا حال ایسا سقیم ہو کہ اُسکے انہدام کا اندیشہ ہو تو اُسکی آمدنی پہلے اُسکی مرمت وغیرہ مین خرچ کرنی چاہیے۔

"اگر مصارف مرمت سے کچھ باقی رہے تو وہ اُن لوگون کو دیا جائے جنکا برطرف ہونا اُس وقف کو مُضر ہو گا۔ اور جب یہ بھی ہو چکے تو اور امور متعلقہ وقف کا انصرام بلحاظ اُنکے مقدار ضرورت کے کیا جائے۔ جن لوگون کے برطرف ہونے سے اُس وقف کو کچھ ضرر نہ پہونچیگا اُنکو کچھ تنخواہ نہ دیجائے تاوقتیکہ مرمت ضروری نہ ہو جائے۔ مگر جب وہ لوگ اُس وقف کے ملازم ہین اور کام کرتے ہین تو اُنکی مزدوری دینی چاہیے اگرچہ اتنی اُجرت دینی ضرور نہین ہے جتنی وقف نامہ مین لکھی ہے"۔ اِس سے یہ مراد ہے کہ جب وقف کی آمدنی اتنی نہ ہو کہ مرمت کا خرچ بھی دیا جائے اور ملازمین وقف کا مواجب بھی ادا کیا جائے وقف کے مبہم و مشکوک ہونے سے اُسکی غرض اصلی نہین فوت ہو سکتی۔ بلکہ ایسی صورت مین شرعاً یہ تاویل کیجائیگی کہ یہ وقف اُن مقاصد کے لیے کیا گیا ہے جو اُسکی غرض اور منشاء اصلی سے قریب تر ہین اور جب وہ غرض و منشاء بھی نہ بیان کیا گیا ہو تو وہ غرباء و مساکین کے مصرف مین لایا جائیگا۔ جب واقف نے صاف صاف کچھ ہدایت نہ کی ہو

تو حاکم وقت خود یا متولیان و وظیفہ خواران وقف سے استصواب کرکے اُسکے انتظام کی تدبیر کر سکتا ہے۔ پس جو اصول وقف بمقدمہ[1] مورس بنام بشپ آف ڈرہم مقرر کیا گیا ہے اور جسکو بعض اوقات اوقاف شرعی مین جاری کرنا چاہا ہے وہ اوقاف مین ازروے شرع محمدی نہین جاری ہو سکتا۔ اسواسطے کہ مسئلہ ابہام و اشتباہ کی بہت توسیع شرع محمدی مین کی گئی ہے یعنے اگر وقف کا مقصد اصلی مبہم و مشتبہ ہو یا فوت ہو جائے تو کسی حالت مین نفس وقف نہ فوت ہوگا۔

ہر وقف کے مستحق آخر الامر غربا ہی شرعاً قرار پائینگے یہانتک کہ اُس وقف کے مستحق بھی آخر کو غربا ہی ہو جائینگے جو کسی شخص نے اپنی عیال و اطفال پر کیا ہو۔ پس جب وقف کی غرض اصلی فوت ہو جائے تو اُسکے فوت ہو جانے سے وقف باطل نہین ہو جاتا بلکہ اُسکا مقصود آخری اور جلد[2] بر آتا ہے۔

پھر ملاحظہ کیجیے کہ جب کسی بناء مذہبی یا کسی کار خیر کے لیے وقف کیا گیا ہو اور وہ بناء یا وہ کام بمرور دہور زائل یا فوت ہو جائے تو مال وقفی واقف اور اسکے ورثہ پر نہ عود کریگا بلکہ اور کسی بناء مذہبی یا کار خیر مین صرف کیا جائیگا جو اُس سے مشابہت رکھتا ہو جو فوت ہو گیا ہے یا اور کسی کام مین صرف کیا جائیگا جس سے بندگان خدا کو فائدہ ہو۔

جب وقف نامہ مین یہ لکھا ہو کہ مصارف مرمت اور مصارف البقار وقف سے جو کچھ فاضل رہے وہ مستحقین پر تقسیم کر دیا جائے تو بھی متولی کو لازم ہے کہ وقف کی آمدنی سے ہر سال ایک رقم مصارف مرمت کے لیے وضع کر لیا کرے گو سردست مرمت کی

---

[1] ویزی صاحب کی لا رپورٹ انگلستان جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۹ - ۱۲ منہ
[2] جس اصول پر یہ مسئلہ بنی ہے اسکو ویسٹ صاحب جسٹس نے بمقدمہ فاطمہ بی بی بنام ایڈووکیٹ جنرل (انڈین لا رپورٹ سلسلہ بمبئی جلد ۶ صفحہ ۴۲) مین مفصل بیان کر دیا ہے جسکا حوالہ سابق مین دیا گیا ۱۲ منہ

ضرورت نہو تاکہ اُس سے ایک سرمایہ ہو جائے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی ضرورت دفعۃً ایسی آپڑتی ہے کہ وقت پر کچھ بھی آمدنی نہین رہتی ہے" (۲) اگر کوئی مکان کسی شخص پر وقف کیا جائے تو وہ اُسکی آمدنی لینے کا مستحق ہے اُسمین رہنے کا مستحق نہین ہے - اسی طرح اگر کسی شخص کی سکونت کے لیے کوئی مکان وقف کیا گیا ہو تو اُسمین صرف رہ سکتا ہے اُسکی آمدنی نہین لے سکتا" اِس مسئلہ کی صحت مین کلام کیا گیا ہے بہرکیف قاضی کو اختیار ہے کہ جو فعل اُس وقف کے حق مین مفید ہو اُسکی اجازت دیدے - اِن مسائل سے یہ اصول مستنبط ہو سکتا ہے کہ موقوف علیہم خود اپنی راے سے کسی حال مین وقف کی نوعیت کو نہین بدل سکتے -

اگر وقف سے کچھ بھی آمدنی نہو اور جائداد وقفی برباد ہوتی جاتی ہو تو قاضی متولی کو اجازت دے سکتا ہے کہ چند روز تک اُس مکان یا اُسکے کسی حصہ کو کرایہ پر دیکر اُسکی آمدنی سے مرمت ضروری کروے - جب زمین وقفی سے اتنی آمدنی نہ ہو کہ اُسکے قائم رکھنے کے لیے کافی ہو یا جب مال وقف برباد ہو جاتا ہو اور اُسکے فنا ہو جانے کا ظن غالب ہو اور اُسکی آمدنی مصارف مرمت کے لیے کافی نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ یہ حکم صادر کرے کہ اِسکو فروخت کرکے اور کوئی جائداد خرید لیجائے اور اُس وقف مین شامل کر دیجائے -

یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور جبتک ممکن ہو اسپر عمل کیا جائے - اگر مال وقف کو فروخت کرنا یا محاصل بیع کو مستحقین اور غربا کے مصرف مین لانا غیر ممکن ہو تو اُس صورت مین امام محمد کے قول پر عمل کیا جائے کہ جب وقف کا مقصد فوت ہو جائے تو مال وقف واقف کے ورثہ پر عود کریگا -

فصل دوم

وقف مساجد پر

وقف جائز کا اثر یہ ہوتا ہے کہ واقف کا حق ملکیت مال موقوف مین زائل ہوجاتا ہے اور موقوف علیہم کو بھی نہین حاصل ہوتا۔ لہذا مال وقفی قابل وراثت اور لائق انتقال نہین ہے۔

جب کوئی شخص کسی مکان یا کسی مقام کو مسجد یا مصلے کے مقاصد کے لیے وقف کردے جب وہان پر نماز پڑھی جائیگی تو واقف کا حق ملکیت زائل ہوجائے گا۔ اسپر سب علمار کا اتفاق ہے۔ مگر امام ابویوسف کے نزدیک واقف کا حق ملکیت جب بھی زائل ہوجائیگا جبکہ وہ یہ کہدے کہ "یہ مکان یا یہ جگہ مسجد یا مُصلّے کے لیے وقف کی گئی" کتاب ملتقی مین لکھا ہے کہ نماز پڑھنا بمنزلہ وقف کردینے کے ہے۔ مگر ذخیرہ مین لکھا ہے کہ اُس نماز کو چاہیے کہ نماز جماعت ہو۔ جو باتفاق علمار بمنزلہ اقباض سمجھی جائیگی۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے مکان بنوائے کہ اُسکو مسجد کے لیے وقف کریگا اور اُسمین لوگون کو نماز پڑھنے دے اور وہان نماز جماعت پڑھائی جائے تو وہ مسجد ایسی وقف ہوجائیگی کہ پھر وہ وقف منسوخ نہ ہوسکیگا۔

جب مکان کے اندر مسجد بنوائی جائے یا کوئی مقام مسجد قرار دیا جائے اور لوگون کو اجازت دیجائے کہ وہان جاکر نماز پڑھا کرین اور اُنکی آمدورفت کے لیے ایک راستہ بھی مقرر کردیا جائے تو اسپر سب کا اتفاق ہے کہ وہ وقف جائز و صالح ہوگا۔ لیکن اگر کوئی راستہ نہ مقرر کردیا گیا ہو تو اس صورت مین امام اعظم کے نزدیک وہ وقف کافی نہین ہے مگر امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ وقف کافی ہے اور نماز کی اجازت دینے سے وہان جانے کا راستہ بھی سمجھ لیا جائیگا۔

پس اگر کوئی شخص اپنے مکان کے اندر مسجد بنوائے تو وہ مسجد وقف عام نہوگی اور اُسمین مسجد عام کے احکام نہ جاری ہونگے تاوقتیکہ خاص و عام کو اُسمین اگر نماز

[1] ردالمحتار صفحہ ۵۷۱-۱۲ منہ

پڑھنے کی اجازت نہ دیدی جائے۔ ایسی اجازت کی تصریح کردینا کچھ ضرور نہین ہے مگر تاوقتیکہ اذن صریحاً یا ضمناً نہ دیا جائے جو مسجد کسی مکان کے اندر بنائی گئی ہو وہ ایسی وقف عام نہوگی کہ لوگ اُس مسجد کو یا اُسکے کسی جز کو اپنے استعمال مین لانے کا دعویٰ کرسکین۔ مگر ساتھ ہی اِسکے یہ بھی ہے کہ خانگی مسجد کا وقف اگر دیگر اعتبارات سے بھی جائز ہو تو وہ وقف صحیح ہوگا۔ اور ورثہ کا حق اُسمین کچھ نہ باقی رہیگا۔ جہان ایک مرتبہ بھی نماز پڑھی گئی ہو تو پھر یہ ثابت کرنا کچھ ضرور نہین ہے کہ وہ مقام بالتصریح وقف کیا گیا تھا۔ بلکہ صرف یہ امر کہ وہان نماز پڑھی گئی وقف جائز و صالح پر دلالت کریگا۔

امام ابویوسف کے نزدیک صرف واقف کا قول یعنے اُسکا اتنا کہدینا کہ یہ زمین وقف کی گئی کافی ہے۔ مثلاً اگر وہ یہ کہدے کہ فلان مکان مسجد قرار دی گئی تو یہ وقف صحیح ہوگا گو وہان نماز نہ پڑھی گئی ہو۔ قول مشہور یہی ہے جیساکہ دُرّ المنطقہ اور دُرّ المختار اور وقایہ اور اَور کتب معتبرہ مین لکھا ہے۔

جب کوئی مسجد نماز پڑھوا کر وقف کیجائے تو بعض علماء کا قول ہے کہ اُس نماز کو چاہیئے کہ اذان و اقامت کے ساتھ پڑھی جائے۔ اس شرط کی وجہ یہ لکھی ہے کہ "چونکہ وقف مین اقباض شرط ہے گو امام ابویوسف کا قول اِسکے خلاف ہے لہذا ہر وقت مین قبضہ کی نوعیت اُس شئے خاص کی نوعیت پر موقوف ہے۔ مثلاً قبرستان کا قبضہ یہ ہے کہ ایک مُردہ اُسمین دفن کردیا جائے اور حوض یا تالاب کا قبضہ یہ ہے کہ ایک شخص اُسمین پانی پیے اور مسافرخانہ کا قبضہ یہ ہے کہ کوئی مسافر اُسمین اُترے۔ اسی طرح سے چونکہ مسجد سے یہ غرض ہوتی ہے کہ اُسمین نماز جماعت پڑھائی جائے لہذا حکم شرع یہ ہے کہ جب وہ صراحتہً نہ وقف کی گئی ہو تو اُسمین نماز جماعت بہ اذان و اقامت پڑھائی گئی ہو"[1] اور جب ایک ہی آدمی موذن اور امام دونون کا کام کرے تو اُس اکیلے کا نماز پڑھنا

---

[1] ردّ المحتار صفحہ ۲۰۷ – ۱۲ منہ

پس امام ابو یوسف کے قول کے موافق جو مسلم الثبوت ہے یہ ہے کہ اگر وقف کا بالفاظ صریح ہونا شہادت سے نہ ثابت ہو تو بھی اگر یہ معلوم ہو جائے کہ واقف کے سوائے ایک شخص نے بھی اس مسجد مین نماز پڑھی ہے یا ایک شخص بھی اس قبرستان مین دفن ہوا ہے یا ایک شخص نے بھی اس چشمہ سے پانی پیا ہے تو اُس وقف کو اُس مقصد خاص کے لیے مکمل تصور کر لینا چاہیئے۔ چونکہ وقف کا استعمال جو اِسطرح کیا جائے وہ اُسکی غرض اصلی یا صریحی کے موافق ہے لہذا اُسکا ثبوت قطعی تصور کرنا چاہیئے۔

ایک شخص ایک قطعہ زمین پر لوگون کو نماز پڑھنے کی اجازت دے اور نماز کے وقت کی یا نمازیون کے تعداد کی کچھ قید نہ لگائے تو اُسکے مرنے کے بعد وہ زمین اُسکے متروکہ مین نہ داخل ہوگی۔ لیکن اگر وہ اجازت کسی خاص موقع پر یا کسی خاص میعاد تک محدود تھی تو وہ زمین بدستور قابل توریث باقی رہیگی اسواسطے کہ موقع یا وقت کی قید وقف مطلق کے قیاس کے منافی ہے۔

جس مقام پر نماز عیدین یا نماز جنازہ اکثر پڑھی جائے وہ بھی قاضی خان وغیرہ کے نزدیک مسجد کے حکم مین داخل ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ "مین نے اپنا یہ کمرہ اس کام کے لیے مخصوص کر دیا ہے کہ فلان مسجد کے چراغ کا تیل اس سے پہونچایا جائے" اور اور کچھ نہ کہے تو فقیہ ابو جعفر کا قول یہ ہے کہ وہ کمرہ اُس مسجد پر وقف ہو جائیگا بشرطیکہ وہ متولی کے حوالہ کر دیا جائے اور اِسی قول کے موافق فتوے ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی زمین مسجد پر وقف کر کے اُس مسجد کے متولی کے حوالہ کر دے تو یہ وقف جائز ہے اور قابل تنسیخ نہین ہے۔

اگر کوئی شخص مسجد بنانے کے لیے یا مسجد کے خرچ کے لیے روپیہ وقف کرے تو جائز ہے مگر بعد اقباض۔

کافی ہے۔

اگر ایک مرتبہ بھی مسجد مین نماز پڑھی گئی ہو تو اُسکے وقف صالح ہونے کو اتنا ہی کافی ہے۔ لیکن اگر واقف اکیلا اُسمین نماز پڑھے تو یہ کافی نہوگا۔

قاضی خان کے نزدیک۔ "جب ایک شخص نے بھی اذان واقامت کے ساتھ مسجد مین نماز پڑھی ہو تو اُس مسجد کا وقف کامل ہو جائیگا۔ اور قول مشہور بھی یہی ہے کہ اگر مسجد مین ایک شخص بھی نماز پڑھ لے تو وہ مسجد وقف فی سبیل اللہ ہو جائیگی۔ کیونکہ مسجد خدا کا مال ہے اور اُسمین سب مسلمانون کا حق ہے اور ایک شخص بھی خدا کا اور اُسکے بندون کا حق وکالتاً ادا کر سکتا ہے۔ امام ابویوسف کے نزدیک کسی وقف کا جواز دیدینے پر نہین موقوف ہے خواہ مسجد ہو خواہ اور کوئی چیز وقف کی ہو۔ پس اگر کوئی شخص مسجد بنوا کر اُسمین لوگون کو نماز پڑھنے کی اجازت دے تو یہ وقف مطلق ہے اور اسی قول کو ہمنے اختیار کیا ہے"۔

اگر کوئی مسجد متولی کو دیدیجائے مگر اُسمین نماز نہ پڑھی جائے تو بھی وہ وقف جائز ہوگا گو شمس الائمہ سرخسی کا قول اِسکے خلاف ہے۔

جب کسی شخص نے کوئی حوض یا چشمہ یا قبرستان وقف کیا ہو تو امام ابویوسف کے نزدیک وہ وقف منسوخ نہین ہو سکتا "اور اُنھین کے قول پر ہمارا عمل ہے"۔ قبرستان مین ایک مُردے کا دفن ہونا بھی اُسکے وقف کو کافی ہے۔ اِسی طرح سے اگر مسافرخانہ مین ایک مسافر بھی اُترے تو اُسکا وقف پھر نہ منسوخ ہو سکیگا۔

اصول مصرحۂ بالا سے عموماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب وقف کا نفاذ اُس طریقہ سے کیا گیا ہو جس طریقہ سے اُسکو نافذ کرنا چاہیئے تو وہ وقف مکمل ہے اور قابل تنسیخ نہین ہے۔ مثلاً مسجد سے خاص غرض یہ ہے کہ لوگ اُسمین نماز پڑھا کرین۔ اور قبرستان سے یہ غرض ہے کہ اُسمین مُردے دفن ہوا کرین۔ اور حوض یا تالاب سے یہ غرض ہے کہ لوگون کو پانی ملے

اگر کوئی شخص اپنا مکان کسی مسجد پر یا مسلمانون پر صدقہ کرے تو جائز ہے اور فتوے یہی ہے۔

مساجد اور قبور کی مرمت کے لیے وقف کرنا جائز ہے کہ ایسا وقف دوام پر دال ہے۔

بادشاہ کوئی جزر اُس زمین کا جو مصالحہ یا عہد وپیمان سے حاصل ہوئی ہو اس لیے نہین دے سکتا کہ بلا اجازت مالکان زمین کے اُس زمین کی مسجد بنا لیجائے مگر وہ کوئی جزر اُس زمین کا دے سکتا ہے جو جہاد مین پائی ہو بشرطیکہ اِس سے کسی شخص کے حقوق راہداری مین نہ خلل واقع ہو۔

اگر کوئی شخص مسجد بنوائے مگر اُسکا کوئی متولی نہ مقرر کرے تو تولیت خود اُس شخص کی باقی رہیگی۔بعض علما کا یہی قول ہے۔

اہل محلہ کو اپنے صرف سے مسجد کی مرمت اور توسیع کرنا اور اُسکے لیے عمدہ اسباب مہیّا کرنا جائز ہے۔مگر اُس مسجد کے مال سے ایسا کرنا اُنکو نہین جائز ہے تا وقتیکہ اِس امر کی اجازت قاضی سے نہ لیجائے۔اگر اہلِ محلہ قاضی کی اجازت سے یا بغیر اُسکی اجازت کے اُس مسجد مین کوئی اصلاح کرنا چاہین تو واقف کے ورثہ اعتراض نہین کر سکتے اِلّا اینکہ یہ امر واقف کی مرضی کے صریحاً خلاف ہو۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ زنانے مکانات مین کچھ کمرے نماز پڑھنے کے لیے یا محرم کی تعزیہ داری کے واسطے مخصوص کر دیے جاتے ہین۔ایسے کمرے وقف مین داخل نہین ہین اور مال وقف کے احکام اُنپر نہین جاری ہو سکتے اگرچہ اُنکے مالکون نے اکثر یہ عذر کرکے اجرائڈگری سے گریز کرنا چاہا ہے کہ یہ جائداد وقفی ہے اور مسجد یا امام باڑہ مین داخل ہے۔لیکن اکثر صورتون مین خاص خاص مکانات رسوم مذہبی کے لیے مخصوص کر دیے جاتے ہین جیسے کربلائی محمد کا امام باڑہ کلکتہ مین ہے اور اُنکا دروازہ اکثر زنانے مکان کے

دروازہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور جملہ اعتبارات سے اُن شرائط کی تکمیل ہو جاتی ہے جو
علامۂ قہستانی نے قرار دیے ہین جنھون نے فرمایا ہے کہ جب مسجد زنانے مکان سے یعنی
اُس مکان سے جسمین واقف رہتا ہو ایسی وصل ہو کہ اُن دونون مین فصل کرنا ضروری
ہو جائے تو مکان وقفی کو صاف صاف بیان کر دینا چاہیئے ۔ ایسے مکانات کا وقف
صحیح ہونے مین کچھ کلام نہین ہو سکتا ۔ مگر شرع مین وقف کا اصول یہ ہے کہ زنانے مکان
کے ایک حصہ کو وقف کر دینا اور دوسرے حصہ مین واقف کا خود رہنا مکروہ ہے ۔ مثلاً کسی
مکان کے اوپر کے یا نیچے کے درجہ کو بطور مسجد وقف کرنا نہین جائز ہے اِلّا اینکہ اُس مقام
خاص مین کثرت مکانات کی وجہ سے ایسی مسجدین بنانے کا دستور ہو گیا ہو ۔ امام ابو یوسف
اور امام محمد دونون صاحبون نے ایسے اوقاف کا بغداد اور رَے مین جائز ہونا اس وجہ سے
تسلیم کر لیا تھا کہ اُس زمانہ مین اِن شہرون مین آبادی کی بڑی کثرت تھی ۔ اس تقریر سے یہ
نہ سمجھنا چاہیے کہ کسی شخص کا زنانے مکان کے ایک حصہ کو اپنی عیال کے نماز پڑھنے کے لیے
یا اور رسوم مذہبی کے واسطے چند روز کے لیے مسجد یا امام باڑہ وغیرہ بنا لینا شرعاً ممنوع ہے
کیونکہ حکم شرع یہ ہے کہ تا وقتیکہ بعض شرائط کی تعمیل نہو جائے ایسے مقامات مین وقف کے
احکام نہ جاری ہونگے بلکہ مالک کی ذاتی جائداد مین داخل سمجھے جائینگے ۔ مگر جب کوئی سارا
مکان مسجد یا امام باڑہ یا مدرسہ کے لیے وقف کر دیا گیا ہو اور اُسکا ایک حصّہ اُس
وقف کے غرض خاص کے لیے استعمال بھی کیا گیا ہو اور مابقی مین اُس مسجد یا امام باڑہ
یا مدرسہ کے ملازمین و خدام رہتے ہون یا لوگون کو کرایہ پر دیکر اُسکی آمدنی وقف مین
شامل کیجاتی ہو تو ایسا وقف جائز ہے ۔ جب اُس مکان کے ایک حصہ مین خود واقف
بحیثیت متولی رہتا ہو تو اس امر کا تصفیہ اُس وقف کے حالات پر موقوف ہو گا کہ آیا
وہ وقف واقعی ہے یا صرف برائے نام کیا گیا تھا ۔ اگر وہ وقف واقعی ہے تو صرف اُس
مکان کے ایک حصّہ مین واقف کے بحیثیت متولی رہنے سے وہ ناجائز نہ ہو جائیگا ۔

ہدایہ مین لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک کسی مکان کے بیچ کے بڑے ٹکڑے کو مسجد کے لیے وقف کرنا جائز ہے - مگر ردّ المحتار مین اس قول کی صحت مین کلام کیا ہے -

جب کوئی مسجد شکست ہو گئی ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ اُسکو کسنے بنوایا تھا تو قاضی کی منظوری سے اہل محلہ اُسکے مصالح کو بیچکر اُسکی قیمت سے نئی مسجد بنوا سکتے ہین - مسجد مین کنوان کھُد سکتا ہے بشرطیکہ اُس سے مسجد کا فائدہ متصور ہو - مسجد کے کسی حصہ کو وقف اپنے اغراض ذاتی کے لیے کرایہ پر نہین دے سکتا ہے - جب مسجد جاتی رہے ہے تو واقف اُسکو اور کسی مصرف مین نہین لا سکتا - مسجد سے کچھ منافع نہ لینا چاہیے نہ اُسکو کرایہ پر دینا چاہیے اور نہ اُسکو کسی شخص کی جاے سکونت بنانا چاہئیے "

امام اعظم کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی جو زمین ایک مرتبہ مسجد کے لیے وقف کر دی گئی ہو وہ ہمیشہ وقفی رہتی ہے گو وہ مسجد منہدم ہو جائے اور وہ زمین ویران پڑی رہے - اور اسی قول کے موافق فتویٰ ہے - امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی ہے کہ قاضی سے اجازت لیکر اُس مسجد شکستہ یا اُس ویران جگہ کو بیچکر اُسکی قیمت سے اور کوئی مسجد اُس مسجد کہنہ کے قریب بنوا لیجائے یا جو اور کوئی مسجد اُسکے قریب بنی ہوئی ہو اُسکے مصرف مین لائی جائے "

شرح ملتقیٰ مین لکھا ہے کہ جب کسی وقف کا مقصد فوت ہو جائے تو جائز ہے کہ اُسکی آمدنی اُس بات مین صرف کیجائے جو اُس وقف کی جنس قریب ہو - مثلاً اگر وقف سے حوض بنانا مقصود تھا تو اُسکی آمدنی سے تالاب بن سکتا ہے یا نہر بن سکتی ہے اگر اُس سے مسجد بنانی مقصود تھی تو اُسکی آمدنی کسی اور مسجد مین یا صوم و صلوٰۃ وغیرہ مین صرف ہو سکتی ہے[1] -

[1] امام محمد کے نزدیک یہ ہے کہ مسجد شکستہ واقف پر عود کر یگی اور قاضی خان نے لکھا ہے ص

شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حوض یا مسجد منہدم ہو جائے اور متروک ہو جائے تو قاضی حکم دیکر اُسکے مصالح کو ایک اور حوض یا مسجد مین صرف کرا سکتا ہے اور مصنف ردّ المحتار[۱] لکھتے ہین کہ "اس زمانہ مین امام الحلوائی کے اقوال اختیار کرنا ضروری ہے جنھون نے قاضی کو اجازت دی ہے کہ مسجد شکستہ کا مصالح اُٹھوا کر دوسری مسجد مین جو متروک نہ ہو گئی ہو لگوا دے۔"

وقف کرنے کے وقت واقف یہ اختیار اپنے لیے رکھ سکتا ہے کہ موقوف علیہم کو یا اُنکے حق کو مال وقف مین جب چاہے بدل دے۔ مگر بعد ازان وہ ایسا نہین کر سکتا۔ چنانچہ ردّ المحتار مین لکھا ہے کہ "واقف وقف کے شرائط کو بدل دینے کا اختیار نہین رکھتا ہے الّا اینکہ اُسنے یہ اختیار خاصتہً اپنے لیے باقی رکھا ہو[۲]۔ اگر اُسنے یہ اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہو کہ موقوف علیہم مین کسی کو داخل کرے یا خارج کر دے یا متولی کو اُسکے عہدہ سے برخاست کرے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہو گا مگر وقف کی نوعیت یا حقیقت مین کچھ تغیر نہ ہو سکے گا۔ اِسی طرح سے متولی کو شرائط وقف نامہ سے تجاوز کرنا نہین جائز ہے وقف نامہ مین یہ شرط درج کرنا جائز ہے کہ متولی کو ملازمین کی تنخواہ مین کمی وبیشی کرنی اور برطرفی وبحالی کا اختیار ہو گا۔ مگر ساتھی اِسکے اُس وقف کی مصلحت ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔ قاضی خان فرماتے ہین کہ "اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس کچھ زمین غربا پر وقف کرکے متولی کے سپرد کر دے اور اپنی وفات کے وقت اپنے

[۲] کہ فتوی امام محمد کے قول کے موافق ہے۔ مگر بحر مین اس اختلاف کو یون جمع کیا ہے "مسجد متروک مین جو چیزین ہون وہ تو واقف کو ملینگی مگر وہ مسجد اور وہ زمین دواماً وقف رہیگی۔ امام ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ وہ مسجد اور زمین واقف کو یا اُسکے ورثہ کو نہین مل سکتی نہ اُنکی جائداد موروثی ہو سکتی ہے۔" ۱۲۔ منہ

[۱] ردّ المحتار صفحہ ۵۷۵۔ ۱۲ منہ [۲] مقدمہ ہدایت النسا، بنام افضل حسین لا رپورٹ سلسلہ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۲۰ نم ملاحظہ ہو ۱۲۔ منہ

وصی کو وصیت کرے کہ اِس وقف کی آمدنی مین سے اسقدر فلان شخص کو دیا کرنا تو یہ جائز نہ ہوگا اسواسطے کہ وقف کرنے کے وقت وہ اُس آمدنی مین اپنے حق سے دست بردار ہوگیا تھا۔ لیکن اگر اُسنے وقف کرنے کے وقت اُس آمدنی کو خرچ کرنے کی ہدایت کرنے کا اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

جب واقف اپنے مال کو کسی کار خیر کے لیے وقف کرکے اپنے حق ملکیت کو متولی پر منتقل کردے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ جب چاہے اُس حق کو متولی سے لیکر دوسرے شخص کو دیدے الّا اینکہ وقف کرنے کے وقت اُسنے ایسا اختیار بالفاظ صریح و واضح اپنے لیے باقی رکھا ہو۔

"جب دو وقف ایک ہی واقف نے کیے ہون اور ایک ہی مقصد سے کیے ہون مگر کسی آفت ارضی و سماوی کی وجہ سے ایک وقف کی آمدنی کم ہوجائے اور دوسرے وقف کی آمدنی مین سے مصارف ضروری دینے کے بعد کچھ بچ رہے تو قاضی یہ حکم دے سکتا ہے کہ پہلے وقف کے ملازمین کی تنخواہین دوسرے وقف کی آمدنی کی بچت سے دیدی جائین" لیکن اگر اُن دونون وقفون کا مقصد مختلف ہو تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار نہین ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ایک مسجد پر دو وقف کرے۔ ایک وقف اُسکی عمارت کے لیے اور دوسرا امام اور مؤذن کے واسطے اور دوسرے وقف کی آمدنی کے کم ہوجانے کی وجہ سے امام اور مؤذن نوکر نہ رہ سکین تو حاکم کو جائز ہے کہ اُس محلہ کے عمائد سے مشورہ کرکے حکم صادر کرے کہ امام اور مؤذن کی تنخواہ پہلے وقف کی آمدنی سے دیدی جائے جو عمارت کے لیے کیا گیا تھا بشرطیکہ ایک ہی شخص نے دونون وقف کیے ہون" اگرچہ متولی اُن دونون وقفون کا مقرر کیا گیا ہو مگر وہ یہ اختیار نہین رکھتا ہے کہ ایک وقف کی آمدنی کی بچت مین سے دوسرے وقف کے ملازمین کی تنخواہ دیدے بلکہ اُسکو درخواست کرکے قاضی کی منظوری حاصل کرنی چاہیے۔

جب کئی وقف ایک ہی مسجد پر کیے گئے ہون تو متولی اُن سب کی آمدنی کو اکٹھا رکھکر ایک ہی حساب سب کا رکھ سکتا ہے اور اگر اُس سے متعلق ایک دوکان مرمت طلب ہو تو اسمین کچھ قباحت نہین ہے کہ اُسی مسجد کی دوسری دوکان کی آمدنی سے اُس دوکان کی مرمت کرادیجائے۔

اگر کوئی شخص مسجد بنانے کے لیے زمین وقف کرے تو پھر اُسکو بازیافت نہین کرسکتا نہ بیچ سکتا ہے نہ وہ زمین اُسکے ورثا کو وراثتاً مل سکتی ہے اسواسطے کہ واقف کا حق اُس زمین سے بالکل جاتا رہا ہے اور وہ مال خدا ہو گیا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ سب چیزین دراصل پروردگار عالم کی ہین۔ پس جب وہ شخص اُس زمین مین اپنے حق سے دست بردار ہو گیا تو وہ اپنے مالک حقیقی کو ملیگی اور اُسکا اختیار اُس زمین پر اُسی طرح جاتا رہیگا جسطرح آقا کا اختیار غلام کو آزاد کردینے کے بعد اُسپر کچھ نہین باقی رہتا۔

فصل چہارم

اوقاف حوض یا نہر یا سراؤن وغیرہ کے لیے

امام ابو یوسف کے نزدیک ہر کار رفاہ عام کے لیے وقف واقف کے قول سے ہوسکتا ہے جیسا مسجد کے باب مین ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص مسلمانون کے لیے حوض یا نہر بنوائے یا مسافرون کے واسطے سرائے تعمیر کرے یا قبرستان کے لیے زمین دے یا کارروان سرائے بنوائے توان سب صورتون مین واقف کے قول سے وقف کامل ہو جاتا ہے اور اُسکا حق ملکیت اُس چیز مین بالکل زائل ہو جاتا ہے[۱] امام محمد کے نزدیک واقف کا حق اُسوقت جاتا رہتا ہے جبکہ لوگ اُس حوض یا نہر کو استعمال مین لائین

---

[۱] امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک واقف کا حق ملکیت جب زائل ہوتا ہے جبکہ قاضی حکم صادر کرے یا اگر وقف بطور وصیت کے ہو تو اُسوقت جبکہ واقف مرجائے ۱۲ منہ

یا اُس سرائے یا کاروان سرائے مین قیام کیا ہو یا اُس قبرستان مین مردے دفن کیے ہون اور اگر ایک شخص نے بھی ایسا کیا ہو تو کافی ہے[1] کنوؤن اور تالابون کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر وہ کسی متولی کے سپرد کر دیے گئے ہون تو بھی وقف اسی طرح سے جائز ہوگا مبسوط مین لکھا ہے کہ باتفاق علماء فتوے صاحبین کے قول کے موافق ہے۔ ہر شخص اُس کنوئین یا اُس تالاب سے پانی پی سکتا ہے اور اپنے مواشی اور اونٹون کو پانی پلا سکتا ہے اور اُسکے پانی مین غسل اور وضو کر سکتا ہے۔ اِن سب رفاہ عام کی چیزون کے استعمال مین امیر و غریب کا کچھ امتیاز نہین ہے اور سب کو اُس سرائے یا کاروان سرائے مین اُترنا اور اُس حوض یا تالاب سے پانی پینا یا اُس قبرستان مین مُردے دفن کرنا جائز ہے۔ مگر آمدنی اُس مکان کی جو غازیون یعنے مجاہدین پر وقف کیا گیا ہو صرف وہ غازی یا مجاہد لے سکتے ہین جو محتاج ہون۔ جب کوئی مکان حجاج اور زائرین پر وقف کیا گیا ہو تو راہگیر اُسمین نہین رہ سکتے اور جب حج و زیارت کی فصل تمام ہو جائے تو وہ مکان کرایہ پر دیا جائے اور اُسکے کرایہ سے اسکی مرمت کیجائے اور جو کچھ بچت رہے وہ غرباء پر تقسیم کر دیجائے۔

سڑک یا راستہ اِس طرح وقف ہو سکتا ہے کہ اُسکا مالک گواہون کے سامنے کہدے کہ مین نے اسکو وقف کیا۔ مگر جن فقہاء کے نزدیک تفویض یا سپردگی تکمیل وقف کو لازم ہے اُنکا قول یہ ہے کہ اقل مراتب ایک آدمی اُس راستہ سے گذرے تا کہ اُس گذرنے والے کی شہادت ہو جائے۔ ہلال کے نزدیک یہی حکم پُل مین بھی جاری ہوگا۔ امام ابو یوسف کے نزدیک صرف واقف کا کہدینا یا ایک شخص کا وقفی چیز کو استعمال مین لانا ایسی چیزون مین ازالۂ حق ملکیت[2] کے لیے کافی ہے۔

"جب کوئی مُردہ زمین وقفی مین دفن کیا گیا ہو خواہ اُسکو دفن ہوے بہت عرصہ

[1] فتاواے عالمگیری صفحہ ۵۵۴ - ۱۲ منہ [2] فتاواے عالمگیری صفحہ ۵۵۶ - ۱۲ منہ

گذرا ہو خواہ کم مدت گذری ہو تو بغیر کسی عذر کے نبش قبر نہین ہو سکتا یعنے اُسکو قبر کھود کر نہین نکال سکتے - لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زمین غصبی ہے یا کسی شخص کو اسمین حق شفعہ حاصل ہے تو نبش قبر جائز ہے -

ایک عالم سے کسی نے پوچھا کہ جب کسی مسجد مین کوئی نماز جماعت پڑھنے والا نہ باقی رہا ہو اور وہ منہدم ہوتی جاتی ہو تو آیا اُسکو قبرستان بنا دینا جائز ہے - اُنھون نے فرمایا - نہین - اور جب اُنسے ایک قبرستان کے باب مین پوچھا گیا کہ بالکل شکست ہو گیا ہے اور اب اُسمین مُردون کی ہڈیان بھی نہین باقی رہی ہین آیا اُس زمین مین غلہ بو کر اُسکی پیداوار لینا جائز ہے - اُنھون نے فرمایا - نہین " کیونکہ شرعاً تو وہ زمین ابتک قبرستان ہی کا حکم رکھتی ہے "

" اگر کوئی شخص اپنی زمین مین قبرستان یا سرائے بنوائے اور اگر وہ زمین خراجی ہو تو اُسکا خراج نہ دینا پڑیگا - اصح یہی ہے "

" جب کوئی عورت اپنی زمین کے ایک جز مین قبرستان بنوائے اور اُسمین اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور اُسمین اپنے بیٹے کو دفن کیا ہو مگر وہ قطعۂ زمین اِس وجہ سے قبرستان کے لائق نہ رہا ہو کہ اُسمین پانی بھر گیا ہو اور وہ عورت اُس زمین کو بیچ ڈالنا چاہے - پس اگر وہ زمین ابتک اس قابل ہو کہ لوگ اُسمین مردے دفن کرنا چاہین تو وہ عورت اُسکو نہین بیچ سکتی لیکن اگر لوگ اُسمین مردے دفن کرنا نہ منظور کرین تو وہ عورت اُسکو بیچ سکتی ہے -

اگر کوئی شخص کسی تکیہ مین اپنے لیے قبر کھُدوائے تو آیا دوسرا شخص اُسمین مردہ دفن کر سکتا ہے - اگر اُس قبرستان مین جگہ وافر ہو تو اُس شخص کو اُس قبر مین مداخلت نہ کرنی چاہیے لیکن اگر وہان اور جگہ نہو تو وہ اپنا مردہ اُسی قبر مین دفن کر سکتا ہے - یہ صورت بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا مصلے مسجد مین بچھا چکا ہو یا کسی کاروان سرائے مین

اُتر چکا ہو کہ دوسرا شخص آجائے۔ پس اگر وہان جگہہ وافر ہو تو وہ دوسرے کو کیون تکلیف دے ؟

آٹھوان باب

فصل اوّل

متولی کا تقرر اور اُسکے اختیارات

واقف کو اپنی تولیت رکھنا جائز ہے۔ اور جب واقف نے مال وقفی کے انتظام کے لیے کوئی متولی نہ مقرر کیا ہو نہ اُسکی تولیت صاف صاف اپنے اختیار مین رکھی ہو تو تولیت واقف ہی کو ملیگی[۱]۔ اُسکو اپنی زندگی بھر اختیار ہے کہ جب چاہے متولی مقرر کر دے۔ اگر وہ مر جائے اور کسی کو متولی نہ مقرر کر جائے تو اُسکے وصی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر اُسکا وصی نہ ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی کو ہوگا۔

متولی بد انتظامی یا بد دیانتی کی علت مین موقوف ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہ ثابت کر دیا جائے[۲] محض اتہام اُسکی موقوفی کے لیے کافی نہین ہے۔ اگر متولی پاس سرمایہ وقف ہو اور وہ مکان وقفی کی مرمت مین غفلت کرے اور اُسکو بے مرمت پڑا رہنے دے تو یہ بمنزلہ خیانت کے ہوگا کیونکہ اگر وہ عمداً اور قصداً مال وقف کو نقصان پہونچائے یا تلف ہو جانے دے یا اُس مال مین کوئی بد معاملگی کرے تو اُسکو موقوف کر دینا واجب[۳] ہے۔

اگر کوئی متولی مکان وقفی مین سکونت اختیار کرے اور ایسا مضمون وقف نامہ مین نہ لکھا ہو یا بغیر قاضی کے حکم کے اُسمین بود و باش اختیار کرے تو یہ فعل اُسکا ناجائز

---

[۱] مقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ سلطانی بیگم۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

[۲] مقدمہ محمد صادق بنام محمد علی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۔ اور مقدمہ ہدایت النساء بنام سید افضل حسین۔ لا رپورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۴۲۰ - ۱۲۔ منہ

[۳] مقدمہ سید امداد حسین بنام محمد علی خان۔ ویکلی رپورٹر جلد ۲۳ صفحہ ۱۵۰۔ ۱۲ منہ۔

اور مداخلت بیجا سمجھا جائیگا۔
اگر واقف خود ہی متولی کا عہدہ رکھتا ہو اور مداخلت بیجا یا خیانت کرے تو وہ بھی موقوف ہو سکتا ہے خواہ اس مضمون کی شرط وقف نامہ مین لکھی ہو خواہ نہ لکھی ہو۔ وقف کے فرائض کو ادا کرنے کے قابل نہ ہونا بھی عہدۂ متولی سے موقوفی کا باعث ہو سکتا ہے۔

جو شخص امین اور معتبر ہو اور عہدۂ متولی کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وہ متولی مقرر ہو سکتا ہے "اس اعتبار سے مرد اور عورت یکسان ہین" یعنی عورت بھی مرد کی طرح متولی مقرر ہو سکتی ہے۔ اختلاف مذہب مانع تولیت نہین ہے کسی شخص کا شیعہ مذہب ہونا اُس وقف کے متولی ہونے سے نہین مانع ہو سکتا جو کسی سُنّی نے کیا ہو۔ جب تک کوئی شخص فرائض تولیت کو خود یا بذریعہ کسی نائب یا کارندہ کے ادا کر سکے وہ عہدہ تولیت رکھنے کی لیاقت رکھتا ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت۔

مگر جب متولی کو اُس وقف مین رسوم مذہبی ادا کرنے پڑین تو اس صورت مین عورت متولی نہین مقرر ہو سکتی۔ مثلاً اگر متولی امام جماعت یا داروغہ امام باڑہ ہو اور اس حیثیت سے اُسکو نماز یومیہ یا جمعہ وغیرہ پڑھانی پڑے یا رسوم عزاداری محرم وغیرہ مین اہتمام کرنا پڑے تو عورت ایسے ہنگام مین اپنی نسائیت کی وجہ سے متولی نہین ہو سکتی۔ یا متولی سجادہ نشین ہو تو بھی عورت متولی نہین ہو سکتی کہ وہ سجادہ نشین نہین ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس اگر وقف اس قسم کا ہو کہ کسی خاص فرقہ یا کسی خاص مذہب کے رسوم اُسمین ادا کرنے پڑین تو دوسرے فرقہ یا مذہب کا آدمی عموماً اُسکا

سلہ مقدمہ دیال چند ملک بنام سید کرامت علی۔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۶ صفحہ ۱۱۶۔ جو شخص کسی گناہ صغیرہ یا خفیف جرم کا مرتکب ہو جیسے کسی کو بدنام کرنا یا گالی گلوج کرنا وہ متولی ہونے کے ناقابل نہین سمجھا گیا ہے ۱۲ منہ سلہ سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۲۲۔ ۱۲ منہ

متولی نہ مقرر کیا جائیگا۔

جب متولی خیانت کی علت مین اپنے عہدہ کے قابل نہ باقی رہے تو اُسکو موقوف کردینا چاہیئے مگر محض مداخلت بیجا کی علت مین وہ اپنے عہدہ سے برخاست نہین ہوسکتا۔ پس جبتک وہ برطرف نہ کیا جائے اُسوقت تک جو کام اُسنے کیے ہون بشرطیکہ مشروع ومباح ہون وہ جائز سمجھے جائینگے تاوقتیکہ شرعی کارروائی سے منسوخ نہ کیے جائین۔

متولی کو (۱) بالغ اور (۲) عاقل ہونا چاہیئے۔ پس اگر کوئی نابالغ متولی یا وصی مقرر کیا جائے تو اصول قیاس کے بموجب تو اُسکا تقرر ناجائز سمجھا جائیگا مگر شرعاً اُسکا تقرر اُسکے بلوغ کے زمانہ تک معطل رہیگا۔ جب وہ سن بلوغ کو پہونچ جائیگا تب تولیت اُسکے سپرد کیجائیگی[۱]

"اگر متولی[۲] یا وصی غلام ہو تو قیاساً اور شرعاً دونون طرح سے اُسکا تقرر جائز ہے کیونکہ متولی یا وصی کے فرائض بجالانے کی قابلیت تو اُسمین موجود ہے۔ اِسی طرح سے ذمی یا غیر مسلم جو پادشاہ اسلام کی رعیت ہو متولی مقرر ہوسکتا ہے۔ مگر قاضی ایسے متولی کو اِس وجہ سے موقوف کرسکتا ہے کہ اُسکی حیثیت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ فرائض تولیت کو بخوبی نہین ادا کرسکتا۔

متولی نابالغ اگر اکیلا متولی ہو تو کسی کو اپنا نائب نہین مقرر کرسکتا۔ اگر کوئی نابالغ متولی مقرر کیا گیا ہو اور اُسکے ساتھ کوئی بالغ شریک تولیت نہ کیا گیا ہو تو قاضی کسی شخص کو مقرر کردے کہ وہ کام کیا کرے تاوقتیکہ وہ متولی سن بلوغ کو پہونچے۔ اگر نابالغ کے ساتھ کوئی بالغ شریک تولیت ہو تو قاضی کسی شخص کو اُس نابالغ کی طرف سے مقرر کرسکتا ہے کہ دوسرے متولی کی مشارکت سے کام کرے یا اُسی بالغ متولی کو حکم دے کہ اُس نابالغ کی طرف سے بھی کام کیا کرے۔

اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ متولی کو موقوف کرنے کا اختیار کسی کو نہ ہوگا تو بھی

---

[۱] ردالمحتار صفحہ ۵۵۴ - ۱۲ منہ [۲] ردالمحتار صفحہ ۵۵۵ - ۱۲ منہ

قاضی خیانت کی علت مین اُسکو موقوف کرسکتا ہے۔ جب کسی شخص نے وقف نامہ مین متولی مقرر کردیا ہو تو قاضی اُسکو برخاست نہین کرسکتا تا وقتیکہ بددیانتی یا خیانت کا جُرم اُسپر ثابت نہ کردیا جائے[۱]۔

جامع الفصولین مین لکھا ہے کہ "جب متولی کو واقف نے یا حاکم شرع نے مقرر کیا ہو تو وہ بلاوجہ نہین موقوف ہوسکتا تا وقتیکہ صریحی مداخلت بیجا یا خیانت یا اور کوئی ایسا ہی سبب نہ ثابت کردیا جائے "ایسا ہی سبب" مین اُسکا فرائض تولیت ادا کرنے کے قابل نہ ہونا یا فاسق وفاجر ہونا بھی داخل ہے۔

اگر واقف[۲] کے اقربا اور ہمسایون مین سے کوئی شخص کار تولیت بلا اجرت انجام دینے پر راضی نہ ہو اور غیر آدمی اُس کام کو بلا اُجرت کرنے پر راضی ہوجائے تو اُسکو مقرر کرنا قاضی کی راے پر موقوف ہے اور قاضی یہ سمجھ لے کہ کسکو متولی مقرر کرنا اولیٰ ہے۔

جو لوگ وقف سے وظائف پاتے ہون اُنکے وظیفہ نہ بند کیے جائین تا وقتیکہ اُنپر کوئی ایسا جرم نہ ثابت کردیا جائے جسکی سزا موقوفی وظیفہ ہے۔

جو طالب علم تین مہینہ سے غیر حاضر ہو صرف غیر حاضری کی وجہ سے اُسکا حجرہ نہ چھین لیا جائے نہ اُسکا وظیفہ موقوف کیا جائے۔

"کتاب اشباہ مین لکھا ہے کہ اگر خود پادشاہ ایسے شخص کو مدرس مقرر کرے جو لائق نہ ہو تو وہ موقوف ہوسکتا ہے اسواسطے کہ سلطان کا فعل بھی نامعقول یا نامناسب نہ ہونا چاہیے۔ اور بزازیہ مین لکھا ہے کہ جب بادشاہ کسی نالائق آدمی کو مقرر کرے تو وہ دوگنا ہون کا مرتکب ہوگا۔ اول تو نالائق آدمی مقرر کرنے سے وہ لائق آدمی کی حق تلفی کریگا دوسرے یہ کہ جو شخص اُس عہدہ کے لائق نہ تھا اُسکو مقرر کرکے وہ خلق اللہ سے ناانصافی کریگا۔

---

[۱] ردّالمحتار صفحہ ۵۹۶ - ۱۲ منہ [۲] ردّالمحتار صفحہ ۵۵۵ - ۱۲ منہ

متولی منصب تولیت کو خود نہین ترک کرسکتا بلکہ اُسکو قاضی کی منظوری سے اپنے عہدہ سے استعفا دینا چاہئیے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ متولی استعفا دیکر دوسرے کو اپنے عہدہ پر مقرر کرسکتا ہے۔ مگر انھین علماء کا یہ بھی قول ہے کہ یہ دوسرا شخص متولی نہ ہوجائیگا تاوقتیکہ قاضی اُسکے تقرر کو نہ منظور کرلے اور قاضی کو یہ واجب نہین ہے کہ اُسی کو متولی مقرر کرے۔

کتاب بحر الرائق مین یہ قول استناداً لکھا ہے کہ متولی دوسرے شخص کو اپنے عہدہ پر نہین مقرر کرسکتا تاوقتیکہ وہ مرض الموت مین مبتلا ہوکر صاحب فراش نہ ہوگیا ہو۔

جب کوئی شخص ایک مرتبہ جائز طور سے متولی مقرر ہوچکا ہو تو جب تک وہ اپنے عہدہ پر رہے دوسرا متولی نہین مقرر ہوسکتا۔

اگر کوئی متولی کسی شخص سے کچھ روپیہ بطور معاوضہ کے لیکر اپنا عہدہ اُسکو دیدے اور اُس دوسرے شخص کو قاضی نے نہ مقرر کیا ہو تو متولی اُس شخص پر اُس روپیہ کی نالش نہین کرسکتا ہے "اگرچہ وہ روپیہ دینا ناجائز تھا" چند علماء متاخرین نے ایسا روپیہ دینا جائز قرار دیا ہے مگر یہ فعل قول اصح کے خلاف اور نہایت مکروہ[۲] ہے۔

فصل دوم

متولی کا تقرر

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ مین متولیان اوقاف اپنے فرائض منصبی کو اپنے عوضیون کے

---

[۱] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷ "متولی اپنی وفات کے وقت اپنا عہدہ دوسرے شخص کو اسی طرح دے سکتا ہے جسطرح وصی مرتے وقت اپنا عہدہ دوسرے کو تفویض کرسکتا ہے۔ مگر جب واقف نے کوئی خاص جائداد متولی کو تفویض کی ہو تو وہ جائداد اُس شخص کے سپرد نہ ہوسکیگی جسکو متولی نے اپنا عہدہ دیا ہے۔ بلکہ یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائیگا تاکہ وہ اُسی قسم کے عہدہ کی تنخواہ اُسکے لیے مقرر کرے الّا اینکہ ہر متولی کی تنخواہ واقف نے خود مقرر کردی ہو۔ جبتک متولی زندہ اور صحیح و سالم رہے دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام شرعاً نہین مقرر کرسکتا الّا اینکہ اُسکا تقرر اُس وقف مین عموماً داخل ہو" بیلی صاحب کی شرح حنفی صفحہ ۶۰۴-۱۲ منہ

[۲] ردّ المختار صفحہ ۵۹۰-۱۲ منہ

ذریعہ سے بجالاتے تھے۔ مشاہرۂ معینۂ متوآلی کا وہ خود وصول کرتے تھے اور اُسمین سے کچھ اپنے عوضیون کو بھی دیدیتے تھے۔ اِس فعل کے جواز مین متقدمین علماء اسلام نے بہت کلام کیا ہے مگر متاخرین نے عموماً اتفاق کیا ہے کہ عوضی مقرر کرنا نہین جائز ہے تاوقتیکہ اسکی کوئی وجہ وجیہ نہ ہو۔ البتہ متولیہ یعنی عورت متوآلی اپنی نسائیت کی وجہ سے چونکہ سب فرائض تولیت کو نہین بجالاسکتی ہے لہذا کسی کو اپنا نائب مقرر کرسکتی ہے۔ علی ہذا القیاس جب "عذرات شرعیہ" کی وجہ سے یعنی بیماری یا غیر حاضری کے باعث متوآلی چندروز کام کرنے سے معذور ہوجائے تو اُسکا کام وہ شخص کرسکتا ہے جسکو خود اُسنے یا قاضی نے مقرر کیا ہو۔ جب ایسا تقرر ہوجائے تو قائم مقام متوآلی کل تنخواہ یا اُسکا جزء پانے کا مستحق ہے موافق اُس اقرار کے جو اُسمین اور متوآلی مین ہوگیا ہو۔ ابن شبلی نے اپنے فتاوے مین لکھا ہے کہ جب متوآلی ضعف و نقاہت کی وجہ سے اپنے کام کی خود نگرانی کے قابل نہ رہا ہو تو وہ کسی کو اپنا عوضی یا مددگار مقرر کرسکتا ہے مگر ذمہ داری اُسی سے متعلق رہیگی اور عوضی صرف متوآلی سے اپنی تنخواہ[۱] لیگا۔ مگر متوآلی اپنا عہدہ کسی کو تفویض یا منتقل نہین کرسکتا نہ دوسرے شخص کو اپنی زندگی مین مقرر کرسکتا ہے تاوقتیکہ خود اُسکو عام اختیارات نہ دیے گئے ہون[۲]۔

متولی مقرر کرنے کا اختیار اولاً تو واقف کو حاصل ہے اور جب وہ نہ ہو تو اُسکے وصی کو حاصل ہے "اسواسطے کہ وصی واقف کا قائم مقام ہے" جو وصی فقط جائداد وقفی کی نسبت مقرر کیا گیا ہو وہ عموماً وصی ہوگا گو اِس مسئلہ مین امام ابو یوسف نے ظاہرا اور علماء سے اختلاف کیا ہے۔ ایک عالم کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے متولی اور بعد اُسکے وصی مقرر کرے (ایک ہی وقف کی نسبت) تو وہ دونون متولی ہونگے اِلّا اُنکہ اُنکے فرائض منصبی کی تعیین و تصریح کردی گئی ہو۔

---

[۱] مقدمہ شاہ محی الدین احمد بنام آلہی خانم۔ ویکلی رپورٹر جلد ۶ صفحہ ۲۷۷۔ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ [۲] رد المحتار صفحہ ۶۲۳۔ مقدمہ واحد علی بنام اشرف حسین۔ لا رپورٹ کلکتہ جلد ۸ صفحہ ۵۲۹ ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

بمقدمہ[1] ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ بیگم یہ تجویز ہوا تھا کہ ازروے شرع محمدی واقف کو اختیار ہے کہ خود متولی وقف کا ہو یا کسی شخص کو متولی مقرر کر دے - مگر جب واقف نے تصریح کر دی کہ فلان فرقہ سے متولی منتخب کر لیا جائے تو وہ اپنے وقف نامہ کو بالاے طاق رکھکر ایسے شخص کو متولی نہین مقرر کر سکتا جو اُس تصریح کے خلاف ہو جو وقف نامہ مین لکھی ہے اور واقف کا اُس شخص کو نامزد کرنے کا حق جو اُسکے مرنے کے بعد وقف کا انتظام کریگا اُسی فرقہ پر محدود و منحصر رہیگا جسکی تصریح وقف نامہ مین لکھی ہے - اگرچہ لفظ اقرباء سے متبادر اقرباء نسبی ہین لیکن جب وقف نامہ کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہو کہ اس لفظ کا استعمال زیادہ تر وسیع معنی مین ہوا ہے تو اِسکے معنی مین ایسی توسیع کیجائیگی کہ اقرباء نسبتی بھی داخل ہو جائین مگر واقف کی زوجہ اُسکے اقرباء مین نہین داخل ہے -

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اگر واقف اپنی حیات مین کسی کو متولی مقرر کرے اور یہ نہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد بھی یہ تقرر نافذ رہیگا تو واقف کے مرنے کے بعد متولی اپنے عہدہ سے برخاست ہو جائیگا - مگر قول مختار یہ نہین ہے بلکہ حکم شرع یہ ہے کہ جب کوئی تقرر اس طور سے عمل مین آیا ہو کہ اُسمین وقت کی کچھ قید نہ کی گئی ہو کہ کبتک رہیگا تو واقف کے مرنے کے بعد وہ تقرر باطل نہ ہو جائیگا -

تاتارخانیہ مین لکھا ہے کہ اگر مسجد کے نمازی کسی کو اُسکا متولی مقرر کرین تو متقدمین کے نزدیک جائز ہے مگر قاضی کی منظوری حاصل کرنا اولیٰ ہے - مگر متاخرین کا اتفاق ہے کہ "آج کل" قاضی کو اس واقعہ کی اطلاع دینا نہین مناسب ہے کیونکہ مشہور ہے کہ لوگ اوقاف کے بڑے طامع ہین - پس مستحقین وقف اگر صالح اور باخدا ہون تو عموماً متولی مقرر کر سکتے ہین -

اگر واقف اپنی وفات کے وقت کوئی وصی مقرر کرے اور شرائط وقف کا کچھ ذکر نکرے

[1] لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹ - ۱۲ منہ

تو وصی متولی ہو جائیگا تا وقتیکہ اُسنے کسی اور شخص کو کار تولیت انجام دینے کے لیے نہ مقرر کیا ہو۔[۱]

جس متولی کو قاضی نے مقرر کیا ہو وہ وہی حیثیت رکھتا ہے جیسی وہ متولی رکھتا ہے جسکو خود واقف نے مقرر کیا ہو باستثنائے بعض مقدمات[۲] کے۔

وصی مجازی کا وہی مرتبہ ہے جو وصی حقیقی مقرر کردہ موصی کا مرتبہ ہے۔

اگر کوئی شخص صرف کسی وقف کے لیے وصی مقرر کیا گیا ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک اُسکی کارروائیاں اُسی وقف پر محدود و منحصر رہینگی اور اسمین ہلال نے اُنسے اتفاق کیا ہے۔ یہ قول فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین امام اعظم نے امام ابو یوسف سے اتفاق کیا ہے۔ مگر امام محمد نے اختلاف کیا ہے اور اُنھین کا قول عموماً معمول بہ ہے۔

"اگر کوئی شخص متولی مقرر کرے بعد اُسکے وصی مقرر کرے تو وہ دونون اُس مال کے متولی ہو جائینگے اِلّا اینکہ اُن دونون کے کام مین امتیاز رکھا گیا ہو۔ بعض کتب معتبرہ مین اُنکے کام کو معین کرنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ "واقف کہے کہ میری فلان زمین وقف ہے اور فلان شخص اُسکا متولی ہے اور باقی ماندہ میری جائداد کا وصی فلان شخص ہے۔ پس اس صورت مین دونون آدمیون کے کام علٰحدہ علٰحدہ ہو گئے۔"

بمقدمہ[۳] شاہ غلام رحمت اللہ صاحب بنام شاہ اکبر صاحب ہائی کورٹ مندراس نے یہ تجویز کیا کہ جب کوئی جائداد امور دینی کے لیے وقف کیجائے تو دستور یہی ہے کہ واقف عہدہ کے باب مین کچھ قواعد مقرر کر دیتا ہے اور اُنھین قواعد پر تولیت کی بحث موقوف ہوتی ہے خواہ وہ قواعد تحریری ہون خواہ رواج سے قیاس کر لیے جائین۔ اگر کچھ قواعد

[۱] بحر الرائق ۱۲ منہ [۲] ظہیر الروایۃ اور تاتار خانیہ سے لیا گیا ہے ۱۲ منہ [۳] لا رپورٹ ہائی کورٹ مندراس جلد ۸ صفحہ ۶۳ - ۱۲ منہ

نہ مقرر کیے گئے ہون تو تقرر متولی کا اختیار واقف کی حیات تک اُسی کو حاصل رہیگا اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے وصی کو حاصل ہوگا۔ اور اگر اُسنے کوئی وصی بھی نہ مقرر کیا ہو تو حاکم وقت یعنے عدالت کو حاصل ہوگا[۱]۔

جب واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ اُسکی اولاد اپنے زمرہ مین سے کسی کو متولی مقرر کریگی اور اُسکی اولاد مین بعض نابالغ ہون تو قاضی اُنمین سے بالغون کو حکم کرے کہ اُن نابالغون کی طرف سے اور اپنی طرف سے بھی کسی کو متولی مقرر کر دین یا اُنکے ساتھ کسی شخص کو نابالغون کی طرف سے شریک کر دے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف تولیت مین تغیر و تبدل کرنے کا اُس صورت مین بھی مستحق ہے جبکہ اُسنے ایسا کرنے کا اختیار اپنے لیے بالتصریح نہ باقی رکھا ہو۔

انفع الوسائل مین خصاف ؒ سے منقول ہے کہ جب کسی شخص نے دو پارۂ زمین وقف کیے ہون اور دو متولی مقرر کیے ہون اور بعد ازان اپنے مرنے کے وقت زید کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو زید اُنکے ساتھ متولی ہوگا اور اگر زید عمرو کو اپنا وصی مقرر کرے تو عمرو کا بھی وہی مرتبہ ہوگا جو زید کا تھا۔

اگر کوئی شخص دو متولی یکے بعد دیگرے مقرر کرے اور پہلے متولی کو موقوف نہ کرے تو وہ دونون اُسکے وصی ہو جائینگے اسواسطے کہ علما حنفیہ کے نزدیک وصی کا منصب خود بخود نہین ساقط ہو جاتا۔ قاضی کا دوسرے متولی کو مقرر کرنا اَور بات ہے اور واقف کا

---

[۱] محمد صادق بنام محمد علی۔ سلکٹ رپورٹ جلد ا صفحہ ۱۷۔ محمد قیصر بنام محمد شاہ قیام الدین۔ سلکٹ رپورٹ جلد ۵۔ صفحہ ۱۲۳۔ ایڈووکیٹ جنرل بنام فاطمہ سلطانی بیگم۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹ صاحب بی بی بنام دمودر پربھجی۔ لا رپورٹ بمبئی جلد ۳ صفحہ ۸۴۔ آغا محمد یوسف بنام عبد الحسین خان صدر عدالت دیوانی صفحہ ۶۴۰۔ ہیت کنور بنام چتر دھاری سنگھ۔ ویکلی رپورٹر جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۶۔ ۱۲ منہ۔

دوسرے متولی کو مقرر کرنا اور بات ہے۔ پہلی صورت مین دونون تقرر جائز ہین اور جب دونون تقرر قاضی نے کیے ہون تو دوسرا تقرر پہلے کو باطل کر دیتا ہے بشرطیکہ پہلے متولی کو دوسرے متولی کا مقرر ہونا معلوم ہو جائے۔ جو شخص متولی کے عہدہ کا طالب ہو اُسکو متولی کرنا قرین مصلحت نہین ہے گو ناجائز بھی نہین ہے۔

جب واقف مرجائے اور کوئی متولی یا وصی نہ مقرر کر جائے تو اس صورت مین قاضی کو وقف کا متولی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح سے اگر خود متولی مرجائے اور کوئی متولی یا وصی نہ مقرر کر جائے تو بھی قاضی کو متولی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی اصول کے موافق فتویٰ ہے اور علامٔہ قاسم نے بھی اسی کے بموجب فیصلہ کیا ہے۔

متولی اپنا قائم مقام صرف اُسوقت مقرر کر سکتا ہے جبکہ واقف نے اُسکی قائم مقامی کا کوئی بند وبست نہ کر دیا ہو۔ اگر واقف نے یہ کہدیا ہو کہ عہدۂ تولیت کسی خاص خاندان کے فلان شعبہ کے ذکور کو ہمیشہ ملا کریگا تو کسی شخص کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس شعبہ مین کچھ تغیر وتبدل کرے۔ یا اگر واقف نے کہدیا ہو کہ زید کے بعد بکر کو عہدۂ تولیت دیا جائے تو زید کو یہ اختیار نہوگا کہ خالد کو متولی مقرر کر دے[۱]۔

عموماً دیکھا جائے تو مال وقف کو بیع کرنے یا رہن رکھنے کا حکم دینے کا اختیار قاضی القضات رکھتا ہے اور نائب قاضی اوقاف کو منسوخ کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے۔ بلکہ تنسیخ اوقاف کا اختیار شرعاً وہ قاضی رکھتا ہے جسکو سلطان نے خاص اس بات کی اجازت دی ہو یا جسکو اشخاص متوفی کی جائداد کے انتظام کا اور نابالغون کی جائداد کی حفاظت کا اور اوقاف کے تحفظ کا عموماً اختیار دیا گیا ہو۔ بحرالرائق مین لکھا ہے کہ قاضی[۲] کے تقرر مین متولی مقرر کرنے اور اوقاف کا انتظام کرنے کا اختیار داخل ہے۔

[۱] سلکٹ رپورٹ جلد ۱ صفحہ ۱۷۔ جامع الفصولین ۱۲ منہ [۲] لا رپورٹ ہائی کورٹ بمبئی جلد ۹ صفحہ ۱۹۔ ردالمحتار صفحہ ۶۳۶۔ ۱۲ منہ قولہ وما دام احد یصلح للتولیۃ

جب تک واقف کا کوئی عزیز موجود رہے غیر شخص کو متولی نہ مقرر کرنا چاہیئے
اسواسطے کہ عزیز واقف کی زیادہ تر خیرخواہی کریگا اور عموماً واقف کا منشا یہی
ہوتا ہے کہ اُسکا کوئی عزیز متولی مقرر ہو بشرطیکہ وہ اس عہدہ کی لیاقت
رکھتا ہو۔

کتاب کافی الحاکم مین اس اصول کو کہ واقف کے اقربا غیرون کے مقابل مین

من اقارب الواقف لا یجعلوا المتولی من الاجانب المسئلة فی کافی الحاکم ونصہا ولا
یجعل القیم فیہ من الاجانب ما وجد فی ولد الواقف واھل بیتہ من یصلح لذلک
فان لم یجد فیھم من یصلح لذلک فجعلہ الی اجنبی ثم صار فیھم من یصلح لہ صرفہ الیہ
الی آخرہ۔ ومفادہ تقدیم اولاد الواقف وان یکن الوقف علیھم بان کان علی مسجد
او غیرہ وفی الھندیة عن التھذیب والافضل ان ینصب من اولاد الموقوف علیہ
واقاربہ ما دام یوجد احد منھم یصلح لذلک والظاھر ان مرادہ بالموقوف علیہ
من کان من اولاد الواقف فلا ینافی ما قبلہ ثم تعبیرہ بالافضل یفید انہ لو نصب
اجنبیاً مع وجود من یصلح من اولاد الواقف یصح فافھم۔ ولا ینافی ذلک ما فی جامع الفصولین
من انہ لو شرط الواقف کون المتولی من اولادہ واولادھم لیس للقاضی ان یولی غیرھم
بلا خیانة فلو فعل لا یصیر متولیاً لانہ فیما اذا شرطہ الواقف وکلامنا عند عدم الشرط
ووقع قریباً من اواخر کتاب الوقف من الخیریة مما یفید انہ فہم عدم الصحة مطلقاً کما ھو
المتبادر من لفظ لا یُجْعَلُ فَتَأَمَّلْ۔ وافتی ایضاً بانَّ مَنْ کان من اھل الوقف
لا یشترط کونہ مستحقاً بالفعل بل یکفی مُستحقاً بعد زوال المانع وھو
الظاھر ثم لا یخفی ان تقدیم من ذکر مشروط بقیام الاھلیة
فیہ حتی لو کان خائناً یولی اجنبی حیث لم یوجد فیھم اھل لانہ اذا کان
الواقف نفسہ یعزل بالخیانة فغیرہ بالاولی (تنبیہ) قدمنا عن البیری عن
حاوی الحصیری عن وقف الانصاری انہ اذا لم یکن من یتولی الوقف
من جیران الواقف وقرابتہ الا یرزق ویقبل واحد من غیرھم بلا رزق
فللقاضی ان ینظر الاصلح لاھل الوقف۔

متولی کا عہدہ پانے کے زیادہ تر مستحق ہین اسطرح بیان کیا ہے ''جب تک واقف کی اولاد یا اُسکے خاندان مین سے کوئی شخص متولی کے عہدہ کے لائق پایا جائے اُسوقت تک غیر آدمی کو یہ عہدہ نہ دیا جائے۔ مگر جب اُنمین لائق شخص نہ پایا جائے اور تولیت غیر کے سپرد کیجائے اور بعد ازان واقف کے خاندان مین کوئی لائق آدمی نکل آئے تو تولیت اُسی کو دیجائیگی'' اسکا مطلب یہ ہے کہ واقف کی اولاد کو عہدۂ متولی مین ترجیح دیجائیگی گو وقف اُنپر نہ کیا گیا ہو یعنے مثلاً مسجد پر وقف کیا گیا ہو۔

ہندیہ مین تہذیب سے لکھا ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ موقوف علیہ کی اولاد مین سے کوئی وقف کا متولی مقرر کیا جائے بشرطیکہ وہ اس عہدہ کی لیاقت رکھتا ہو۔ اِس سے ظاہر ہے کہ موقوف علیہ سے وہ شخص مراد ہے جو واقف کی اولاد مین سے ہو۔ اور لفظ ''اولیٰ'' سے ظاہر ہے کہ واقف کی اولاد کے ہوتے غیر کو متولی کرنا جائز ہے۔ یہ قول اُس قول کے منافی نہین ہے جو جامع الفصولین مین لکھا ہے اور جسکا مفاد یہ ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کردی ہو کہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اِس وقف کے متولی مقرر کیے جائین تو اس صورت مین قاضی کسی غیر کو متولی مقرر کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے تا وقتیکہ واقف کی اولاد کی خیانت نہ ثابت ہو جائے۔ اگر واقف کی اولاد کے ہوتے قاضی غیر کو بلا عذر شرعی متولی مقرر کرے تو وہ شخص متولی نہ ہو جائیگا۔ پس جو ہندیہ مین لکھا ہے وہ اُس صورت سے متعلق ہے جسمین واقف نے یہ شرط نہ قرار دی ہو کہ اُسکی اولاد مین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا جائے۔ مصنّف خیریہ نے یہ گمان کیا ہے کہ واقف کی اولاد کے ہوتے غیر کو متولی مقرر کرنا حرام ہے۔ یہ قول غلط ہے جیسا سابق مین لکھا گیا۔ قاضی صرف اُس صورت مین غیر کو متولّی نہین مقرر کر سکتا ہے جبکہ واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ میرے ہی خاندان مین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا جائے۔

۱؎ ردالمحتار صفحہ ۶۳۶۔ ۱۲ منہ۔

لیکن اگر ایسی شرط موجود ہو تب بھی غیر متولی مقرر ہو سکتا ہے جب واقف کی اولاد یا اقربا رمین کوئی اس عہدہ کی لیاقت نہ رکھتا ہو اور اگر واقف کی اولاد یا اقربا رمین سے کوئی شخص متولی مقرر کیا گیا ہو مگر وہ نالائق یا خائن نکلے تو وہ موقوف کیا جائے اور جب اور کوئی شخص واقف کے خاندان کا جو اس عہدہ کی لیاقت رکھتا ہو نہ موجود ہو تو غیر آدمی متولی مقرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ جب خیانت مین خود واقف موقوف ہو سکتا ہے تو غیر آدمی تو اس علت مین بدرجۂ اولے موقوف ہو سکتا ہے - جب واقف کا کوئی لڑکا یا عزیز یا ہمسایہ بے تنخواہ متولی ہونا نہ قبول کرے اور غیر آدمی بے تنخواہ قبول کرلے تو قاضی یہ دیکھے کہ کس شخص کا تقرر وقف کے حق مین زیادہ مفید ہوگا اور کون لائق تر ہے"

اگر متولی حین حیات اور بحالت صحت نفس کسی شخص کو اپنے مقام پر مقرر کرے تو یہ تقرر صحیح و جائز ہوگا بشرطیکہ متولی نے تولیت مین یہ شرط "عام طور" سے کرلی ہو - اس صورت مین جب متولی دوسرے شخص کو اپنے مقام پر کرے تو وہ اُسکو معزول نہین کر سکتا الا اینکہ واقف نے جب اُسکو متولی مقرر کیا ہو اُسوقت یہ اختیار دیدیا ہو کہ وقف کو دوسرے شخص کے سپرد کرے اور پھر اُسکو معزول بھی کردے -

جب متولی کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرے تو قید مذکورۂ بالا مستقل قائم مقام یا عوضی کے تقرر سے بھی متعلق ہوگی جو خود متولی کی حیثیت رکھیگا اور اُسکے پورے اختیارات کو عمل مین لائیگا یعنے اُسکا پورا قائم مقام ہوگا - ایسا تقرر صرف متولی مرض الموت کے عالم مین عمل مین لا سکتا ہے - مگر یہ قید نائب یا کارندہ کے تقرر سے نہین متعلق ہے فتح القدیر مین لکھا ہے کہ متولی کو اختیار ہے کہ جو لوگ فرائض تولیت بجالانے کی قابلیت رکھتے ہون اُنکو اپنا نائب مقرر کرے اور اُسکو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک نائب کو معزول کر کے دوسرا نائب مقرر کرے - اور اگر متولی مجنون ہو جائے تو اُسکا نائب خواہ مخواہ مقرر کرنا پڑیگا اور قاضی متولی کا قائم مقام مقرر کرنے کا مستحق ہو جائیگا - یہ سب صورتون مین ہوگا خواہ متولی

قاضی نے خواہ واقف نے مقرر کیا ہو۔

جب متولی کا تقرر عموماً ہوا ہو تو وہ مال وقف دوسرے شخص کو تفویض کر سکتا ہے

ورنہ نہیں کر سکتا۔[1]

عموماً[2] کی لفظ کے معنی میں شارح کو شک معلوم ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ غالباً

اس سے یہ مراد ہے کہ اگر متولی مقرر کرنے کے وقت قاضی یا واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ

---

[1] رد المحتار صفحہ ۶۳۷ - والنفع الوسائل ۱۲ - منہ - [2] قوله اراد المتولی اقامة غيره مقامه

ای بطريق الاستقلال امّا بطريق التوكيل فلا يتقيد بمرض الموت وفی

الفتح للناظر ان يوكل من يقوم بما كان اليه من امر الوقف ويجعل له

من جعله شيئاً وله ان يعزله ويستبدل ولو جنّ يعزل وكيله ويرجع الى القاضی

فی النصب صحته وشمل كلام المصنف المتولی من جهة القاضی والواقف كما فی

انفع الوسائل عن التتمة وقال وهو اعمّ من قوله فی القنية للمتولی ان يفوض

فيما فوض اليه ان عمّم القاضی التفويض اليه والّا فلا فانّ ظاهره انّ هذا الحكم فی المتولی

من جهة القاضی فقط (قوله والصحة) عطف تفسير اراد به بيان ان المراد

بالحيات ما قابل المرض وهو لا ما يشملهما فافهم - وقوله ان كان التفويض

وبالشرط عامّاً صحّ -

قوله لا يملك عزله الى اخره - هذا ذكره الطرطوسی بحثاً وقال بخلاف

فانّ له عزل القيم وان لم يشرطه والقيم لا يملك كالوكيل اذا اذن له فی ان

يوكّل حيث لم يملك العزل وكالقاضی اذا اذن له السلطان فی الاستخلاف

فاستخلف شخصاً لا يملك عزله الّا ان شرط له السلطان العزل واطال فی ذلك

فراجعه ان شئت (قوله والّا) وان لم يكن التفويض له عامّاً لا يصح وقوله فان فوض

فی صحته الاولی حذفه لان الكلام فی الحذف وحينئذٍ فقوله وان فی مرض

موته مقابل لقوله فی حياته وانما صحّ اذا فوّض فی مرض موته وان لم يكن التفويض

له عامّاً لما فی الخيانة من انه بمنزلة الوصی وللموصی ان يوصی الی غيره وسيذكر الشارح

فی كتاب الاقرار عن الاشباه الفعل فی المرض احطّ رتبة من الفعل فی الصحة

متولی کو اختیار ہو گا کہ وقف نامہ یا وصیت نامہ کے ذریعہ سے وقف دوسرے شخص کو تفویض کر دے اور اُسکو اپنا عوضی یا قائم مقام مقرر کرے تو ایسی شرط سے متولی کو یہ اختیار ہو جائیگا کہ اپنی حیات مین دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے۔ اور جب وہ ایک مرتبہ اس اختیار کو عمل مین لائیگا تو پھر اُس تقرر کو منسوخ نہ کرسکیگا۔ اگر متولی علی سبیل التعمیم (عام الفاظ مین) نہ مقرر کیا گیا ہو یا مال وقف اُسکو علی سبیل التعمیم نہ تفویض کیا گیا ہو تو وہ اُس وقف کو دوسرے شخص کو بحالت صحت نفس نہین تفویض کرسکتا یعنے اُسوقت تک نہین سپرد کرسکتا جبتک وہ خود فرائض تولیت بجالانے کے قابل رہے۔ لیکن اگر وقف نامہ مین کچھ شرائط درباب تقرر جانشین یا قائم مقام متولی نہ مندرج ہون تو متولی مرض الموت کی حالت مین اپنا قائم مقام مقرر کرسکتا ہے۔ اِسکی وجہ قاضی خان نے یہ لکھی ہے کہ متولی کا مرتبہ وصی کا ہے اور وصی کی طرح اُسکو بھی اختیار ہے کہ مرض الموت کے عالم مین دوسرے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کرے کہ اُسکے فرائض کو بجالایا کرے۔ جیسے وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ جب ایک مرتبہ وصی کا عہدہ قبول کرچکا ہو تو پھر بلا منظوری قاضی استعفا دے ویسے ہی متولی بھی بغیر اجازت قاضی تولیت سے دست کش نہین ہوسکتا۔ جب متولی کو عام اختیارات نہ حاصل ہون تو اگر وہ بغیر اجازت قاضی دوسرے شخص کو متولی مقرر کرے تو یہ بمنزلہ اِسکے ہو گا کہ وہ اپنے عہدہ سے دست کش ہوا مگر تاہم وہی ذمہ دار رہیگا تاوقتیکہ اُس تقرر یا انتقال تولیت کی تصدیق قاضی نہ کردے۔

جب وقف نامہ مین یہ شرط لکھی ہو کہ ہر متولی کے مرنے کے بعد قاضی کو اسکا قائم مقام

الا فی مسئلۃ اسناد الناظر لغیرہ بلا شرط فانہ فی مرض الموت صحیح لا فی الصحۃ کما فی التتمۃ وغیرھا ووجھہ ما علمتہ من انہ بمنزلۃ الوصی وما کان الوصی لہ عزل من اوصی الیہ و نصب غیرہ الخ قولہ وینبغی ان یکون لہ العزل التفویض کالا یصائہ بخلاف الاسناد فی حال الصحۃ لانہ فی حال الصحۃ کالوکیل ولا یملک الوکیل العزل۔

مقرر کرنے کا اختیار ہوگا تو متولی صحت و مرض دونوں حالتوں مین اپنا قائم مقام نہین مقرر کرسکتا۔ بلکہ ہر متولی کے مرنے کے بعد قاضی اُسکا قائم مقام مقرر کریگا۔[1]

واقف متولی کو صرف اُس صورت مین معزول کرسکتا ہے جبکہ اُسنے ایسا اختیار اپنے لیے رکھا ہو اور اسی قول کے موافق فتوے ہے۔

اگر واقف نے کوئی متولی نہ مقرر کیا ہو اور قاضی نے مقرر کیا ہو تو جسکو قاضی نے متولی مقرر کیا ہے اُسکو واقف نہین معزول کرسکتا۔

جب وقف نامہ مین کسی شخص کا کچھ وظیفہ مقرر کیا گیا ہو اور یہ لکھا ہو کہ اُسکے مرنے کے بعد یہ وظیفہ دوسرے شخص کو دیا جائے۔ پس اگر وہ شخص جسکا وظیفہ مقرر کیا گیا ہے اپنا وظیفہ کسی تیسرے شخص کو دیدے تو اصل وظیفہ خوار کے مرنے کے بعد وہ وظیفہ اُس شخص کو ملیگا جسکو واقف نے مقرر کیا ہے اور اصل وظیفہ خوار کے منتقل الیہ کو نہ ملیگا۔

اگر کوئی شخص وقف کرکے عبد اللہ کو اُسکا متولی کرے اور کہے کہ عبد اللہ کے مرنے کے بعد اس وقف کا متولی زید ہوگا تو زید ہی متولی ہوگا اور عبد اللہ عہدہ متولی دوسرے شخص کو نہ دے سکیگا اور زید ہی متولی باقی رہیگا اگرچہ عبد اللہ نے کسی کو متولی مقرر کیا ہو اور علامہ حنوطی نے فرمایا ہے کہ جب کسی شخص نے کہا ہو کہ میرے وقف کی تولیت میری اولاد مین سے اُس شخص کو دیجائے جو سب سے زیادہ زیرک اور ہوشیار ہو اور اُسکی

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۳۳۸۔ اِس مسئلہ مین امام ابو یوسف اور امام محمد مین اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ جس متولی کو خود واقف نے مقرر کیا ہو اُسکو معزول کرنے کا اختیار واقف کو مطلقاً حاصل ہے خواہ اُسنے یہ اختیار اپنے لیے رکھا ہو خواہ نہ رکھا ہو۔ مگر امام محمد کا قول یہ ہے کہ جب واقف نے اختیار اپنے لیے رکھا ہو تب ہی متولی کو بلا جرم موقوف کرسکتا ہے اور امام محمد کے قول کے موافق فتوے ہے۔ علامہ قاسم کی تشریح القدوری اور مقدمہ ہدایت النسا بنام افضل حسین (لا رپورٹ ہائی کورٹ الہ آباد جلد ۲ صفحہ ۲۰۴) ملاحظہ ہو ۱۲۔ منہ

اولاد مین سے کوئی شخص جو اُسوقت متولی ہو مر جائے اور اپنے داماد کو متولی مقرر کر جائے تاہم تولیت اُسی شخص کو اولاد واقف مین سے ملیگی جو وقف نامہ کی شرط کے موافق سب سے زیادہ زیرک وہوشیار ہو۔ کوئی تقرر جو شرائط وقف نامہ یا شرائط مقرر کردہ واقف کے خلاف ہونا جائز ہے۔ یہ کسی کتاب مین نہین لکھا ہے کہ متعلقین مسجد متولی کو موقوف کر سکتے ہین اگرچہ متولی اُنکو نالائقی یا بد اعمالی یا اور کسی علت سے موقوف کر سکتا ہے[1]۔

جس شخص نے مسجد بنوائی ہو وہ نمازیون کے بہ نسبت موذن اور امام مقرر کرنے کا زیادہ تر مستحق ہے لیکن اگر نمازی کسی مرد صالح تر کو امام یا موذن مقرر کرین تو اِسی کو ترجیح دیجائیگی۔

جب مسجد کا کوئی متولی نہو تو امام اور موذن مقرر کرنے کا اختیار واقف کی اولاد اور اہل بیت کو بترجیح دیگر اشخاص حاصل ہوگا۔ اشتباہ مین یہی لکھا ہے۔

مسجد کی تعمیر و ترمیم مین بانی مسجد اور اُسکی اولاد نمازیون اور غیرون پر ترجیح رکھتے ہین۔ انفع الوسائل مین یہی لکھا ہے۔

جب واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ اس وقف کا انتظام ارشد یعنے سب سے زیادہ عاقل آدمی سے متعلق کیا جائے تو ارشد سے یہ مراد لیجائیگی کہ جو اُسکی اولاد مین سب سے زیادہ فہمیدہ وسنجیدہ ہو۔ اور مولانا ابوسعود کا یہ فتویٰ ہے کہ اگر اُسکی اولاد مین دو شخص بدرجۂ مساوی فہم وفراست رکھتے ہون تو وہ دونون بالمشارکت متولی کیے جائین مگر نہر الفائق مین لکھا ہے کہ اگر واقف نے کہا ہو کہ میری اولاد مین جو افضل ہو اُسکو تولیت دیجائے اور اُسکی اولاد مین دو شخص بدرجہ مساوی افضل ہون تو تولیت اُنکو ملیگی جو سن مین بڑا ہوگا اور اُسمین ذکور و اناث کا فرق نہ رکھا جائیگا۔ اور اگر اُن دونون مین سے ایک شخص متقی و پرہیزگار ہو اور دوسرا وقف کے معاملات اور اُسکے

[1] ردّ المحتار صفحہ ۶۳۹ - ۱۲ - منہ

انتظام سے واقفیت تامہ رکھتا ہو تو تولیت شخص آخرالذکر کو دیجائیگی بشرطیکہ وہ متدین ہو۔
شارح لکھتے ہین کہ نہرالفائق مین جو فتویٰ لکھا ہے وہ علامہ ابوسعود کے قول کا مؤید ہے
کیونکہ اُسمین لکھا ہے کہ جب تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ فہم و فراست بھی شرط ہے
اور دو شخص بدرجہ مساوی متقی اور فہمیدہ موجود ہون تو سِن کا لحاظ کیا جائیگا۔ اور
بحرالرائق مین ظہیریہ سے لکھا ہے کہ اگر واقف کی سب اولاد دیانت داری اور پرہیزگاری
اور علم اور راست بازی اور عمر مین برابر ہون تو جو اُنمین سے معاملات وقف سے
واقفیت تامہ رکھتا ہو اور وقف کے فرائض کو بوجہ احسن بجالانے کی قابلیت رکھتا ہو
خواہ مرد ہو خواہ عورت اُسی کو ترجیح دیجائے۔ بحرالرائق مین رُشد سے یہ مراد
لی ہے کہ وہ شخص فرائض وقف کو ایمانداری سے ادا کرنے کی لیاقت رکھتا ہو۔ ایک
کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب واقف کی اولاد مین دو شخص بدرجہ مساوی لیاقت رکھتے
ہون تو جہانتک اُنکے اوصاف عقلی یا نفسانی متعلق ہین وہانتک تولیت اُسکو ملیگی جو سِن
مین بڑا ہو۔ اور مرد اور عورت کے فرق کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ بلکہ جو شخص وقف کا کام
خوب جانتا ہو اُسکو ترجیح دیجائیگی۔ اسمعیلہ مین یہ فتویٰ لکھا ہے کہ جب دو شخص سب طرح
سے مساوی لیاقت رکھتے ہون تو مرد کو عورت پر ترجیح دیجائیگی۔

جب واقف نے کہدیا ہو کہ جو شخص میری اولاد مین سب سے زیادہ لائق ہو اُسی کو
تولیت دیجائے اور اُنمین کوئی شخص لائق نہ پایا جائے تو قاضی کو اختیار ہے کہ کسی غیر کو
متولی مقرر کردے جبتک کہ واقف کی اولاد مین کوئی لائق آدمی مِل سکے۔ اگر اُسکی
اولاد مین لائق آدمی تو ہو مگر وہ غیر حاضر ہو اور اُنمین اور کوئی ایسا نہ ہو جو اُسکے واپس
آنے تک اُسکا کام کرسکے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جب تک وہ مراجعت کرے کسی
غیر شخص کو اُسکے مقام پر مقرر کردے۔ اگر دو اولاد ہون اور ایک دوسرے سے

ف ردالمحتار صفحہ ۶۶۶ - ۱۲ منہ۔

زیادہ لائق ہو تو جو زیادہ لائق ہو اُسی کو تولیت دیجائے اور اُسکے بعد دوسرے کو دیجائے۔

حاشیہ کی عبارت عربی مین جو الفاظ ناظر اور قیم اور متولی لکھے ہین ان سب کے معنی ایک ہین یعنی منتظم وقف[1]۔ مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ متولی مقرر کرنے کے وقت واقف ایک ناظر بھی مقرر کرتا ہے کہ وہ متولی کے کام کی نگرانی کرتا رہے۔ اس صورت مین ناظر کو خرچ کرنے یا روپیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا بلکہ اُسکا کام صرف نگرانی کرنا ہوگا اور متولی بغیر ناظر کے علم یا اجازت کے روپیہ نہ خرچ کریگا۔ یہی اصول اُس ناظر سے بھی متعلق ہے جو وصی پر مقرر کیا گیا ہو۔ بلکہ فی الواقع جو اصول اوقاف کے ناظرون اور متولیون سے متعلق ہین وہ اُن احکام سے ماخوذ ہوے ہین جو اوصیاء کے فرائض سے متعلق ہین۔

اگر یہ شرط کر لی گئی ہو کہ متولی کسی حال مین موقوف نہ کیا جائیگا گو وہ کیسا ہی بدکردار ہو تو بھی اگر اُسکی بد اعمالی ثابت کر دیجائے تو وہ موقوف ہو سکتا ہے۔

بانی مسجد کو امام اور موذن وغیرہ مقرر کرنے کا حق حاصل ہے اور قول راجح یہی ہے اگر وہ شخص جسکو واقف نے مقرر کیا ہے نالائق ہو تو نمازیون کو اختیار ہے کہ اُس سے لائق تر آدمی کو متولی مقرر کرین۔

قاضی باین حیثیت کہ وہ سلطان کی طرف سے سب اوقاف کا نگرانی کنندہ عموماً ہے یہ اختیار رکھتا ہے کہ متولی کو اجازت دے کہ جتنی میعاد واقف نے مقرر کی ہے اُس سے زیادہ میعاد کے ٹھیکے یا پٹے دے۔ اگر واقف نے کوئی میعاد نہ معین کی ہو تو متولی کو اختیار ہے کہ جتنی میعاد کا پٹہ دینا مال وقف کو مفید ہو اُتنی میعاد کا پٹہ دے۔ عموماً مکان کا قبالہ ایک سال سے زیادہ کا نہ ہو اور اراضی کا پٹہ تین برس سے زیادہ کا نہ ہو۔ مگر اس اصول کا جاری ہونا متولی کی راے اور وقف کی ضرورتون اور رسم ورواج مختص المقام پر موقوف ہوگا۔ علماء بلخ اور ابولیث کا قول ہے کہ اگر وقف نامہ مین

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۶۶۷۔ ۱۲ منہ

کوئی قید نہ لکھی ہو توبھی متولی اراضی وقف کا پٹہ تین سال سے زیادہ کا بے قاضی کی اجازت
کے نہین دے سکتا- اور اسی قول کے موافق فتوے ہے-
جو شخص مال وقف مین اورون کے ساتھ بالمشارکت مستحق ہونے کا دعوی رکھتا ہو
اور اُس مال مین خیانت ہوتی ہو تو قاضی کی اجازت سے وہ اُسکے دلاپانے کی نالش
کرسکتا ہے- اسمین کچھ اختلاف نہین ہے- اگر وہ بغیر اجازت قاضی نالش کرے تو اِس
مسئلہ مین دو قول ہین- مگر احوط یہی ہے کہ وہ مال وقف کے قبضہ کی نالش نہین کرسکتا
اسواسطے کہ وہ آمدنی مین صرف ایک حق رکھتا ہے- البتہ جو شخص بلاشرکت غیر مال وقف
کا حقدار ہو وہ بلا اجازت قاضی نالش کرسکتا ہے-
جب چند اشخاص کسی وقف کے مستحق ہون تو بعض اُنمین سے بعض پر خیانت کی
نالش کرسکتے ہین-
بعض حقدار سب حقدارون کی طرف سے بلا اجازت قاضی بھی نالش کرسکتے ہین بشرطیکہ
وہ وقف سب کے نزدیک مسلّم ہو-
جو شخص کسی وقفی جائداد کی صرف منفعت کا مستحق ہو وہ اُسکو ٹھیکہ یا اجارہ پر نہین
دے سکتا تاوقتیکہ وہ اُس وقف کا متولی نہو یا متولی کی عدم موجودگی مین قاضی نے
اُسکو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی ہو-
اگر وقف نامہ گم ہوجائے اور اُسکے شرائط اور جو طریقہ اُسمین خرچ کا لکھا ہو وہ کسی کو
نہ معلوم ہو تو وہ وقف ایسے امور مین صرف کیا جائیگا جو رسم و رواج موجودہ کے
موافق ہون-
جو جائداد متولی نے سرمایہ وقف سے خریدی ہو وہ وقف ہوجائیگی اسمین کچھ تصریح
کرنے کی ضرورت نہین ہے اور اصل جائداد وقفی کے شرائط اُسمین بھی جاری ہونگے-
اگر ضرورت ہو تو مال وقف کی بیع یا مبادلہ دوسری جائداد سے ہو سکتا ہے-

اور وہ دوسری جائداد بھی اُسی طرح وقف ہو جائیگی۔

جو تنخواہ امام یا موذن یا خطیب کی واجب الوصول ہو چکی ہو وہ اُنکے مرنے کے بعد اُنکے ورثہ کو دیدی جائے۔

جب وقف لڑکون پر کیا گیا ہو اور وہ مر جائین تو اُنکے ورثہ اُس منافع مین حصہ پانے کے مستحق ہونگے جو وصول ہو چکا ہو اور لائق تقسیم ہو یا جو جمع ہوتا جاتا ہو۔

اگر کوئی طالب علم مدرسہ سے غیر حاضر رہے تو چڑھا ہوا وظیفہ اُسکا نہ جاتا رہیگا اور نہ آیندہ کا وظیفہ موقوف ہوگا بشرطیکہ وہ تحصیل علم کے لیے کہین چلا گیا ہو اور مدرسہ سے بالکل قطع تعلق نہ کر لیا ہو اور اپنے اُستاد سے اجازت لے لی ہو۔ یا صرف پندرہ روز تک بہ عذرات شرعیہ غیر حاضر رہا ہو یعنے طلب معاش کے لیے یا حج کو گیا ہو مگر تین مہینہ سے زیادہ غیر حاضر نہ رہا ہو۔

خدام وقف کو عذرات شرعیہ سے رخصت مِل سکتی ہے اور زمانہ رخصت کی تنخواہ اُنکی نہ ضبط کیجائے اِلّا اینکہ اُنکے رخصت کے زمانہ مین کام کرنے کے لیے عوضی مقرر کیے گئے ہون۔

قاضی کو وہ وظیفے مقرر کرنے کا اختیار نہین ہے جو واقف نے نہ مقرر کیے ہون مگر جو وظیفے واقف نے مقرر کیے ہون اُنکی مقدار قاضی معیّن کر سکتا ہے۔ اگر یہ شرط ہو کہ وظائف کی مقدار متولی مقرر کریگا تو قاضی کو کچھ اختیار اِس باب مین نہین ہے۔ علامہ خیر الدین نے اپنی کتاب[1] خیریّہ مین فرمایا ہے کہ قاضی کے اختیارات اُس صورت مین مقید ہین جبکہ واقف نے صاف لکھدیا ہو کہ یہ وقف فی نفسہ عام نہین ہے اور قاضی کو اُسپر کچھ اختیار نہوگا۔ البتہ یہ اُن اوقاف پر صادق آتا ہے جو خاص خاص اشخاص نے کیے ہون۔ اوقاف سلطانی ظاہرا قاضی کے اختیار مین ہین۔"

---

[1] خیریّہ بحر الرائق کی شرح ہے ۱۲۔ منہ۔

متولی کی تنخواہ مقرر کرنے مین قاضی کو اُس تنخواہ کا لحاظ کرنا چاہیے جو رواجاً اُسکو مل سکتی ہو مگر اُسکی تنخواہ آمدنی وقف کی ایک عُشر یعنے دسوین حصہ سے زیادہ نہونی چاہیے البتہ واقف کو اختیار ہے کہ جتنی تنخواہ چاہے مقرر کرے لیکن اگر بہت کم تنخواہ مقرر کی ہے تو متولی کی درخواست سے قاضی ایک مشاہرہ مناسب مقرر کرسکتا ہے۔

متولی امام یا خطیب کے وظائف مین اضافہ کرنے کا اختیار نہین رکھتا ہے۔ البتہ قاضی اُنکو بڑھا دینے کا اختیار رکھتا ہے بشرطیکہ اُسکی راے مین ایسا کرنے سے مسجد کا فائدہ متصور ہو یا بشرطیکہ اُتنی کم تنخواہ پر جتنی واقف نے مقرر کی ہے لائق آدمی جو امام یا خطیب کے کام کی لیاقت رکھتا ہو نہ میسر آسکے۔ اور یہی اصول ہر ملازم وقف سے متعلق ہوگا جیسے مؤذن اور مدرس وغیرہ۔ اگر یہ لوگ اُس تنخواہ پر نہ مل سکین جو واقف نے مقرر کی ہے تو قاضی کو بقیہ سرمایہ وقف سے اُنکی تنخواہ زیادہ کردینے کا اختیار ہے۔ قاضی کو اختیار ہے کہ واقف کے اہل خاندان یا موقوف علیہم سے استصواب کرکے بقیہ سرمایہ وقف کے صرف کا انتظام کردے۔

صرف موقوف علیہم کی شکایت سے قاضی متولی کو نہین معزول کرسکتا خواہ واقف نے خواہ خود اُسنے مقرر کیا ہو۔ مگر متولی کی بداعمالی یا خیانت ثابت ہوجانے پر اُسکو موقوف کرسکتا ہے[۵۱]۔

اگرچہ موقوف علیہم کی شکایت سے قاضی متولی کو معزول نہین کرسکتا تاہم اگر وہ شکایت اُسکے نزدیک معقول ہو اور نیک نیتی سے کی گئی ہو تو دوسرے شخص کو متولی کے ساتھ شریک کرکے اُسکی تنخواہ متولی کی تنخواہ مین سے یا سرمایہ وقف سے مقرر کرسکتا ہے[۵۲]۔ اسی طرح سے کسی شخص کی شکایت بلا ثبوت پر قاضی اُس وصی کو بھی نہین معزول کرسکتا ہے جسکو متوفی نے مقرر کیا ہو۔

---

[۵۱] جامع الفصولین ۱۲۔ منہ [۵۲] خصاف اور النفع الوسائل سے لیا گیا ہے ۔۱۲ منہ

جو نقصان وقف کا متولی کے دیدہ و دانستہ غفلت سے ہو جائیگا وہ اُسی سے لیا جائیگا۔ البتہ اسمین شک ہے کہ جو متولی مفت بلا تنخواہ کام کرتا ہو اگر اُسکی غفلت سے وقف کا نقصان ہو جائے تو آیا اُسکی تلافی اُسکو کرنی پڑیگی۔

متولی وقف کے لیے قرضہ نہین لے سکتا مگر واقف کے ارشاد کی وجہ سے یا اُسکے ارشاد کے موافق قرض لے سکتا ہے متولی جائداد وقفی پر کوئی بار نہین ڈال سکتا نہ کوئی قرضہ وغیرہ اُس جائداد پر عائد کر سکتا ہے اِلا اینکہ ایسا بار ڈالنے یا ایسا قرضہ عائد کرنے کا اختیار اُسکو واقف نے صریحًا دیدیا ہو۔ یہ قید وصی کے اختیارات سے نہین متعلق ہے اسواسطے کہ وصی کو جائز ہے کہ جو نابالغ اُسکے سپرد کیے گئے ہون اُنکے حوائج ضروریہ کے لیے قرض لے اور وہ قرضہ جو نابالغ کی طرف سے وصی نے نیک نیتی سے لیا ہو اُس نابالغ پر اور اُسکی جائداد پر عائد[1] ہوگا۔ مگر جو قرضہ متولی نے اپنی ذمہ داری پر لیا ہو اور جسکا حکم وقف نامہ مین نہ لکھا ہو وہ کسی حال مین اُس وقف پر نہ عائد ہوگا۔ بلکہ وہ قرض متولی کا ذاتی قرضہ ہوگا۔ اگر وقف کے لیے قرض لینے یا جائداد وقفی پر کوئی بار ڈالنے کی ضرورت ہو تو پہلے قاضی کی منظوری حاصل کر لیجائے تب متولی ایسا کر سکتا ہے[2]۔ یہ اصول اُس قرضہ سے نہین متعلق ہے جو بمقتضی حوائج بشری وقف کا کام چلانے کے لیے ہر روز لینا پڑے مثلاً مسجد کے چراغ کے لیے تیلی سے تیل قرض لینا یا نان بائی سے مدرسہ کے طالب علمون کے واسطے روٹی قرض لینا۔ ایسے سب قرضے صرف ایک میعاد معین کے بعد ادا ہو سکتے ہین اور ایسے ضروری قرضے جائداد وقفی پر خواہ مخواہ عائد ہونگے۔

متولی بغیر قاضی کی منظوری کے مال وقف پر کوئی بار ڈالنے کا اختیار نہین رکھتا ہے۔ اگر وقف کے تحفظ کے لیے متولی نے وقف کو روپیہ قرض دیا ہو تو وہ اُس روپیہ کو وقف کی آمدنی سے وصول کر سکتا ہے[3]۔ مگر جب متولی جائداد وقفی پر اُس روپیہ کا دعوی رکھتا ہو

[1] ردّالمحتار صفحہ ۶۴۹ - ۱۲ منہ [2] یہ قول ابو اللیث کا ہے ۱۲ - منہ [3] ردّالمحتار صفحہ ۶۵۰ - ۱۲ منہ -

جو خود اُسنے اپنے پاس سے قرض دیا ہو تو اُسکو اپنا دعویٰ دلیل شرعی سے ثابت کرنا پڑیگا ورنہ اُسکا دعویٰ نامسموع ہوگا۔ پس متولی پر فرض ہے کہ صاف صاف حساب مصارف وقف کا مع رسیدات و دیگر قسم کے ثبوت کے رکھے۔ اِس صورت مین اگر وہ اپنے قرضہ کا دعویٰ وقف پر کریگا تو وہ دعویٰ مسموع ہوگا اور وہ قرضہ وقف کی آمدنی یا منافع سے ادا کیا جائیگا۔ مگر کوئی قرضہ متولی یا غیر متولی کا مال وقف پر نہین عائد ہو سکتا ہے تاوقتیکہ قاضی کی منظوری سے نہ لیا گیا ہو۔

فصل سوم

مال وقف کو اجارہ پر دینا

فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ جب واقف نے وقف نامہ مین کوئی شرط اس باب مین نہ لکھی ہو کہ مال وقف اجارہ پر دیا جائے تو متولی کو جائز ہے کہ اسکو اجارہ پر دیدے مگر شرط یہ ہے کہ مکان کو سال بھر سے زیادہ کرایہ پر نہ دے (الا اینکہ ایسا دستور ہو یا ایسا کرنا وقف کے حق مین مفید ہو) اسواسطے کہ زیادہ مدت کا قبالہ یا پٹہ شاید استحصال حقوق مین اشتباہ کا باعث ہو جائیگا۔ اور وہ وقفی زمین کا پٹہ تین برس سے زیادہ میعاد کا نہین دے سکتا الا اینکہ اس سے زیادہ میعاد مین وقف کا فائدہ متصور ہو اور قاضی کی منظوری حاصل کی گئی ہو۔ جب وقف نامہ مین لکھا ہو کہ اس زمین کا پٹہ سال بھر کا دیا جائے اور متولی اُس سے زیادہ میعاد کا پٹہ دیدے تو قاضی اِسمین غور کرے کہ آیا اِس سے وقف کا فائدہ متصور ہے۔ اگر وقف کا فائدہ نہ متصور ہو تو قاضی اُس پٹہ کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اس مسئلہ مین فقیہ ابو باقر محمد ابن فضل اور امام ابو الحسن علی السغدی نے اتفاق کیا ہے۔ مگر فقیہ ابو لیث نے مکانات اور اراضی مین کچھ فرق نہین کیا ہے اور فرمایا ہے کہ متولی جملہ اقسام کے وقف کا اجارہ یا پٹہ تین سال کا بلا منظوری قاضی دے سکتا ہے۔ مگر قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کے فائدہ کا لحاظ کرکے جتنی میعاد کا

اجارہ یا پٹہ چاہے دے سکتا ہے[۱]۔

"اگر کوئی وصی یا ولی اُس نابالغ کی جائداد کو جو اُسکے زیر حراست ہو بغیر لگان یا کرایہ مناسب ورواجی اجارہ یا ٹھیکہ پر دیدے یا اگر متولی ایسا فعل نسبت جائداد وقفی کے کرے تو ایسی سب صورتون مین علامہ ابوباقر محمد ابن فضل کے نزدیک مستاجر یا ٹھیکہ دار یا کرایہ دار غاصب سمجھا جائیگا مگر خصاف کے نزدیک وہ غاصب نہ تصور کیا جائیگا بلکہ لگان یا کرایہ مناسب ورواجی اُس سے لیا جائیگا اور اسی قول کے موافق فتویٰ ہے"۔

جو اجارہ یا پٹہ متولی نے دیا ہو وہ اُسکے مرنے سے نہین منسوخ ہوسکتا۔ مال وقف کا مستاجر زمین وقفی پر درخت لگا سکتا ہے یا عمارت بنوا سکتا ہے بشرطیکہ ایسے فعل سے اُس وقف کو کسی طرح کا ضرر نہ پہونچے مگر وہ کنوان نہین کھود سکتا نہ تالاب بنوا سکتا ہے اگر متولی اُسکو اجازت دیدے تو بھی صرف وہ ایسے افعال کرسکتا ہے جو مال وقف کے حق مین مفید ہوون[۲]۔

مستاجر نے جو عمارت وغیرہ جائداد وقفی مین اپنے صرف سے بنوائی ہو اُسکو اُٹھالیجا سکتا ہے بشرطیکہ اُسکے اُٹھالیجانے سے اُس جائداد کو کوئی ضرر نہ پہونچے۔

درباب اُن مکانات کے جو زمین وقفی پر بنائے گئے ہون احکام ذیل جاری ہونگے۔

"اگر وقف کا متولی مال وقف سے یا اُسکی آمدنی سے کوئی مکان بنوائے تو وہ مکان اُس وقف کا مال ہوجائیگا خواہ وہ مکان اُس وقف کے لیے بنوایا ہو۔ خواہ متولی نے اپنے واسطے بنوایا ہو خواہ وہ بے کسی غرض خاص کے یونہین بنوالیا گیا ہو۔ اگر متولی نے اپنے صرف یا اپنے مصالح سے وہ مکان بنوایا ہو مگر وقف کے لیے یا یونہین بنوایا تو بھی وہ وقف کا مال ہے الّا اینکہ خود واقف متولی ہو اور وہ مکان بے کسی غرض خاص کے

[۱] مقدمہ ڈالریبل صاحب بنام عزیز الاسلام۔ رپورٹ صدر دیوانی عدالت صفحہ ۵۸۶ مطبوعہ ۱۸۵۸ء
[۲] مقدمہ شجاعت علی بنام ضمیر الدین ویکلی رپورٹر جلد ۵ صفحہ ۱۵۸-۲۱-۱۲ امنہ ۵۲ ردالمحتار صفحہ ۶۵۰-۱۲ امنہ۔

بنوایا گیا ہو کہ اِس صورت مین وہ متولی کا مال باقی رہیگا جیسا ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر متولی نے اپنے صرف خاص سے اور اپنی غرض خاص سے مکان بنوایا ہو اور اس امر کی شہادت رکھتا ہو کہ وہ مکان اسی کے سرمایہ سے اور اُسی کی غرض کے لیے بنوایا گیا تھا تو وہ اُسی کا مال رہیگا۔ قنیہ اور مجتبیٰ مین یہی لکھا ہے۔

جب متولی کے سوائے اور کوئی شخص جائداد وقفی پر مکان بنوائے اور اُسی جائداد کے فائدہ کے لیے بنوائے (گو چندروز کے لیے اور اُسکو واپس کر لینے کی غرض سے بنوایا ہو) پس اگر وہ مکان متولی کی اجازت سے بنوایا ہے تو وہ وقف ہو جائیگا۔ اور یہی اُس صورت مین بھی ہوگا جبکہ وہ مکان بلا اجازت متولی بنوالیا ہو گو وقف کے فائدہ کے لیے بنوایا ہو مگر جب وہ مکان بنوانے والے کے اغراض ذاتی سے بنایا گیا ہو یا جب بے کسی غرض خاص کے بنالیا گیا ہو تو بنوانے والا اُسکو شرعاً منتقل کرسکتا ہے بشرطیکہ اُسکے منتقل کرنے سے مال وقف کو کچھ نقصان نہ پہونچے۔ فتاواے قاضی خان مین لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد مین درخت لگائے تو وہ درخت مسجد کا مال ہو جائیگا۔ اگر کوئی متولی زمین وقفی اپنے باپ یا بیٹے کو اجارہ پر دے تو یہ جائز نہین ہے تاوقتیکہ اُسکا لگان لگان معمولی سے زائد نہ مقرر کیا جائے جیسے وصی نابالغ کے مال کو نہین فروخت کرسکتا مگر قیمت معمولی سے زائد قیمت پر۔

اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ سال بھر سے زیادہ میعاد کا پٹہ نہ دیا جائے اور یہ معلوم ہو کہ اس سے زائد میعاد کا پٹہ جائداد وقفی کے حق مین مفید ہوگا تو متولی کو چاہیے کہ قاضی سے درخواست کرکے زیادہ میعاد کا پٹہ دینے کی اجازت حاصل کرے اور قاضی کی ہدایت پر عمل کرے۔

فصل چہارم

احکام تولیت قاضی خان کے قول کے موافق

امام ابو یوسف کے نزدیک جواز وقف کے لیے متولی کے سپرد کر دینا نہین لازم ہے مگر امام محمد کے نزدیک لازم ہے - امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ تولیت واقف ہی کی رہیگی گو اُسنے کوئی شرط اِس مضمون کی نہ کرلی ہو الا اینکہ اُسنے اور کسی کو متولی مقرر کیا ہو۔

علماء بلخ نے امام ابو یوسف کی تقلید کی ہے اور علماء بخارا نے امام محمد کا قول اختیار کیا ہے[1]۔

جب کوئی شخص وقف کرے اور اپنے مرنے کے وقت کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کرے مگر اُس وقف کا کچھ ذکر نہ کرے تو وہی وصی اُس وقف کا متولی ہوگا - اگر کسی شخص نے خاص کسی وقف کا متولی مقرر کیا ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک وہ وصی خاص اُسی وقف کا ہوگا مگر امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک وہ عموماً وصی ہو جائیگا۔

اگر واقف مال وقف کو متولی کے سپرد کرنے کے وقت یا اُس سے پہلے یہ شرط کرلے کہ متولی کے موقوف کرنے یا اس جائداد کو بدل دینے کا اختیار اُسکو (واقف کو) رہیگا تو وہ ایسا کر سکتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک ایسا نہین کر سکتا[2] - اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ ایسا کر سکتا ہے گو اُسنے ایسا اختیار اپنے لیے نہ رکھا ہو۔

اگر کوئی شخص وقف کرکے دوسرے کو اُسکا متولی مقرر کرے اور یہ شرط بھی کرلے کہ اُس متولی کو بذریعہ وصیت اپنا قائم مقام مقرر کرنے کا اختیار نہوگا تو ایسی شرط جائز ہے۔

اگر کوئی شخص بحالت صحت نفس اپنی زمین غرباء پر وقف کرکے متولی کے حوالہ کردے اور بعد ازان اپنے مرنے کے وقت اپنے وصی سے کہے کہ اس زمین کی پیداوار سے

---

[1] علماء حنفیۂ ہندوستان امام ابو یوسف کی تقلید کرتے ہین ۱۲ منہ [2] اس مسئلہ مین فتوے امام محمد کے قول کے موافق ہے ۱۲ منہ

چند حصے فلان فلان اشخاص کو دینا اور جو تمھارے نزدیک مناسب ہو وہ اس زمین کے باب مین کرنا اور وہ وصی واقف کی اس ہدایت کی تعمیل کرے تو جائز نہین ہے اسواسطے کہ وہ وقف پہلے ہی سے کامل تھا اور واقف کو اُسمین تغیر کرنے کا کچھ اختیار نہ تھا اِلّا اینکہ اُسنے یہ اختیار اپنے لیے باقی رکھا ہوتا۔

اگر کوئی شخص اپنی حیات مین وقف کرے اور اپنے مرنے کے وقت بھی اُسکا متولی کسی کو نہ مقرر کرے مگر وصی مقرر کر جائے تو وہ وصی اُس وقف کا متولی بھی ہوگا۔ یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور اسی کے موافق فتوے ہے۔

لیکن اگر واقف نے اپنی زندگی مین وقف کا متولی مقرر کر دیا ہو تو اُسکا وصی وقف کا متولی نہو گا۔ علماء مین اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہے کہ آیا اہل مسجد اُسکے متولی کے مرنے کے بعد کوئی اور متولی بغیر حکم قاضی مقرر کرسکتے ہین۔ قول اصح یہ ہے کہ ایسا تقرر جائز نہ ہوگا لیکن جو شخص اس طور سے مقرر کیا گیا ہو اگر اُسنے اُس وقف کے کچھ فرائض ادا کیے ہون اور صرف مباح و مشروع کیا ہو تو وہ اُسکا ذمہ دار نہ ہوگا[۱]۔

مگر جب وقف چند خاص اشخاص پر کیا گیا ہو جنکی تعداد محدود ہو اور وہ سب بالاتفاق کسی شخص کو متولی مقرر کردین تو ایسا تقرر بلا اجازت قاضی جائز ہوگا۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے کہ جسکو وہ سب سے زیادہ لائق سمجھے اُسکو متولی مقرر کردے۔ متاخرین کا قول یہ ہے کہ اس زمانہ مین قاضی سے تقرر متولی کی درخواست کرنا کچھ ضرور نہین ہے کیونکہ اس زمانہ کے قضات معتبر نہین ثابت ہوے ہین۔ تاہم اہل مسجد یا نمازیون کو یہ اختیار نہین ہے کہ بغیر قاضی کے اطلاع دہی اور بغیر اُسکی منظوری کے متولی مقرر کرین یعنے بغیر قاضی کی رائے دریافت کے ایسا نہین کرسکتے۔

[۱] ردالمحتار مین لکھا ہے کہ یہ قول متاخرین نے ترک کر دیا ہے اور انکے نزدیک ایسے تقرراست جائز ہین۔ ۱۲ منہ

ناظر وقف کا روپیہ نہین صرف کرسکتا کیونکہ یہ کام متولی کے سپرد کیا گیا ہے اور ناظر کا کام وقف کا تحفظ اور نگرانی کرنا ہے۔

اگر کوئی شخص مرض الموت کے عالم مین اپنے وصی کو یہ وصیت کرے کہ میرے مکان کے کرایہ مین سے دس درہم ماہواری کا کھانا خرید کر غربا پر تقسیم کردیا کرنا تو وہ مکان وقف ہوجائیگا۔ یعنی یہ بمنزلہ اسکے ہوگا کہ اُسنے یہ وصیت کی ہے کہ "اپنے مرنے کے بعد یہ مکان مین نے فقرا پر وقف کیا"

متولی کو جائز ہے کہ وقف کی آمدنی سے دوکانین اور مکانات وغیرہ بنوائے جس سے وقف کو منافع ملے۔ جتنی جائدادین متولی نے وقف کی آمدنی سے خریدی ہون وہ سب اُس وقف مین شامل ہوجائینگی اور اُنمین سب احکام شرعی اصل وقف کے جاری ہونگے اور متولی بلا منظوری قاضی اُنمین کچھ تصرف نہ کرسکیگا۔

اگر واقف کی ہدایات یا قواعد انتظام وقف نہ دریافت ہوسکین تو متولی کو چاہیئے کہ اپنے پیشتر کے متولی کا دستور العمل تحقیق کرکے اُسپر عمل کرے۔ متولی کوئی ایسا خرچ نہین کرسکتا جو اصل منشار وقف کے بالکل خلاف ہو۔ مثلاً متولی مسجد کے سرمایہ سے کپڑا خرید کر فقرا پر نہین تقسیم کرسکتا اور اگر وہ ایسا کرے تو اُسکو وہ روپیہ اپنی گرہ سے دینا پڑیگا۔

اگر متولی مسجد کے لیے کچھ اشیاء ضروری مہیا کرنے کے لیے روپیہ قرض لے اور اُس مسجد کا کچھ روپیہ نہ باقی رہا ہو یعنے اگر اُسنے وقف کے لیے اسباب اس نیت سے خریدا ہو کہ جب اُسکا کرایہ وصول ہوگا تو اُس اسباب کی قیمت ادا کردیگا یا اگر اُسنے اُس اسباب کی قیمت اپنے پاس سے دیدی ہو تو وہ اِسکا مستحق ہے کہ جب کرایہ وصول ہو تو اُس اسباب کی قیمت دیدے یا خود اُسکی قیمت لے لے جیسی صورت ہو۔

مگر متولی کوئی بار بطور رہن وغیرہ کے جائداد وقفی پر کسی حال مین نہین ڈال سکتا۔

اور موقوف علیہم بھی جائداد وقفی کو مکفول نہین کرا سکتے۔ پس اگر متولی جائداد وقفی کو رہن رکھکر مرتہن کا قبضہ کرادے تو مرتہن اسکے معمولی کرایہ یا لگان کا ذمہ دار ہوگا۔ اسی طرح اگر متولی وقفی زمین کو فروخت کرڈالے اور بعد ازان اُس بیع کو قاضی منسوخ کردے تو اگر مشتری نے اُسپر قبضہ کرلیا ہو تو بھی وہ اُسکے منافع کا حسب شرح معمولی ذمہ دار رہیگا۔

اگر کوئی شخص مال وقف مین سے کوئی چیز پا جائے تو متولی اُسمین سے کچھ اُس شخص کو دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غریب ہو۔

جب متولی مرض الموت مین مبتلا ہو تو تولیت دوسرے شخص کو تفویض کرسکتا ہے یعنے اپنی جگہ پر کسی کو متولی مقرر کرسکتا ہے کیونکہ متولی مانند وصی کے ہے اور وصی اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو اصل موصی کا وصی مقرر کرسکتا ہے۔

اگر کوئی حصہ مکان وقفی کا ایسا شکست ہو کہ لوگون کی ہلاکت کا خوف ہو اور قرب وجوار کے لوگ متولی سے اُسکی مرمت پر اصرار کرین مگر متولی پاس اُسکی مرمت کے لیے روپیہ نہ ہو تو وہ قاضی کی اجازت سے اِس مقصد کے لیے روپیہ قرض لے سکتا ہے متولی قرض صرف اُسوقت لے سکتا ہے جبکہ کوئی ایسا سرمایہ وقفی اُسکے پاس نہو جس سے وہ اُس وقف کے حوائج کو رفع کرسکے۔ متولی کو جائز ہے کہ جو روپیہ اُسنے اپنے پاس سے مقاصد وقف مین لگایا ہو اُسکو وقف کی آمدنی مین سے مجرا لے بشرطیکہ جائز طور سے اُس روپیہ کو صرف کیا ہو۔

اگر کوئی شخص اپنی زمین غربا پر وقف کرے مگر مرمت یا کاشت کے مصارف کے لیے کوئی رقم خاص نہ مقرر کی ہو تو پہلے اُس زمین کی آمدنی سے خراج دیا جائیگا اُسکے بعد مصارف تحصیل و مرمت و کاشت وغیرہ دیے جائینگے اور یہ مصارف دینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ غربا کو دیا جائیگا۔ یعنی اگر زمین وقفی پر درخت خرما ہون تو متولی کو چاہیے

کہ نئے درخت خرما بونے اور پرانے درختون کی حفاظت مین اور دیوارین اور باندھ بنوانے مین روپیہ صرف کرے تاکہ وہ میوہ دار درخت مرجھا کر ضائع نہ ہو جائین - اگر کوئی حصہ زمین وقفی کا غیر قابل الزراعت ہو تو متولی کو چاہیئے کہ اُسکی آمدنی سے روپیہ لیکر اُسکو قابل کاشت کرنے مین صرف کرے - اگر غلہ رکھنے کے لیے ٹھورون کی ضرورت ہو یا وقفی زمین مین آبپاشی کے لیے حوض بنانے کی احتیاج ہو تو متولی ایک جزو آمدنی وقف کا ان مقاصد مین صرف کرسکتا ہے - اگر وقفی زمین شہر کے متصل ہو اور اُسکو اسامیون کو دینے مین زیادہ تر فائدہ متصور ہو بہ نسبت اسکے کہ اسکی خود کاشت کیجائے تو متولی اُن اسامیون کے لیے کوٹھریان بنوا سکتا ہے یا بغیر کوٹھریان بنوائے اُنکو وہ زمین جوتنے کے لیے دے سکتا ہے -

امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر اراضی وقفی غیر قابل الزراعت ہو جائے اور اُسکی آمدنی موقوف ہو جائے اور اُسکی قیمت سے متولی اور زمین خرید سکتا ہو جس سے زیادہ منافع مل سکے تو مناسب ہے کہ وہ ایسا ہی کرے - یعنے قاضی سے اجازت لیکر وہ اُس زمین کو بیچ ڈالے اور اُسکی قیمت سے دوسری زمین خرید لے - لیکن اگر وہ زمین شہر سے اتنے فاصلہ پر ہو کہ اگر وہان مکانات بنوائے جائین تو اُنسے کچھ منفعت نہ ملیگی تو متولی مکانات نہ بنوائے ابوجعفر کا قول یہ ہے کہ جب واقف نے یہ نہ کہا ہو کہ کس طریقہ سے زمین وقفی استعمال کیجائے تو متولی اُسکو اُس مصرف مین لا سکتا ہے جسمین مستحقین کا نفع کثیر متصور ہو مگر بے قاضی کی منظوری کے وہ اُسکا طولانی پٹہ نہین دے سکتا -

اگر واقف نے یہ شرط کر لی ہو کہ متولی زیادہ میعاد کا پٹہ زمین وقفی کا نہ دے اور لوگ کم میعاد کا پٹہ نہ لین اور اُس زمین وقفی کا فائدہ اسی مین ہو کہ زیادہ میعاد کا پٹہ دیا جائے تو متولی اس مقدمہ کو قاضی کے محکمہ مین پیش کرے اور اگر قاضی مناسب سمجھے تو اس مضمون کا حکم صادر کرے اسواسطے کہ قاضی غربا کا محافظ ہوتا ہے -

اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ متولی زیادہ میعاد کا پٹہ نہ دے تاوقتیکہ اُسکو یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس سے مستحقین وقف کو نفع کثیر ہوگا تو بشرط ضرورت متولی اُس زمین کا زیادہ میعاد کا پٹہ بلا اجازت قاضی دے سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص کچھ جائداد وقف کرکے کہدے کہ متولی اسکی آمدنی جسکو چاہے دے یا اسکے منافع کو اپنی رائے کے موافق صرف کرے تو یہ جائز ہے اور متولی وہ آمدنی امراء و غرباء دونوں کو دے سکتا ہے[۱]۔

نواں باب

فصل اوّل

واقف کے اختیارات

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف کو جائز ہے کہ وقف کی آمدنی اور منافع اور اُسکے انتظام کو اپنے لیے مخصوص کرے اور اسی قول کے موافق فتویٰ[۲] ہے۔

واقف کو یہ شرط کرنا بھی جائز ہے کہ زمین وقفی کا مبادلہ اور کسی جائداد سے کرلیا جائے یا وہ فروخت کیجائے۔ اور محاصل بیع مقاصد وقف کے لیے اور کسی زمین یا تجارت وغیرہ مین لگایا جائے اور اُسکی آمدنی اغراض وقف مین صرف کیجائے۔ واقف وقف کی آمدنی کو اپنے مصارف ذاتی کے لیے کُلاً یا جزءً مخصوص کرسکتا[۳] ہے۔

پس نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک واقف اپنے نفس پر وقف کرسکتا ہے مگر امام محمد کے نزدیک ایسا وقف ناجائز ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک آدمی اپنے

---

[۱] اگرچہ ایسے اوقاف مین مال وقف کا انتظام متولی کی راے پر موقوف رکھا گیا ہے تاہم اس اختیار کے ساتھ ایک فرض بھی رکھا گیا ہے۔ پس قاضی متولی کو مجبور کرسکتا ہے کہ جائداد وقفی کی آمدنی کار خیر مین صرف کرے ۱۲ منہ [۲] فلٹن صاحب کی رپورٹ صفحہ ۳۴۵۔ ۱۲ منہ [۳] امام محمد کے نزدیک واقف کوئی جزو منافع وقف کا اپنے لیے نہین رکھ سکتا۔ ۱۲ منہ

غلامون پر بھی وقف کر سکتا ہے۔

فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے نفس پر اور دوسرے شخص پر وقف کرے تو اُس شخص کی نسبت تو وہ وقف جائز ہوگا مگر خود واقف کی نسبت ناجائز ہوگا۔ اور اگر وہ کہے کہ یہ وقف اُس شخص کو میرے بعد ملیگا تو سارا وقف باطل ہو جائیگا۔ "یہ قول ضعیف ہے اور یہ حکم شرع نہین سمجھا گیا ہے جیسا بحر الرائق مین لکھا ہے کہ"۔ ایسے وقف کے جواز کی علمائے[1] نے تصریح کر دی ہے۔

"فتوے امام ابو یوسف کے قول کے موافق ہے اور اُنکے قول کو صدر الشہید اور علمائے بلخ نے اختیار کیا ہے۔ اور بحر مین حاوی سے لکھا ہے کہ یہی قول فتوے کے لیے اختیار کیا گیا ہے تاکہ لوگون کو وقف اور امور خیر کرنے کی ترغیب پیدا ہو۔

جائداد وقف کو اور جائداد سے مبادلہ کرنے کے مسئلہ کی تین صورتین ہین۔ (۱) اگر واقف نے اپنے لیے یا متولیون کے واسطے مال وقف کے مبادلہ کا اختیار باقی رکھا ہو تو اس صورت مین بیشک مبادلہ ہو سکتا ہے۔ (۲) اگر ایسا اختیار تو باقی رکھا ہو مگر جائداد وقفی سے کچھ منفعت نہ ملتی ہو تو اُسکا مبادلہ قاضی کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ (۳) اگر مبادلہ سے صرف وقف کا فائدہ متصور ہو تو اس صورت مین مبادلہ ناجائز ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک واقف اپنے لیے اختیار مبادلہ باقی رکھ سکتا ہے اور قاضی خان نے اِسی قول کو صحیح لکھا ہے اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ یہ قول بالاجماع صحیح ہے۔

صرف بیع کا اختیار رکھنا باعث عدم جواز وقف کا ہوگا تا وقتیکہ اُسکے ساتھ

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۵۹۸-۱۲ منہ [2] کما قالہ الصدر الشہید وھو مختار اصحاب المتون رجحہ فی الفتح و اختارہ مشائخ بلخ و فی البحر عن الحاوی انہ المختار للفتوی ترغیباً للناس فی الوقف و تکثیر الخیر ۱۲- منہ

یہ اختیار بھی نہ رکھا گیا ہو کہ وقف کی آمدنی دوسری جائداد مین لگا دیجائیگی اور اصل وقف کے
شرائط اُسمین بھی جاری ہونگے خواہ ایسا اختیار صریحاً خواہ ضمناً رکھا گیا ہو۔
اگر کوئی شخص کہے کہ اگر ضرورت ہو تو زمین وقفی کو بیچ کر محاصل بیع سے اور کوئی جائداد
خرید لیجائے تو اُس نئی جائداد مین سب احکام وقف جاری ہونگے اور اصل وقف کے
شرائط اُس سے بھی متعلق ہونگے[1]۔
واقف کو یہ اختیار اپنے لیے باقی رکھنا جائز ہے کہ جس شخص کو چاہے منافع وقف سے
خارج کرے اور وظیفہ خواران وقف کی تعداد جتنی چاہے بڑھا دے اور اُنکے وظائف مین
جتنی تخفیف چاہے کرے۔
اگر واقف یہ شرط کرلے کہ سلطان یا قاضی اِس وقف مین دست اندازی نہ کرین تو بھی
اُسکی نگرانی قاضی کریگا کیونکہ قاضی کی نگرانی افضل ہے۔ (بحر الرائق سے لیا گیا ہے)۔
ایک محلہ کے وقفی مکان کا مبادلہ دوسرے محلہ کے مکان وقفی کے ساتھ نہین ہوسکتا
تاوقتیکہ یہ محلہ اُس محلہ سے بہتر نہو۔ علامہ سرخسی نے وقف کے مبادلہ پر ایک اور قید
لگادی ہے کہ جس چیز سے مال وقف کا مبادلہ کیا جائے اُسکو چاہیے کہ اُسی قسم کی ہو
جس قسم کا وہ مال وقف ہو۔ مگر ردالمحتار مین شارح نے لکھا ہے کہ ایسی قید نہ لگانی چاہیے
اسواسطے کہ یہ دیکھنا لازم ہے کہ کس چیز کے ساتھ اُسکا مبادلہ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوگا
مثلاً اگر کسی شخص نے دوکانین وقف کی ہون اور اُن دوکانون کو بیچ کر محاصل بیع
سے زمین خرید لینا زیادہ ترمفید سمجھا جائے کہ اُس سے مقاصد وقف کے لیے زیادہ
آمدنی ہوگی۔ لہذا جب متولی یا واقف کو یہ اختیار دیدیا گیا ہو کہ جائداد وقفی کو فروخت کرکے
محاصل بیع سے اور کوئی جائداد خرید کر وقف کردے تو اس اختیار مین یہ قید
نہ لگانی چاہیے کہ نئی جائداد بھی اُسی قسم کی ہو جس قسم کی پہلی جائداد تھی۔

[1] ردالمحتار صفحہ ۵۹۹ - ۱۲ منہ

مال وقف کے منافع سے درہم و دینار لے سکتے ہین - مگر یہ یادر ہے کہ جب مال وقف کا مبادلہ نقد روپیہ سے کیا جائے تو اُس روپیہ کے ضائع ہونے کا خوف ہے لہذا منافع وقف کو بصورت زر نقد رکھنا مستحسن نہین ہے - لیکن اگر منافع وقف اِس صورت سے رکھا جائے کہ اُسمین افزونی ہوتی جائے اور اُسکے عین یا اصل مین کمی نہ ہو جیسے پرامیسری نوٹ ہین تو ایسا مبادلہ جائز ہے - قاضی کو اور بعض صورتون مین متولی کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ جب واقف نے کوئی ایسی شرط کی ہو کہ اُسکے وقف کی نوعیت کے خلاف ہو یا جس غرض سے وقف کیا گیا ہے اُسکی منافی ہو تو اُس شرط کی پابندی نہ کرے - مثلاً اگر واقف نے یہ شرط کرلی ہو کہ قاضی اُس متولی کو نہ موقوف کرے جسکو واقف یا اُسکے ورثہ نے مقرر کیا ہو تاہم قاضی اُس متولی کو موقوف کر سکتا ہے جسکی نالائقی ثابت ہوئی ہو یا جسنے کوئی بدفعلی یا وقف مین خیانت کی ہو - یا اگر وقف نامہ مین لکھا ہو کہ متولی زمین وقفی کا پٹہ برس روز سے زیادہ کا نہ دے مگر اِس میعاد کا پٹہ کوئی شخص نہ قبول کرے تو قاضی کو اختیار ہے کہ متوآلی کو اجازت دے کہ سال بھر سے زیادہ میعاد کا پٹہ دیدے یا اگر واقف نے کہدیا ہو کہ جن لوگون کو فلان مسجد سے رزق یا آذوقہ ملتا ہے اُنکو اس وقف مین کچھ نہ دیا جائے تو بھی متوآلی کو جائز ہے کہ اُنھین غرباء کو اُس وقف مین سے بطور خیرات کے دے - یا اگر اُسنے یہ شرط کرلی ہو کہ جس شخص پر وقف کیا گیا ہے وہ ایک معین راتب ہر روز پایا کرے تو متوآلی بہ رضامندی حقداران وقف اُس روزانہ راتب کو نقد روپیہ سے بدل سکتا ہے -

قاضی کو یہ بھی جائز ہے کہ اگر امام کی تنخواہ کم ہو تو اُسکو بڑھا دے بشرطیکہ وہ عالم اور متقی ہو اور اضافہ تنخواہ کا مستحق ہو -

کتاب زواہر الجواہر مین جو اشباہ النظائر کی شرح ہے لکھا ہے کہ قاضی یہ اختیار رکھتا ہے کہ ایک متوآلی اُس شخص کے ساتھ شریک کردے جسکو واقف نے مقرر کیا ہو

گو واقف نے اسکے خلاف شرط کرلی ہو بشرطیکہ قاضی کے نزدیک ایسا کرنے سے وقف کا فائدہ متصور ہو۔[1]

جب متولی یا واقف وقف کے لیے ضروری یا مفید سمجھے کہ جائداد وقفی کو بیع کر محاصل بیع سے اور کوئی جائداد خرید لیجائے تو وہ صرف قاضی یا حاکم شرع کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے۔[2]

دسوان باب

فصل اول

وقف اشیاء غیر موجودہ پر

وقف جائز ہے گو اُس بچہ پر کیا گیا ہو جو ہنوز رحم مادر مین ہو یا اُس چیز پر کیا گیا ہو جو موجود نہ ہو۔ مثلاً جب زید کے لڑکون پر وقف کیا جائے اور اُسوقت تک اُسکے لڑکے پیدا نہ ہوے ہون یا مسجد پر کیا جائے جو ہنوز تعمیر نہ ہوئی ہو تو ایسا وقف جائز ہے اور اُسکا منافع غربار پر تقسیم کیا جائیگا جب تک کہ زید کے یہان وہ لڑکے پیدا ہون یا وہ مسجد تعمیر کیجائے۔ عمادیہ مین یہی لکھا ہے۔ اور نہر الفائق مین یہ بھی لکھا ہے کہ جب موقوف علیہ ہنوز حیز وجود مین نہ آیا ہو مگر جس غرض سے وقف کیا گیا ہے وہ غرض بر آسکتی ہو تو اُس وقف کا منافع حتے الامکان اُسی مقصد مین صرف کیا جائیگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص مدرسہ کے طلبہ پر کچھ وقف کرے اور وہ مدرسہ ہنوز تعمیر نہ ہوا ہو اور دوسرے مکان مین طلبہ کو درس دیا جاتا ہو تو وہ طلبہ اُس وقف سے وظیفہ پانے کے مستحق ہونگے۔

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۶۰۲ - ۱۲ منہ [2] فتاواے ابوسعود مین ۹۵۱ھ ہجری کی صدر الشریعت یعنی قاضی القضات کا یہ حکم لکھا ہے کہ مال وقف بغیر حکم سلطان بیع یا مبادلہ نہ کیا جائے (یا بغیر حکم قائم مقام سلطان یعنی قاضی) ردالمحتار صفحہ ۶۰۳ - ۱۲ منہ

موقوف علیہ دو طرح سے غیر موجود ہو سکتا ہے۔ اوّل جس وقت وقف کیا گیا ہو اُس وقت موقوف علیہ نہ موجود ہو۔ ایسے وقف کو وقف منقطع الاول کہتے ہین۔ دوم موقوف علیہم وقف کرنے کے بعد فوت ہو جائین۔ ایسے وقف کو وقف منقطع الوسط کہتے ہین دونون قسم کی مثالین فتاواے قاضی خان مین لکھی ہین۔ یعنے مثلاً کوئی شخص اُس اولاد پر وقف کرے جو اُسکے صلب سے پیدا ہو پس اگر اُسوقت اُسکی کوئی اولاد نہ ہو تو یہ وقف منقطع الاول ہے اور اِسکا منافع فقراء کے فائدہ کے لیے صرف کیا جائیگا۔ اگر بعد ازان اُسکے یہان اولاد پیدا ہو گی تو منافع وقف اُس اولاد کو دیا جائیگا[۱]۔

اسی طرح سے جب کوئی شخص اپنی اولاد پر وقف کرے اور اُسوقت کوئی اولاد اُسکی نہ موجود ہو مگر اُسکا ایک پوتا ہو تو اُس وقف کی آمدنی اُسکے پوتے کو دیجائیگی جبتک اُسکے یہان کوئی لڑکا پیدا ہو۔

قسم دوم یعنے وقف منقطع الوسط کی مثال یہ ہے کہ دو بیٹون پر وقف کیا گیا اور اُنکے بعد اُنکی اولاد اور اولاد کی اولاد پر اور بعد ازان اُنمین سے ایک بیٹا مر جائے اور دوسرا بیٹا باقی رہ جائے تو یہ وقف منقطع الوسط ہے۔ اِس صورت مین نصف منافع وقف اُس بیٹے کو دیا جائیگا جو زندہ رہگیا ہے اور نصف غربا و مساکین کو دیا جائیگا اور جب وہ بیٹا بھی مر جائیگا تو کل منافع اُسکی اولاد کو ملیگا اسواسطے کہ واقف نے منافع وقف اُن پوتون کو اپنے دونون بیٹون کے مرنے کے بعد دیا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ واقف کا ارادہ یہ تھا کہ جو بیٹا زندہ رہجائے اُسی کو کل منافع وقف دیا جائے یا یہ کہ متوفی کا حق اُسکی اولاد کو ملے تو اُسکے اِس ارادہ کے موافق عمل کیا جائیگا۔

خانیہ مین یہ مسئلہ کسی قدر فرق سے بیان کیا ہے یعنے لکھا ہے کہ جب موقوف علیہ موجود نہو یا فوت ہو جائے تو منافع وقف اُس امر مین صرف کیا جائیگا جو اُس مقصد سے

---

[۱] ردّ المختار صفحہ ۶۴۱ - ۱۲ منہ -

قریب تر ہو جس مقصد سے واقف نے وقف کیا تھا - مگر یہ قول علمار حنفیہ کا نہین ہے بلکہ علمار شافعیہ کا ہے جنکا قول یہ ہے کہ جب وقف اولاد صلبی پر کیا گیا ہو اور وہ نہون تو وہ وقف واقف کے اُن اقربار کو دیا جائیگا جو سب سے زیادہ قریب القرابت ہون[1] -

حاوی مین تمثیلاً لکھا ہے کہ جب کوئی حوض شکست ہو جائے اور اُسکی کوئی ضرورت نہ باقی رہے تو جو وقف اُس سے متعلق ہو وہ اور حوضون کے مصرف مین لایا جائیگا[2] -

خلاصہ مین لکھا ہے کہ جب کوئی مسجد یا حوض منہدم ہو گیا ہو اور اُسکی کچھ ضرورت نہ باقی رہی ہو تو جو اوقاف اُس مسجد یا حوض سے متعلق ہون وہ اور مساجد یا حوضون سے متعلق کیے جائین[3] - اگر امام یا نائب امام ایک قطعہ زمین بیت المال سے علٰحدہ کر کے کسی شخص کو فائدۂ عام کے لیے نہر بنانے کو دے اور بعد ازان وہ ملک ایسا تباہ و ویران ہو جائے کہ اُس نہر کی کچھ ضرورت نہ باقی رہے تو وہ زمین موقوف علیہ یا عطیہ دار کی ملکیت ذاتی نہ ہو جائیگی بلکہ وہ اس شرط سے اُسپر قابض رہیگا کہ مواشی اور بھیڑون کے لیے اُسمین پانی جمع کریگا - شافعیہ کے نزدیک وہ زمین اُسی شخص کی ملکیت مطلقاً و قطعاً ہو جائیگی -

اس اصول کا نتیجہ نہر الفائق مین یہ لکھا ہے کہ ہمارے (حنفیہ کے) نزدیک یہ ہے کہ جب کسی وقف کے موقوف علیہم فوت ہو جائین تو اُس وقف کی آمدنی اُسی قسم کے کسی اور وقف مین صرف کیجائیگی - لہذا ایک مسجد کا وقف دوسری مسجد کے

---

[1] ردّ المحتار صفحہ ۶۶۱ - ۱۲ منہ [2] رد المحتار صفحہ ۶۶۲ - ۱۲ منہ [3] جب سلطان یا امام کسی قطعہ اراضی کو بیت المال سے علٰحدہ کر کے اُسکا خراج معاف کر دے اور کہدے کہ اسکی آمدنی فلان مصرف مین لائی جائے تو وہ قطعہ زمین وقف ہو جائیگا - زمین کو صرف بیت المال سے علٰحدہ کر کے اُسکا خراج معاف کر دینے سے وہ زمین وقف نہ ہو جائیگی اگرچہ وہ بمنزلہ وقف ہو گی - ۱۲ منہ -

مصرف مین لایا جائیگا اور ایک حوض کا وقف دوسرے حوض مین صرف کیا جائیگا۔ زمین کو بیت المال سے علحدہ کرلینا بمنزلہ اُسکے وقف کرنے کے ہے۔ پس جب زمین کو بیت المال سے لیکر کسی شخص کو فائدہ عام کے لیے نہر بنانے کو دیدین تو درصورت فوت ہوجانے اُس نہر کے وہ زمین مواشی کو پانی پلانے کے کام مین اور اَور ایسے ہی کامون مین لائی جائیگی۔

جب کوئی شخص اپنا نصف مال اپنے غریب کنبہ والون پر اور نصف عموماً غربار پر وقف کرے تو سوال یہ ہے کہ اگر اُسکے اقربار نادار ہون تو آیا وہ نصف دوم مین شریک ہونے کے مستحق ہونگے؟ ہلال نے اسکے جواب مین "نہین" فرمایا ہے اور ابراہیم ابن خالد سامانی نے اُسنے اتفاق کیا ہے۔ مگر ابراہیم ابن یوسف اور علی ابن احمد الفارسی اور ابوجعفر ہندوانی نے اُسنے اختلاف کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر واقف کے اقربار محتاج ہوجائین تو وہ عموماً غربار کے ساتھ اُس وقف مین شریک ہوسکتے ہین۔ اور نہر الفائق مین لکھا ہے کہ یہی قول قاضی القضات مولانا علی الحلبی کا ہے جنھون نے رسالہ کبریٰ قریب اُس زمانہ کے تصنیف کیا تھا جبکہ مولانا محمد شاہ بدرنا کا عہد حکومت تمام ہوا۔ فتاوائے قاضی خان مین لکھا ہے کہ قول مشہور یہی ہے کہ جب کوئی وقف کسی شخص خاص پر اور عموماً غربار پر کیا جائے پس اگر وہ شخص بھی بعد ازان محتاج ہوجائے تو وہ غربار کے وقف مین شریک کیا جائیگا[۱]۔

قاضی خان کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نصف زمین اپنی زوجہ ہندہ پر اور نصف اپنے فرزند زید پر وقف کرے اور یہ شرط کرلے کہ ہندہ کے مرنے کے بعد اُسکا نصف حصہ واقف کی اولاد پر وقف ہوجائیگا تو زید اُس نصف مین بھی شریک ہوگا کہ وہ واقف کی اولاد ہے۔ پس ہندہ کا نصف حصہ زید کو ملیگا اور ربا بقی واقف کی اولاد کو ملیگا اور زید کا نصف حصہ اُسی کے لیے مخصوص رہیگا" اس مسئلہ مین کچھ اختلاف نہین ہے۔"

---

[۱] ردّ المحتار صفحہ ۲ ۴ ۶ - ۱۲ منہ۔

جب مکان وقفی شکست ہو جائے تو متولی کو یہ اختیار نہین ہے کہ جو درخت اُسمین اُگے ہین اُنکو بیچکر اُسکی مرمت کرائے مگر وہ اُس مکان کو بہ کرایہ دیکر کرایہ سے اُسکی مرمت کرا سکتا ہے۔

اگر وہ شرائط جو واقف نے مقرر کیے ہون جائز و مشروع ہون تو اُنکی تعمیل اُس طرح واجب ہے کہ گویا وہ خود شارع علیہ السلام کے احکام ہین[1]۔

شرائط وقف کی تعمیل مین واقف کی نیت کا لحاظ کماحقہ کرنا واجب ہے اور جب اُسکے کلام کے معنی مشکوک ہون تو اُسکی توضیح کے لیے شہادت لیجائے اور اُسکے کلام کے ظاہر اور باطن دونون کا لحاظ کامل کیا جائے۔

مگر جب واقف کا کلام مُبہم و مشکوک ہو تو کوئی شہادت خارجی داخل کرکے اُسکا منشا نہ بدل دیا جائے۔ مثلاً اگر واقف نے کہا ہو کہ فلان جائداد مین اپنی اولاد ذکور پر وقف کرتا ہون تو کوئی ایسی شہادت نہ قبول کیجائے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اُسکا ارادہ اولاد اُناث کو بھی وقف مین شامل کرنے کا تھا مگر جب خود واقف کے کلام سے یہ مفہوم ہو کہ اُسکا ارادہ اولاد اناث کو بھی وقف مین شامل کرنے کا تھا تو اُناث بھی ذکور کے ساتھ شریک کیجائینگی۔ تاہم واقف کے کلام سے اُسکا اصل منشا سمجھنے مین اُس وقت خاص کے حالات مخصوصہ کا اور اُس کلام کے معنی متعارف کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے۔ اگر واقف کے کلام کے دو معنی ہو سکتے ہون تو جو معنی اُسکے اصل مقصد کے موافق ہون وہی اختیار کیے جائین۔

گیارھوان باب

فصل اوّل

اصول تعبیر کلام واقف

جب کوئی شخص وقف کرکے مادام الحیات اپنے تئین اُسکا متولی مقرر کرے اور یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد میرا بیٹا زید متولی ہوگا اور اُسکے بعد اُسکی اولاد مین جو سب سے زیادہ

[1] ردّ المحتار صفحہ ۳۴۶۔ منہ۔

لائق وفائق ہو وہ متولی ہوگا تو "اُسکے" کی ضمیر زید کی طرف راجع ہوگی واقف کی طرف نہ راجع ہوگی۔

اگر کوئی شخص اپنی اولاد پر اور اپنی اولاد کی اولاد ذکور پر وقف کرے تو ذکور کی صفت اُسکے پوتون سے متعلق ہوگی بیٹون سے نہ متعلق ہوگی۔

مسئلہ۔ اگر کوئی شخص اپنے فرزند حسن نامے پر اور اُسکی اولاد پر جو آیندہ پیدا ہوگی اور اُسکے بعد اُسکی اولاد ذکور پر اور اُسکے بعد اُسکی اولاد اناث اور اُسکی اولاد پر وقف کرے اور وقف کرنے کے بعد واقف کے یہان ایک اور بیٹا پیدا ہو جسکا نام محمد ہے بعد ازان حسن مرجائے۔ تو آیا پہلی ضمیر کا مرجع حسن ہے یا واقف ہے جس سے محمد بھی اُس وقف مین داخل ہوجائے۔

جواب۔ مصر کے مفتی حنفی مولانا شیخ حسن نے اِس مسئلہ کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ "پہلے ضمیر کا مرجع واقف ہے اور خیریّہ مین لکھا ہے کہ یہی تعبیر واقف کے ارادہ سے موافقت تامہ رکھتی ہے اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی لفظ مشترک المعنی ہو یعنے اُسکے دو معنی ہوسکتے ہون تو وہی معنی اختیار کرنے چاہیین جو واقف کے ارادہ سے موافقت کلّی رکھتے ہون اسواسطے کہ اِس مسئلہ مین اگر ضمیر مذکور کا مرجع حسن قرار دیا جائے تو خود واقف کا بیٹا محروم ہوجائیگا۔

" انشاء اللہ کا لفظ استثناء تو ہے مگر الّا کے معنی نہین رکھتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک استثنا کل وقف سے متعلق ہوتا ہے نہ یہ کہ اُسکے صرف ایک شرط سے متعلق ہو۔ مگر حنفیہ کے نزدیک استثناء صرف شرط آخر سے متعلق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ شرط اور شروط سے علٰحدہ ہوسکے ورنہ کل وقف سے متعلق ہوگا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "مین اپنا مکان اپنے لڑکون پر اور اپنا باغ اپنے بھائیون پر وقف کرتا ہون لیکن اگر وہ کہین چلے جائین تو یہ وقف نہ باقی رہیگا" تو یہ جملہ استثنائیہ کل وقف سے متعلق ہوگا۔ حنفیہ کے

سلہ جب واقف لفظ انشاء اللہ کسی شرط وقف کی نسبت استعمال کرے تو اِس جملہ کو دعائیہ سمجھنا چاہیے۔ ۱۲ منہ

نزدیک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صفت کا موقوف علیہم مین پایا جانا منافع وقف پانے کے شرط ضروری قرار دے تو وہ صفت اُنھین اشخاص سے متعلق ہوگی جنکے باب مین وہ شرط لکھی گئی ہے۔ لیکن اگر کلام واقف سے اُس صفت کا سب مین پایا جانا ثابت ہوتا ہو تو وہ سب سے متعلق سمجھی جائیگی۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنی اولاد مفلس پر اور اولاد کی اولاد پر وقف کرے تو مفلس کی صفت صرف اُسکی اولاد سے متعلق ہوگی۔ لیکن اگر اُسنے یہ کہا ہونا کہ یہ وقف میری اولاد کی اولاد پر ہے جو مفلس ہو تو مفلس کی صفت دونون سے متعلق ہوتی مگر شافعیہ کے نزدیک مفلس کی صفت دونون صورتون مین سب سے متعلق ہوگی۔

اگر کوئی شخص کوئی جزو اپنے مال کا عبداللہ اور زید پر صدقہ موقوفہ کرے تو اُسکی آمدنی ان دونون کو بالمشارکت ملیگی اور جب اُنمین سے کوئی مرجائے تو اُسکا حصہ غربا کو دیا جائیگا اور جب وہ دونون مرجائینگے تو کل آمدنی وقف کی محتاجون کو دیجائیگی۔ اسیطرح سے جب کسی قوم یا فرقہ پر وقف کیا گیا ہو تو اُسکی آمدنی اُن سب مین اُنکی تعداد کے موافق تقسیم کردیجائیگی۔ اور جب اُنمین سے کوئی مرجائیگا تو اُسکا حصہ فقرا کو دیا جائیگا۔ جب عبداللہ کی اولاد پر وقف کیا گیا ہو اور کچھ تعداد اُسکی اولاد کی نہ بیان کی ہو تو عبداللہ کی اولاد وقف کی آمدنی بالمشارکت پائیگی اور جبتک اُنمین سے ایک بھی زندہ رہیگا اُسکی آمدنی مین سے کچھ بھی فقرا کو نہ دیا جائیگا۔ جب واقف نے زید اور عمرو کا نام لیکر یہ کہا ہو کہ اِس وقف کا نصف زید اور دو ثلث عمرو کو دیا جائے تو کل مال وقف کے سات حصے کیے جائینگے جسطرح فرائض مین عَول کا مسئلہ ہے اور اُنین سے تین حصے زید کو اور چار عمرو کو دیے جائینگے۔ جب وقف باین الفاظ کیا جائے کہ "زید نصف اور عمرو ایک ثلث پائیگا" تو اُنمین سے ہر ایک کو اُسکا حصہ معینہ دیا جائیگا اور مابقی اُنمین روا بمقدار مساوی تقسیم کیا جائیگا۔ جب واقف باین الفاظ وقف کرے کہ "میری زمین صدقہ موقوفہ ہے زید اور عمرو پر اور زید کو اسکا ایک ثلث یا سو درہم دیے جائین" اور دوسرے موقوف علیہ کے باب مین کچھ نہ کہے

تو زید وہ حصہ پائیگا جسکی تصریح واقف نے کی ہے اور باقیماندہ عمرو کو ملیگا جسکے باب مین واقف نے کچھ نہین کہا ہے۔ اور یہی اُن سب صورتون مین کیا جائیگا جنمین واقف نے ایک موقوف علیہ کا نام لیا ہو اور دوسرے کے باب مین سکوت کیا ہو۔ جب واقف نے لکھا ہو کہ ہر ایک موقوف علیہ کو ایک خاص رقم دیجائے اور وقف کی آمدنی کم ہو جانے کی وجہ سے کسی موقوف علیہ کو وہ ٹھیک رقم نہ مل سکے تو جتنی آمدنی فی الواقع ہو وہ سب موقوف علیہم پر بقدر اُنکے وظائف کے تقسیم کر دیجائے۔ اور جب اُس آمدنی کی مقدار اُنکے وظائف سے زیادہ ہو تو رقم فاضل اُن سب پر برابر تقسیم کر دیجائے۔

جب کسی فرقہ یا قوم پر وقف کیا گیا ہو اور وہ اُسکو نامنظور کرے تو اُس وقف کی آمدنی فقرا کو دیجائے۔ لیکن اگر صرف اُنمین سے چند اشخاص اُس وقف کو نامنظور کرین تو اُسکی کل آمدنی اُن لوگون کو دیجائے جنھون نے اُسکو نامنظور نکیا ہو بشرطیکہ جس لقب سے وقف کیا گیا ہے وہ عمیم المعنی ہو اور اُن سب پر صادق آتا ہو لیکن اگر وہ لقب انپر نہ صادق آتا ہو تو حصہ اُن اشخاص کا جو اُس وقف کو نامنظور کرین غربا کو دیدیا جائیگا۔ مثلاً اگر واقف کہے کہ "عبد اللہ کے لڑکون پر وقف کیا گیا" اور اُنمین سے بعض لڑکے اُسکو نامنظور کرین تو کل اُن لڑکون کو ملیگا جو اُسکو منظور کر لین۔ لیکن اگر اُسنے کہا ہو کہ "زید اور عمرو پر" اور زید نامنظور کرے تو اُسکا حصہ غربا کو ملیگا۔

جو وقف کسی شخص نے مرض الموت کے عالم مین کیا ہو وہ صرف ثلث مال مین نافذ ہوگا تا وقتیکہ سب ورثہ اُسکے نہ راضی ہو جائین۔ جب وہ وقف ثلث مال سے زائد پر حاوی ہو اور ورثہ راضی نہون تو بقدر مقدار زائد از ثلث باطل ہوگا۔ جب کوئی شخص اپنی زمین اللہ تعالیٰ کی راہ مین اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطنٍ وقف کرے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو محتاجون پر اور وہ زمین اُسکے ثلث مال کے اندر ہو تو اُسکی آمدنی یا پیداوار اُسکی سب اولاد مین

بقدر انکے سہام شرعیہ کے تقسیم کیجائیگی یعنے اگر وہ ایک زوجہ اور اولاد چھوڑ گیا ہو تو ایک ثمن زوجہ کو ملیگا اور اگر والدین اور اولاد چھوڑ گیا ہو تو ایک سدس والدین کو دیا جائیگا اور مابقی اولاد کو اس طور سے تقسیم کیا جائیگا کہ ذکور کو دو دو حصے اور اناث کو ایک ایک حصہ دیا جائیگا - یہ جب کیا جائیگا جبکہ واقف اپنی اولاد صلبی چھوڑ گیا ہو اور اولاد کی اولاد نہ چھوڑی ہو - لیکن جب وہ اپنی اولاد اور انکی اولاد دونون چھوڑ گیا ہو تو وقف کی آمدنی اُسکی اولاد اور اولاد کی اولاد کی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اسطرح سے کہ اولاد پر تو موافق احکام میراث کے تقسیم کیجائیگی اور اولاد کی اولاد پر انکے حصے علی السویہ تقسیم کردیے جائینگے اور جب واقف کی اولاد صلبی مین سے کوئی نہ باقی رہیگا تو وقف کی آمدنی اُسکے پوتون اور پوتیون اور اُسکی نسل کے اور لوگون پر تقسیم کیجائیگی اور اُسکی زوجہ اور والدین کو کچھ نہ ملیگا - اگر زمین وقفی واقف کے ثلث مال سے خارج نہ ہوجائے اور اُسکے وقف سے ورثہ راضی ہوجائین تو وہ وقف اُس کل زمین وقفی کی نسبت جائز ہوگا اور اُسکی آمدنی واقف کی اولاد مین بحصص مساوی بلا امتیاز ذکور و اناث تقسیم کردیجائیگی مگر اُسکی زوجہ اور والدین کچھ نہ پائینگے - لیکن اگر ورثہ اُس وقف پر نہ راضی ہون تو وہ وقف صرف ثلث مال واقف مین نافذ ہوگا اور اُسکی آمدنی واقف کے ورثہ مین موافق احکام میراث تقسیم کیجائیگی اور جب اُسکی نسل مین کوئی نہ باقی رہیگا تو اُس زمین کی آمدنی یا پیداوار غربا کو دیجائیگی -

جب کوئی شخص مرض الموت کی حالت مین وقف بھی کرے اور وصیت بھی کرے تو اُن دونون کا نفاذ اسکے ثلث مال مین کیا جائیگا -

اگر کوئی شخص کہے کہ "میری زمین کی پیداوار میرے مرنے کے بعد عبد اللہ کے لڑکے اور اُنکی نسل کو دیجائے" تو یہ وصیت مین داخل ہے - اسی طرح سے اگر کوئی شخص کہے کہ "(حبسوا) یعنے رکھ چھوڑو اسکو بعد میرے مرنے کے عبد اللہ کے

لڑکے کے لیے "یا یہ کہے کہ "میرے مرنے کے بعد میری زمین فلان شخص اور اسکی نسل کے لیے مقرر کی گئی اور فروخت نہ کیجائے" تو ان سب کلمات سے اُسکی آمدنی کے باب مین وصیت سمجھی جائیگی - لیکن اگر وہ کہے کہ "میری زمین میرے مرنے کے بعد غربا پر وقف کی گئی یا اُنکے واسطے حبس کی گئی" تو یہ وقف صالح ہوگا -

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ زمین میری میرے ولد یعنے لڑکے پر صدقہ ہے" تو اُسکی آمدنی اُسکی اولاد صلبی کو بلا امتیاز ذکور و اُناث برابر دیجائیگی اور جبتک اُسکی اولاد صلبی مین سے ایک بھی باقی رہیگا اُسکی آمدنی اُس اکیلے کو ملیگی خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت - جب اُسکے صلب یا بطن سے کوئی نہ باقی رہے تو اُس وقف کی آمدنی فقراء مین تقسیم کردیجائیگی اور اُسکی اولاد کی اولاد کو اُسمین سے کچھ نہ دیا جائیگا - لیکن اگر وقف کرنے کے وقت واقف کی کوئی اولاد صُلبی نہ موجود ہو مگر اُسکا ایک پوتا موجود ہو تو اُس وقف کی آمدنی اُس پوتے کو ملیگی اور اسافل کو یعنے پوتے کے بعد جو لوگ واقف کی تیسری یا چوتھی پشت مین ہون اُنکو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ درصورت نہ ہونے اولاد صلبی کے پوتا بیٹے کا قائم مقام ہوتا ہے ظاہر الروایۃ مین لکھا ہے کہ نواسے کا کوئی حق مال وقف مین نہین ہے اور یہی قول صحیح ہے - اگر وقف کرنے کے بعد واقف کے صُلب سے کوئی اولاد پیدا ہو تو آیندہ جو آمدنی اُس وقت سے ہوگی وہ اُسی لڑکے پر صرف کیجائیگی - اگر پہلی یا دوسری پشت مین کوئی اولاد نہو مگر تیسری یا چوتھی یا اُسکے بعد کسی پشت مین اولاد موجود ہو تو تیسری پشت کی اولاد اور اُسکے نیچے کی پشت کی اولاد معاً حصہ پائیگی گو اُنکی تعداد کثیر ہو - جو کچھ لفظ "میری اولاد" کی نسبت بیان کیا گیا ہے وہی بعینہ ان الفاظ پر بھی صادق آئیگا کہ "فلان شخص کی اولاد"

اگر کوئی شخص کہے کہ "یہ میری زمین صدقہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہے" تو اُسکی اولاد صُلبی اور اولاد کی اولاد جو بروز وقف موجود ہو اور جو بعد ازان پیدا ہوئی ہو -

وہ سب اس وقف مین داخل ہین اور دونون پشتون کی اولاد اُس وقف کی آمدنی مین شریک ہے۔ مگر اُنکے نیچے کی پشتون کے لوگ اُسمین نہ شریک ہونگے اور نہ بیٹی کی اولاد اُسمین سے کچھ پائیگی جیساظاہرالروایۃ مین لکھاہے اور اسی کے موافق فتوے ہے۔ لیکن اگر واقف کہے کہ "میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور اُسکی اولاد پر" یعنے تین پشتون کا نام لے تو وقف کی آمدنی اُسکی اولاد کو دوامًا دیجائیگی جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہے اور غربا کو نہ دیجائیگی یعنی جبتک ایک شخص بھی اُسکی نسل مین باقی رہیگا اُسی کو وقف کی آمدنی ملیگی اور اسمین قریب وبعید سب برابر سمجھے جائینگے اِلّا اینکہ واقف نے کہدیا ہو کہ اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ یعنے جو قریب تر ہو وہ قریب تر سمجھا جائے۔ یا یہ کہا ہو کہ "میری اولاد پر اور اُسکے بعد میری اولاد کی اولاد پر بطنًا بعد بطنٍ" کہ اِس صورت مین ابتداء اُن لوگون سے کیجائے جس سے واقف نے ابتدا کی ہے۔

اگر واقف کہے کہ "یہ میری زمین میری اولاد پر صدقہ ہے" تو اولاد کا لفظ الیسا عمیم المعنی ہے کہ اسمین اُسکی سب پشتین داخل ہین مگر کل آمدنی اُس زمین کی پہلی پشت والون کو ملیگی وقس علیٰ ہذا تیسری اور چوتھی اور پانچوین پشت والوان کو برابر بلالحاظ اقربیت والبعدیت اُس وقف کی آمدنی مین حصہ ملیگا۔ اگر واقف کہے کہ "یہ زمین مین نے اپنی اولاد پر وقف کی" اور اُسوقت اُسکی ایک ہی اولاد ہو تو اُسکی نصف آمدنی اُس اولاد کو اور نصف غرباء کو ملیگی۔ لیکن اگر اُسنے "ایک اولاد" کا لفظ کہا ہو اور ایک ہی اولاد اُسکی ہو تو سارا مال وقف اُسی اولاد کو ملیگا۔ اور یہی اُس صورت مین بھی ہوگا کہ جب اُسکی کئی اولاد ہون اور سوائے ایک کے اُنمین سے کوئی نہ باقی رہی ہو۔ جب کوئی شخص اپنی جائداد باین الفاظ وقف کرے کہ "یہ مال میرے دو لڑکون پر وقف ہے اور جب اُنمین سے کوئی نہ باقی رہے تو اُن دونون کی اولاد پر اور اُن دونون کی اولاد کی اولاد پر دوامًا جبتک اُنمین سے کوئی باقی رہے" اور اُنمین سے ایک لڑکا مرجائے اور ایک اولاد

چھوڑ جائے تو نصف آمدنی اُس جائداد وقفی کی اس لڑکے کو ملیگی جو زندہ رہ گیا ہے اور نصف غربار کو دیجائیگی - مگر جب واقف کا دوسرا بیٹا بھی مر جائے تو کل آمدنی اُن دونوں کی اولاد کو اور اولاد کی اولاد کو دیجائیگی - اگر واقف کہے کہ ''یہ جائداد میری مفلس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے'' اور اُنمین سے صرف ایک اولاد محتاج ہو تو نصف آمدنی اُسکو اور نصف فقرار کو دیجائے -

اگر کوئی شخص کہے کہ ''یہ میری زمین میرے بیٹون پر صدقہ موقوفہ ہے'' اور اُسکے دو یا دو سے زیادہ بیٹے ہون تو اُسکی آمدنی اُنھین کو ملیگی - اگر آمدنی ملنے کے وقت صرف ایک ہی بیٹا موجود ہو تو نصف اُسکو اور نصف غربار کو ملیگا - اگر اُسکے بیٹے اور بیٹیان دونون ہون تو ہلال کے نزدیک وقف کی آمدنی اینین برابر تقسیم کیجائیگی - اور صحیح یہی ہے اور بمنزلہ اسکے ہے کہ واقف نے کہا ہو کہ ''یہ زمین میرے بھائیون پر وقف کی گئی'' اور اُسوقت اُسکے بھائی اور بہنین دونون موجود ہون تو وہ سب برابر حصہ پائینگے - اور اگر واقف کہے کہ ''میرے بیٹون پر'' اور اُسکے بیٹے نہ ہون بلکہ صرف بیٹیان ہون تو وقف کی آمدنی غربار کو دیجائیگی - اور اسی طرح سے اگر وہ کہے کہ ''میری بیٹیون پر'' اور فقط اُسکے بیٹے ہون تو بھی وقف کی آمدنی غربار کو دیجائیگی -

اگر کوئی شخص اپنی جائداد اپنے بیٹے پر اور اُسکی اولاد اور اُنکی اولاد پر دوامًا وقف کرے جبتک اُسکی نسل مین کوئی باقی رہے تو وقف کی آمدنی اُنمین اُنکی تعداد کے موافق تقسیم کیجائیگی اور ذکور و اناث برابر حصے پائینگے اور بیٹی کی اولاد بھی اُسمین شریک کیجائیگی -

اگر کوئی شخص اپنی نسل یا ذریت پر وقف کرے تو اُسمین اُسکی بیٹی اور بیٹے دونون کی اولاد داخل ہے خواہ قریب ہو خواہ بعید - لیکن اگر واقف اُس شخص پر وقف کرے جو اُس سے قرابت رکھتا ہو (من ینسبہ) تو بیٹی کی اولاد اُسمین داخل نہوگی